وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر القرآن (اردو)

صحیح اعتقادی روشنی میں

TAISEER UL QURAN

مترجم و مفسر مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ السلام سٹریٹ نمبر ۲۰ وسن پورہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب.....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

(اردو مفصل)

تیسیر القرآن

LIBRARY
Lahore Islamic University
Book No. 000950
91-Baba Block, Garden Town, Lahore
www.KitaboSunnat.com

جلد اوّل

سورۃ الفاتحہ تا سورۃ الانعام

مترجم و مفسر
فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ

نظر ثانی
الشیخ عبدالوکیل علوی حفظہ اللہ

اشراف
ڈاکٹر حبیب الرحمٰن کیلانی حفظہ اللہ

مکتبۃ السلام سٹریٹ ۲۰ وسن پورہ لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تیسیر القرآن (اردو مفصل)

238.45
ک ی ل - ت

اس تفسیر کی 4 جلدیں ہیں۔

- ✿ جلد اول سورۃ الفاتحہ تا سورۃ الانعام
- ✿ جلد دوم سورۃ الاعراف تا سورۃ الکہف
- ✿ جلد سوم سورۃ مریم تا سورۃ ص
- ✿ جلد چہارم سورۃ الزمر تا سورۃ الناس

ترجمہ و تفسیر ____ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ
خطاطی قرآنِ مجید ____ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ
تعداد ____ 2200
طبع ____ محرم الحرام 1432ھ
کمپوزنگ ____ اشرف خلیل / احسن مدنی
اہتمام ____ پروفیسر نجیب الرحمٰن کیلانی
ناشر ____ ڈاکٹر حافظ شفیق الرحمٰن کیلانی۔ انجینئر حافظ عتیق الرحمٰن کیلانی
مطبع ____ انٹرنیشنل دارالسلام پرنٹنگ پریس لاہور فون: 37232400
ہدیہ ____ 550 روپے

www.KitaboSunnat.com

ناشر: مکتبۃ السلام
سٹریٹ نمبر: 20، وسن پورہ لاہور فون: 042-37844157 , 0321-8869902

ڈسٹری بیوٹر
دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور
لندن • ہیوسٹن • نیویارک
DARUSSALAM

ہیڈ آفس و مرکزی شوروم 36 - لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور
فون: 711 1023 , 711 0081 , 723 2400 , 724 0024 فیکس: 735 4072
E-mail: darussalampk@hotmail.com Website: www.dar-us-salam.com

شوروم اردو بازار اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 712 0054 فیکس: 732 0703

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

www.KitaboSunnat.com

تیسیر القرآن کے مفسر جناب مولانا عبدالرحمن کیلانیؒ کو شروع سے ہی قرآن مجید سے گہری محبت اور شغف تھا۔ بچپن میں جب مرحوم ابھی چھٹی جماعت کے طالب علم تھے' ان کے استاد نے ایک آیت پڑھی جس میں لفظ "اَلا" آتا تھا۔ استاد صاحب نے اس کا ترجمہ "اِلّا" سمجھ کر "مگر" کیا۔ مفسر مرحوم سے نہ رہا جا سکا' اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ "اگر بے ادبی نہ ہو تو کچھ عرض کروں"..... استاد کی اجازت پا کر انہوں نے کہا کہ یہ "اِلّا" نہیں بلکہ "اَلا" ہے جس کا ترجمہ "خبردار" ہے۔ استاد صاحب "اِلّا" اور "اَلا" کا فرق نہیں جانتے تھے' انہوں نے جب فرق بتایا تو وہ ناراض نہیں ہوئے بلکہ خوش ہو کر انہیں شاباش دی۔ میں نے یہ واقعہ یہ بتانے کے لیے لکھا ہے کہ جب مفسر مرحوم چھٹی جماعت میں تھے تو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ چکے تھے۔ عام طور پر مشکل عربی اشعار ان کی زبان پر ہوتے تھے۔ انہوں نے باقاعدہ اپنی ایک کاپی بنائی ہوئی تھی جس پر مشکل عربی الفاظ کے معانی اور مادے وغیرہ تحریر کیا کرتے تھے۔ اپنے اس شوق کا فاضل مصنف نے خود ان الفاظ میں ذکر کیا:

"مجھے خوب یاد ہے کہ بچپن میں جب میں چوتھی کلاس میں پڑھتا تھا تو میرے والد مرحوم مجھے رات کو ترجمہ قرآن کریم اور عربی گرامر کے قواعد پڑھایا کرتے تھے۔ اس طرح بچپن میں ایک بار ترجمہ قرآن ختم کیا۔ بڑا ہوا تو قرآن کریم کے مطالعہ کا ذوق پیدا ہوا تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے بہت سے الفاظ کا اردو زبان میں صرف ایک ہی لفظ سے ترجمہ کر لیا جاتا ہے مثلاً خوف' خشیۃ' حذر' وجل' وجس' تقوی اور رھب وغیرہ سب الفاظ کا ترجمہ 'ڈرنا' ہی لکھا جاتا تھا۔ طبیعت میں جستجو کا ذوق تو شروع سے ہی تھا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ قرآن کریم کے ایسے مترادف الفاظ کا ذیلی فرق کیا ہے لیکن بسا اوقات مایوسی ہی ہوئی۔ پھر میں نے علماء کی طرف رجوع کیا تو مجھے حیرانی ہوئی کہ اس سلسلہ میں اکثر علماء کا ذہن بالکل خالی ہے۔ انہوں نے کبھی یہ فرق معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی"۔

اس کے بعد فاضل مصنف نے اس سلسلہ میں اکثر ڈکشنریوں کا بغور مطالعہ کیا۔ اسی جستجو اور شوق کے نتیجہ میں انہوں نے بعد میں اپنی نادر' علمی تصنیف "مترادفات القرآن" لکھی۔ اور یہ کتاب غالباً پورے عالم اسلام میں اس موضوع پر واحد کتاب ہے جس کے ذریعے قرآن مجید کے مترادف الفاظ کا ذیلی فرق معلوم کیا جا سکے۔ قرآن فہمی سے ان کی دلچسپی کا ایک ثبوت ان کا مختصر کتابچہ "قرآن نا فہمی کے اسباب اور ان کا حل" بھی ہے۔

قرآن مجید سے حد درجہ محبت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ جب کمائی شروع کی تو کتابت ان کا ذریعہ معاش تھا۔ نسخ اور نستعلیق دونوں خطوط میں نام پیدا کیا۔ علاوہ ازیں خطِ رقعہ' خطِ کوفی اور دیگر عربی خطوط میں دسترس حاصل کی۔ اپنی زندگی میں پچاس کے قریب قرآن مجید کتابت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ خادم الحرمین الشریفین فہد بن عبدالعزیز کے قرآن کمپلیکس نے مصحف المدینۃ النبویۃ کے لیے قرآنی متن کے سلسلہ میں فاضل مصنف کے کتابت شدہ خط کو ہی منتخب کیا۔

انہیں اپنے علمی ذوق کی سیرابی کے لیے قرآن مجید کی ایک مفصل سلفی تفسیر کی ضرورت تھی۔ مگر اس میدان میں بھی انہیں اشرف الحواشی' تفسیر وحیدی یا اس طرح کی کچھ دوسری مختصر تفاسیر ہی ملتی تھیں۔ تفہیم القرآن کا بھی مطالعہ کرتے تھے۔ مگر اس کے باوجود ایک تفسیر کی اشد ضرورت محسوس کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے خود ہی کام کرنے کے بارے سوچا۔ ذہن اللہ تعالیٰ نے بہت اچھا دیا ہوا تھا۔ جب ارادہ کر لیا تو راستے کھلتے چلے گئے۔

انہی دنوں میں ایک عالمی ادارے نے انہیں قرآن مجید کی ایک مفصل تفسیر لکھنے کے لیے پیش کش کی۔ معاوضہ کی بات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیت ہوئی تو فاضل مصنف نے معاوضہ طے نہ کیا بلکہ فرمادیا کہ میں یہ کام خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرنا چاہتا ہوں۔ آپ جو بھی دیں گے مجھے منظور ہوگا۔ بعد میں چند ایک ناگزیر وجوہات کی بنا پر وہ معاہدہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ تاہم وہ تفسیر کا کام مسلسل کرتے رہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے کہ اپنی وفات سے قبل الحمد للہ وہ سارا کام مکمل کر چکے تھے۔

اس تفسیر کی ترتیب و تدوین کے دوران اس کی انفرادیت اور جو فوائد مجھ پر منکشف ہوئے ان میں چند ایک امور کی طرف میں توجہ دلانا چاہوں گا۔

۱: اس کا ترجمہ سلیس اور بامحاورہ ہے۔ ترجمہ کرتے ہوئے اس بات کا پوری شدت سے لحاظ رکھا گیا ہے کہ نہ محض لفظی ہو اور نہ ہی صرف ترجمانی۔ بلکہ سلیس اور عام انداز میں محاورے کا حتی الوسع خیال رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔ تاہم جو الفاظ صرف ربطِ مضمون کے لیے لائے گئے ہیں، وہ بریکٹ میں دیئے گئے ہیں۔

۲۔ علمائے سلف کے طرز پر لکھی گئی گذشتہ تمام تفاسیر ماثورہ کی جامع پہلی مفصل تفسیر بالحدیث ہے جو کسی خاص مسلک یا فقہ کی ترجمانی کی بجائے براہ راست قرآن کریم، صحاح ستہ کی صحیح اور حسن درجہ کی احادیث، اقوالِ صحابہ و تابعین پر مبنی ہے۔ ہر حدیث کا مکمل حوالہ موجود ہے۔

۳۔ پیچیدہ اور دقیق مسائل کو بیان کرنے کے لیے نہایت واضح اور سادہ طرز بیان اور منطقی اسلوب اختیار کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ گنجلک فلسفی مباحث کو ایسے انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ قاری کی سمجھ میں بات اتر جائے اگر کوئی اشتباہ ہو تو رفع ہو جائے۔

۴۔ اختلافی اور فروعی مسائل میں اعتدال کی راہ اختیار کی گئی ہے، نہ بے جا کسی کی تردید کی ہے نہ خواہ مخواہ جانبداری کی گئی ہے۔ البتہ نقلی و عقلی دلائل سے دوٹوک اور واضح مؤقف اختیار کیا گیا ہے۔

۵۔ مسائل کا صحیح رخ متعین کرتے وقت مخالفین کی فکری سوچ پر پوری علمی قوت سے گرفت کی ہے۔ اس ضمن میں قدیم و جدید منکرین حدیث کے نامناسب استدلالات کا منہ توڑ جواب دیا گیا ہے۔ البتہ ایسے موقع پر صاحبِ تفسیر نے معذرت خواہی اور لجاجت کا انداز اختیار نہیں کیا بلکہ جارحانہ اقدام سے کام لیا ہے۔

۶۔ جدید مغرب زدہ طبقہ کے پھیلائے شکوک و شبہات اور اعتراضات کا کافی پرزور استدلال کے ساتھ جواب دیا گیا ہے۔ سود، لین دین، تجارت کی غیر شرعی اقسام، تعددِ ازواج، لونڈیوں اور غلاموں کے مسائل پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ احکامِ وراثت میں دلائل کے ذریعے اسلامی احکام کی برتری و حقانیت کو ثابت کیا ہے کہ یہ احکام فطرتِ انسانی کے عین مطابق اور انسانیت کی فلاح کا موجب ہیں۔

۷۔ عقل پرست فرقِ باطلہ مثلاً معتزلہ، خوارج، مرجیہ وغیرہ کے دلائل پر محاکمہ و محاسبہ کر کے ان کی فکری کوتاہیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

۸۔ خیر خواہانہ اور ناصحانہ انداز میں بدعی اور مشرکانہ خیالات پر ضرب کاری لگائی ہے۔

۹۔ مفسر مرحوم نے اس تفسیر کو عمر عزیز کے آخری پانچ برسوں میں مکمل کیا۔ جس سے قبل آپ بیسیوں تصانیف اور سینکڑوں مقالات تحریر فرما چکے تھے۔ ان تصانیف میں جہاں لغتِ قرآن پر یگانہ روزگار تحقیقی کام مترادفات القرآن کے نام سے موجود ہے وہاں اسلامی سیاست، اسلامی معیشت، شریعت و طریقت، سائنس و فلسفہ اور سیرتِ نبویہ ﷺ کے موضوعات پر اسلام اور جدید نظریات کے تقابلی مطالعہ سے مزین ایوارڈ یافتہ تحقیقی کام موجود ہیں۔ اسی طرح احکام و مسائل کے ضمن میں اس تفسیر میں صرف اصولی مباحث کی وضاحت پر اکتفا کی بجائے کافی وسعت سے ان مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے اور اکثر مقامات پر اپنی تالیف کردہ کتب اور مقالات کا خلاصہ پیش کر کے جزوی تفصیلات کے لیے کتاب کی طرف راہنمائی کر جاتے ہیں۔ اس بنا پر قرآن میں مذکور آیات سے اصولی استشہاد کرتے ہوئے دورِ جدید کے تناظر میں ان کی جزئیات اور دائرہ کار کو پیش کرتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ صفحے کے ایک طرف ذیلی حواشی بھی دیئے گئے ہیں تاکہ قاری کو مسائل اور ان کے جوابات اخذ کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔

۱۱۔ بعض آیاتِ کریمہ کا جدید سائنسی تحقیقات کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے۔ ایسے مقامات پر مولانا مرحوم نے قرآن مجید کی فوقیت اور آفاقیت کو ثابت کرتے ہوئے کہا ہے کہ نہ تو قرآن سائنس کے مخالف اور نہ سائنس ہی حقائق قرآن کے خلاف ہے بلکہ موجودہ سائنس تو قرآن کے بیان کی تائید کرتی ہے۔

۱۲۔ کوشش کی گئی ہے کہ ہر صفحے کے متن' ترجمہ و تشریح کو اسی صفحہ پر سمیٹا جاسکے تاکہ تسلسل برقرار رہے۔

۱۳۔ اہم ترین خصوصیت یہ کہ اس تفسیر کا متن بھی مولانا مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ وہی متن ہے جو سعودی حکومت بہترین کتابت کا نمونہ ہونے کی بنا پر لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر حجاج کرام میں مفت تقسیم کرتی ہے۔

اہل علم حضرات میں سے مولانا عبدالفلاح (متوفی جون ۹۹ء) نے باقاعدہ اس تفسیر کو سنا اور اس کے بارے میں تعریفی کلمات کہے۔ جبکہ عبدالوکیل علوی صاحب سینئر ریسرچ سکالر ادارہ معارف اسلامی منصورہ نے اس کے تمام تفسیری حوالہ جات کی تخریج و تصحیح کی۔ بہت سے مقامات پر اختلاف بھی کیا اور اتفاقِ رائے سے درست بھی کیا۔

آخر میں قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ اس تفسیر کا ناقدانہ انداز میں جائزہ لیں۔ اس کی اغلاط و نقائص سے ہمیں ضرور آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن اور بقیہ جلدوں کی طباعت میں درستی کی جاسکے۔ آپ سب سے میں یہ درخواست بھی ضرور کروں گا کہ مفسر مرحوم کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ ان کی قبر کو فراخ و منور کرے اور اس تفسیر کو ان کے لئے صدقہ جاریہ بنادے۔ اسی طرح میں مولانا عبدالوکیل علوی صاحب کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے شب و روز محنت کر کے اس کے حوالہ جات کی تخریج کی اور بسا اوقات ایک ایک حوالے پر کئی کئی دن صرف کئے اور حافظ حسن مدنی بھی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کی ترتیب اور کمپوزنگ میں حد درجہ محنت اور احتیاط سے یہ کام مکمل کیا اور اس کام کو قرآن مجید کی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہو کر انجام دیا۔

نئی کمپوزنگ میں دو بنیادی تبدیلیاں کی گئی ہیں جو یقیناً قارئین کے لئے مفید ہوں گی۔ ایک تو ذیلی حواشی کو حاشیہ کے ساتھ ہی درج کر دیا گیا ہے۔ دوسرے فہرست مضامین جو کہ آخر میں تھی۔ اور اس کو شروع میں درج کیا گیا ہے۔ اس طرح صفحات کے نمبر تو متاثر ہوں گے۔ مگر زیادہ فرق نہیں ہوگا۔ پہلے صفحہ نمبر میں مزید ۲۰ نمبر شامل کر لیں۔

رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ میں اس کی پہلی جلد منظر عام پر آئی۔ جبکہ چوتھی جلد کی طباعت تک مزید دو سال لگ گئے۔ اس مختصر عرصہ میں جس طرح اللہ تعالیٰ نے "تیسیر القرآن" کو مقبول عام بنادیا۔ یہ اللہ کا خصوصی فضل و کرم ہے کہ جو کسی ایک جلد کو کہیں دیکھ لیتا ہے تو بقیہ تین جلدوں کو بھی حاصل کرنے کیلئے کوشاں نظر آتا ہے۔ اکثر لوگوں کے اس کی تحسین میں خطوط موصول ہوئے جبکہ اغلاط کی نشاندہی اور مختلف اعتراضات کے بارے بھی خطوط موصول ہوتے رہتے ہیں۔ میں ساتھ ساتھ جواب دینے کی کوشش کرتا ہوں اگر کسی کو مصروفیت کی وجہ سے جواب موصول نہ ہوا ہو تو میں معذرت خواہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے والد صاحب کو ایسی ہمہ صفت تفسیر لکھنے کی توفیق بخشی جو کہ علمائے کرام اور عوام و خواص کے لئے نافع اور مفید ثابت ہوئی۔ ان سب حضرات کا شکریہ بھی ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اس کی اغلاط کی نشاندہی کی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اس تفسیر کو پڑھنے۔ پڑھانے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کو ہم سب کیلئے مغفرت کا ذریعہ بنادے۔ آمین یارب العالمین!

پروفیسر نجیب الرحمٰن کیلانی ربیع الاول ۱۴۲۶ھ جامع مسجد الایمان شاہ فرید آباد ملتان روڈ لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفسر مرحوم..... مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالرحمان کیلانی مرحوم بہت ہی سادہ اور درویش صفت انسان تھے میں نے گھر اور باہر جب بھی انہیں دیکھا سفید لباس میں ہی دیکھا سفید لباس، تہبند اور قمیص پر مشتمل ہو یا شلوار قمیص، سر پر ہمیشہ سفید رومال رکھتے اور بازار جاتے وقت سیاہ رنگ کی جناح کیپ استعمال کرتے۔ لکھنے کے لیے ہمیشہ کوئی بھی معمولی سا قلم اور سواری کیلئے سائیکل ہی استعمال کی۔ مالی طور پر خوب مستحکم تھے مگر اس کے باوجود کبھی تصنع یا بڑائی کا اظہار نہیں کیا۔

والد مرحوم چار بھائی تھے۔ ان چار بھائیوں میں چار چار سال کا فرق تھا اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ پہلے تینوں بھائی اسی ترتیب سے چار چار سال وقفے سے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ بچپن میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ٹیوشن پڑھا کر اور کبھی دکان کے ذریعہ اپنے والد صاحب کا ہاتھ بٹایا۔ ان حالات میں ہمیشہ ہر امتحان میں اعلیٰ کامیابی اور وظیفہ حاصل کیا۔ بی اے۔ کا امتحان گھریلو مجبوریوں کی وجہ سے نہ دے سکے۔ محترم ابا جان نے فوج میں ملازمت کی اور فوج سے صرف اس بنا پر استعفیٰ دے دیا کہ یہ ملازمت داڑھی رکھنے سے مانع تھی جب کہ انہیں داڑھی منڈوانا منظور نہ تھا۔ حالانکہ محکمہ نے انہیں پروموشن اور تنخواہ میں اضافے کا بھی لالچ دیا مگر یہ چیزیں سنت رسول ﷺ کے مقابلہ میں ان کے سامنے ہیچ تھیں۔

استعفیٰ کے بعد کتابت کو بطور پیشہ اختیار کیا۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۵ء تک اردو کتابت کی اور اس وقت کے سب سے بہتر ادارے 'فیروز سنز' سے منسلک رہے۔ ۱۹۶۵ء میں قرآن مجید کی کتابت شروع کی اور تاج کمپنی کے لیے کام کرتے رہے۔ غالباً ۵۰ کے قریب قرآن مجید کی کتابت کی سعادت حاصل کی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ۱۹۷۲ء میں حج کرنے گئے تو مکی سورتوں کی کتابت باب بلال (مسجد حرام) میں بیٹھ کر کی اور مدنی سورتوں کی کتابت مسجد نبوی میں اصحاب صفہ کے چبوترہ پر بیٹھ کر کی۔ الحمد للہ اس تفسیر میں قرآن مجید کی اسی بابرکت کتابت کو ہی بطور متن قرآن شائع کیا جا رہا ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست!

کتابت کے سلسلہ میں خاندان کے بہت سے لوگوں کو ممنون کیا۔ انہیں کتابت سکھا کر باعزت روزگار پر لگایا۔ اس تعاون کے علاوہ برادری کے اکثر لوگوں کی حتی المقدور مالی اعانت کرتے رہے۔ اس کا اندازہ ہمیں ان کی زندگی میں بھی تھا۔ مگر اصل صورت حال ان کی وفات کے بعد معلوم ہوئی۔ ہر ضرورتمند کو اس کی ضرورت کے مطابق قرض حسنہ دے دیتے اور بسا اوقات وہ واپس کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوتا تو معاف کر دیتے۔

۱۹۸۰ء کے بعد جب انہیں فکر معاش سے قدرے آزادی نصیب ہوئی تو تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس میدان میں بھی ماشاء اللہ علماء و مصنفین حضرات کی صف میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ مرحوم نے معاشرت، معیشت، سیاست، عقائد اور جدید دینی مسائل پر تحقیق و تنقید کی اور علمی حلقوں میں داد تحسین پائی۔ ابا جان مرحوم کی تصانیف میں سے مترادفات القرآن، آئینہ پرویزیت، شریعت و طریقت، خلافت و جمہوریت، تجارت اور لین دین کے مسائل، عقل پرستی اور انکار معجزات، روح، عذاب قبر اور سماع موتیٰ، احکام ستر و حجاب، اسلام میں دولت کے مصارف اور الشمس والقمر بحسبان ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی وفات کے بعد جب ان کے مسودات وغیرہ دیکھے گئے تو کئی ایک غیر مطبوعہ کتب بھی ملیں جو وہ مکمل کر چکے تھے۔ ان میں سے نبی اکرم ﷺ بحیثیت سپہ سالار طبع ہو چکی ہے۔ "محمد ﷺ صبر وثبات کے پیکر اعظم اور ایک مجلس کی تین طلاقیں اور ان کا شرعی حل" بھی زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی ان کے مفصل علمی مقالہ جات موجود ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

آخری عمر میں وہ قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھ رہے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ اس کو خود طبع کروائیں مگر عمر نے وفا نہ کی ان کی وفات کے بعد الحمد للہ اس تفسیر کو چھپوانے کا اعزاز ہمیں حاصل ہوا ہے "تیسیر القرآن" نے چند ہی سالوں میں دوسری متداول تفاسیر میں اپنی امتیازی حیثیت کو تسلیم کروالیا ہے۔ اس تفسیر کی خصوصیت یہ ہے کہ متن قرآن کی کتابت، ترجمہ اور حاشیہ سب کچھ ابا جان مرحوم کی ذاتی کاوش ہے۔ اس تفسیر میں انہوں نے آیت کے ساتھ مطابقت رکھنے والی احادیث کا باحوالہ ذکر کیا ہے اور صحاح ستہ سے ہی احادیث لی ہیں۔ مروجہ اردو تفاسیر کے انداز میں لکھی جانے والی اس تفسیر کی اضافی خوبی یہ ہے کہ حاشیہ میں ذیلی سرخیوں کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر ۴ جلدوں میں ہے۔

مولانا نے اپنی کتب کی اشاعت کے لئے مکتبۃ السلام کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ بھی قائم کیا، تصنیف و تالیف سے لے کر اپنی کتب کی اشاعت اور تقسیم تک کی ذمہ داری آپ خود انجام دیا کرتے۔ آپ کی وفات کے بعد بھی الحمد للہ یہ مکتبہ راقم الحروف کی نگرانی میں اس نیک فرض کو بخوبی نبھا رہا ہے۔ گزشتہ سالوں میں مفسر مرحوم کی کتب کے متعدد ایڈیشن اور بعض غیر مطبوعہ تالیفات بھی اس مکتبہ کے تحت شائع کی گئیں۔ یہ ادارہ بھی آپ کی الباقیات الصالحات میں شامل ہے۔

۱۹۶۰ء میں ہماری والدہ محترمہ (اللہ انہیں غریق رحمت کرے) نے گھر میں ہی بچیوں کی دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ آہستہ آہستہ اس کام میں اللہ نے اتنی برکت دی کہ آج وہی کونپل ایک تناور درخت بن چکی ہے۔

مدرسہ تدریس القرآن والحدیث للبنات لاہور میں اپنی نوعیت کا واحد تعلیمی و تربیتی ادارہ ہے جو طالبات کے مدارس میں ایک معتبر مقام رکھتا ہے۔ اس مدرسہ میں اس وقت تقریباً ۲۰۰ کے قریب لڑکیاں رہائش پذیر ہیں۔ جن کا قیام و طعام مدرسہ کے ذمہ ہے اور اس کے علاوہ تقریباً ۲۰۰ لڑکیاں ایسی ہیں جو صبح آتی اور پڑھ کر واپس چلی جاتی ہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس مدرسہ کی فارغ التحصیل کئی لڑکیوں نے اپنے اپنے علاقوں میں دینی تعلیم کے مدارس قائم کر رکھے ہیں اور بیشمار طالبات دینی مشن کو اپنائے ہوئے ہیں۔ اس مدرسہ میں ماہ رمضان میں عربی گرامر کے مختصر کورس اور دورہ تفسیر بھی کروایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مدرسہ کا سالانہ اجتماع ہر سال منعقد کروایا جاتا ہے۔ طالبات کی زیادہ تعداد کے پیش نظر چار کنال کے وسیع و عریض پلاٹ پر مدرسے کا توسیعی منصوبہ شروع کیا گیا ہے۔ مدرسہ کا پلاٹ محترم ڈاکٹر حبیب الرحمٰن کیلانی صاحب نے وقف کیا ہے عمارت الحمد للہ تکمیل کے مراحل میں ہے۔

اس مدرسہ کے جملہ خارجی امور ابا جان اپنے ہاتھوں انجام دیتے تھے۔ جبکہ داخلی امور میں والدہ محترمہ کے ساتھ ان کی بیٹیاں ان کے ساتھ تعاون کرتی رہیں۔ ان دنوں یہ ذمہ داری ان کی سب سے چھوٹی بیٹی (ہماری بہن) اور والد مرحوم کی دوسری زوجہ محترمہ بحسن و خوبی انجام دے رہی ہیں۔ مرحوم کے بڑے بیٹے ڈاکٹر حبیب الرحمٰن کیلانی مدرسہ کے خارجی امور کے ذمہ دار ہیں۔

مرحوم نے اس سلسلہ میں کبھی لوگوں سے باصرار چندہ کا مطالبہ نہیں کیا۔ اگر کوئی خود دے دیتا تو لے لیتے، بسا اوقات اپنی طرف سے بڑی بڑی رقوم اس مد میں خرچ کر دیتے۔ الحمد للہ آج تک مدرسہ کا تعلیمی معیار یہ ہے کہ لڑکیاں ہر سال وفاق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المدارس کے امتحان میں امتیازی پوزیشن حاصل کرتی رہی ہیں۔

محترم ابا جان نے دو دفعہ قومی سیرت کانفرنس میں صدارتی ایوارڈ حاصل کیا۔ یہ مقالے "اصلاح معاشرہ" اور "پیغمبر اسلام داعی امن واخوت" کے موضوعات پر تھے۔ مرحوم اپنی زندگی میں اتنا کام کر گئے کہ جید علماء جن کے پاس مستقل ادارے اور ملازمین ہیں حیران ہوتے کہ مرحوم کس طرح اکیلے یہ سارے کام کرتے۔ ساتھ ہی ساتھ اتنی تحقیقی اور معلوماتی کتب تصنیف کیں کہ جن سے آج تک علمی حلقے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

حاضرین کو کبھی بوریت کا احساس نہ ہونے دیتے۔ ہنس مکھ اور خوش مزاج ایسے تھے کہ ہر ایک کے ساتھ اس کی عمر کے مطابق بات چیت کرتے اور گاہے بگاہے طنز و مزاح کا سلسلہ بھی چلتا رہتا۔ نماز کے موقعہ پر ایک لمحہ کی تاخیر بھی برداشت نہ کرتے۔ گھر سے وضو کرتے اور مسجد میں جا کر پہلی صف میں شامل ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندے کی عزت افزائی کی۔ ساری عمر الحمد للہ کسی خاص بیماری سے واسطہ نہیں پڑا اور ۷۳ برس کی عمر میں بھی نوجوانوں سے زیادہ تیز چلتے تھے۔

۱۸ دسمبر ۱۹۹۵ء کو رات کا کھانا کھا رہے تھے کہ نماز عشاء کا وقت ہو گیا۔ وضو کیا اور مسجد کی طرف چل دیئے۔ جا کر پہلی صف میں دائیں طرف جگہ ملی پہلے سجدہ کے دوران روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ساتھ والے نمازی نے اپنی نماز توڑ کر ان کو پانی پلانے کی کوشش کی۔ مگر بے سود..... ایسی پر سکون' اطمینان بخش موت کہ جس کی ہر مسلمان بجا طور پر تمنا کر سکتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون..... اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین

ایک صحیح حدیث کے مصداق مرحوم نے تینوں قسم کے صدقات جاریہ چھوڑے ہے (ان شاء اللہ) نیک اولاد جو ان کے لیے دعا گو ہے' مدرسہ جہاں بچیاں تعلیم کر رہی ہیں اور کتب و تصنیفات جس سے لوگ فائدہ حاصل کرتے رہیں گے۔

مرحوم کے کم و بیش ۶۰ کے قریب نواسے نواسیاں اور پوتے پوتیاں ہیں جن میں سے ۴۳ حافظ قرآن اور کچھ ماشاء اللہ حفظ کر رہے ہیں۔ مرحوم کی اپنی اولاد میں سے چار حافظ قرآن ہوئے۔ ان کی زوجہ حافظہ قرآن تھیں جبکہ مرحوم خود بھی قرآن کے اکثر حصہ کے حافظ تھے۔ اپنی ساری اولاد سے بہت شفقت اور ہمدردی کا سلوک کرتے تھے۔ بے جا لاڈ پیار کا کبھی مظاہرہ نہ کیا۔ اپنی ساری اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلوائی اور اپنے پیروں پر کھڑے ہونا سکھایا۔ ان کو ایک خاص قسم کی خودداری کا سبق دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج سب بہن بھائی علمی اور مالی طور پر مستحکم ہیں اور اپنی اپنی جگہ پر والدین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دامے درمے سخنے حسنات میں سبقت کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

پروفیسر نجیب الرحمٰن کیلانی
مکتبہ السلام وسن پورہ' لاہور فون 7844157

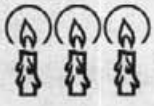

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر ''تیسیر القرآن'' کے بارے آراء وتبصرے

❁ راقم کی نظر مؤلف کے اسلوب بیان پر گئی۔ اس کے جائزے سے یہ تاثر لیا کہ اسلوب بیان میں شستگی اور سلاست پائی جاتی ہے اور اول تا آخر یکسانیت سے پر ہے۔ پیرایہ بیان وسیع تر معلومات کا حامل ہے۔ مفسر نے ہر مبحث میں اپنے اشہب قلم کو خوب جولانی دی ہے اور یکسوئی سے اس فریضہ کو سرانجام دیا ہے اور قلم کو سنجیدگی کے دائرے میں رکھا ہے اور تفسیر قرآن کے سلسلہ میں سرسید سے لے کر پرویز تک جو فتنے اور اعتزال رونما ہو رہے ہیں ان کا سدباب کر دیا۔

مولانا مرحوم کے تفسیری شذرات کو جمع کیا جائے تو مستقل کتاب بن جاتی ہے اور قرآن کے عجائبات ختم ہونے میں نہیں آتے۔ تفسیر قرآن میں آیات صفات نہایت اہم ہیں اور ان میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ مولانا مرحوم نے ان مواقع میں مؤولین کی تردید کی ہے اور سلف کے مسلک پر قائم رہے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ تفسیر آج کی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی اس کاوش کو قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔ واخر داعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

محمد عبدہ الفلاح۔ فیصل آباد۔ (مؤلف اشرف الحواشی)

❁ موجودہ حالات کے مسائل کے پیش نظر ایک مفصل تفسیر کی ضرورت تھی اور یہ ضرورت اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندہ کے ذریعے پوری کروادی جو اس وقت ہم میں موجود نہیں۔ آیات کی تشریح میں احادیث رسول ﷺ کو پیش کیا گیا ہے اور سلف کے منہج کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ کیونکہ مولانا کی گرفت موجودہ جدید علوم پر بھی زبردست تھی اور تمام موجودہ فتنوں' منکرین حدیث وغیرہ سے خوب آگاہ تھے' بلکہ ان پر مبسوط کتابیں تحریر کر چکے تھے۔ اس لئے ان کی تفسیر میں ان فتنوں کی سرکوبی کی خوبیاں بھی موجود ہیں' پھر مزید خوبی یہ ہے کہ انداز بڑا ہی صاف سادہ اور دل میں اترنے والا ہے۔ جس سے مغرب زدہ طبقے کے پھیلائے شکوک وشبہات کا مضبوط دلائل اور خوبصورت استدلال سے ازالہ بھی خود ہوتا ہے۔

مولانا امیر حمزہ صاحب۔ مجلہ الدعوۃ' مارچ 2000ء

www.KitaboSunnat.com

❁ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ جن کی علمی دیانت' ثقاہت اور اور قرآن وسنت کی فقاہت اہل علم پر مخفی نہیں۔ انہوں نے اپنی نوک قلم سے بیسیوں کتابیں مرتب کیں۔ جن میں سے قرآن حکیم کی خدمت کے سلسلہ میں ''مترادفات القرآن'' اور زیر نظر تفسیر ''تیسیر القرآن'' انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ اس تفسیر میں موصوف نے منہج سلف صالحین کو مدنظر رکھ کر بڑے ہی احسن پیرائے میں قرآنی آیات کے مطالب کو حل فرمایا ہے۔ اور آیات صفات میں مؤولین کی تردید کی ہے۔ قرآن حکیم کا وہی مطلب ومفہوم ذکر کرنے کی سعی جمیل کی ہے جو جو احادیث وآثار ملتا ہے اور اپنی ذہانت' فطانت اور روشن دماغی کو بروئے کار لاتے ہوئے عصر حاضر کے کئی فتنوں اور سرسید وپرویز جیسے منکرین حدیث کے غلط عقائد کا قلع قمع بھی کیا ہے۔ احادیث صحیحہ کے ذریعے بہت سارے فقہی مسائل بھی درج فرمائے ہیں۔ زبان میں انتہائی سلاست اور شستگی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف مرحوم کی زندہ جاوید تالیفات وتصنیفات کے گراں بہا ذخیرے کو ان کی بخشش کا ذریعہ بنائے اور مؤلف مرحوم' ان کے لواحقین اور راقم الحروف کو اپنی خصوصی رحمتوں اور برکت سے نوازے اور ہم سب کو جنت الفردوس میں اکٹھا کرے۔ آمین۔

ابوالحسن مبشر احمد ربانی عفا اللہ عنہ۔ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱

❁ ترجمہ نہایت سلیس اردو میں ہے جو معمولی لکھا پڑھا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ تفسیری عبارتوں میں زبان وبیان کی سلاست کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ دور حاضر میں مغربی افکار سے متاثر بلکہ مرعوب طبقہ جس آزاد خیالی میں مبتلا ہوا ہے اور اس کو روشن خیالی اور ترقی پذیری کے عنوان سے پیش کر رہا ہے۔ اس تفسیر میں ان کے نظریات جن آیات سے متعلق ہیں وہاں خوب گرفت کی گئی ہے اور نہایت مضبوط استدلال سے ان کے عقائد کی تردید کی گئی ہے۔ غزوات وسرایا کے سلسلہ میں جو آیات اور سورتیں ہیں ان کا تاریخی پس منظر تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ تفسیر و ترجمہ کے اور بھی بیشتر محاسن ہیں جو قاری اور محقق اس تفسیر کے مطالعہ سے یقیناً پالیں گے۔

علیم ناصری الاعتصام' مارچ 2000ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین تیسیر القرآن جلد اول

سورۃ الفاتحہ تا سورۃ الانعام

مضامین	صفحہ نمبر
سورۃ الفاتحۃ	
تلاوت سے پہلے تعوذ کا حکم	30
فضائل سورۂ فاتحہ	30
سورۂ فاتحہ کے مختلف نام	30
سورۂ فاتحہ سے دم جھاڑ	31
قراۃ فاتحہ خلف الامام	32
کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۂ فاتحہ کا جز ہے؟	33
جہری نمازوں میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے کہنا؟	
رحمٰن اور رحیم میں لغوی فرق	
حمد اور شکر میں لغوی فرق	35
عالمین سے مراد اور اللہ کی تعریف کی وجہ	35
دین کے مختلف معانی	36
عبادت کا مفہوم	36
استعانت کا مفہوم	37
جبریہ اور قدریہ دونوں فرقوں کا رد	38
سیدھی راہ کون سی ہے؟	38
دعا کے متعلق سرسید احمد خان کا نظریہ	38
گمراہ اور مغضوب کون ہیں؟	40
آمین بالجہر کا ثبوت	40
سورۃ البقرۃ	
فضائل سورۃ البقرہ	41
زمانہ نزول اور شان نزول	41
سورۂ بقرہ کے نزول کا پس منظر	41
حروف مقطعات کی بحث	41

مضامین	صفحہ نمبر
ریب کا لغوی مفہوم	44
کیا قرآن صرف متقین کے لئے ہدایت ہے یا سب کے لئے؟	44
متقین کے اوصاف	44
آخرت کا مفہوم اور عقیدہ آخرت کی اہمیت	45
ارکان اسلام کی اہمیت اور ترتیب	46
مہر کیسے کافروں کو لگتی ہے؟	46
مہر کیوں اور کب لگتی ہے؟	47
مہر لگانے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں؟	47
اوصاف کاسدہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں؟	49
منافقوں کی مثال (۱)	49
منافقوں کی مثال (۲)	50
دلائل توحید	51
قرآن کا چیلنج اور اس کی معجزانہ حیثیت	51
رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر دلیل	52
قرآن کے امتیازی پہلو	52
اشتراکیت کی ناکامی کی وجہ	53
قرآن کا اصل موضوع	53
قرآن میں بے کار بحثوں سے اجتناب	53
جہنم کا ایندھن کون سی اشیاء ہوں گی؟	54
تقویٰ کا لغوی مفہوم	54
مثال کے درست ہونے کی شرط	55
گمراہی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے؟	56
صلہ رحمی کی تاکید اور اقرباء سے حسن سلوک	56
زندگی اور موت کے چار مراحل	57

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
ہر چیز کی اصل اباحت ہے	57	موضوع حدیث کی عجمی ترکیب	68
فرشتوں کی مستقل حیثیت	58	کیا نیکی اور بدی کے نتائج لازمی ہیں؟	69
آدم خلیفہ کس کا؟	58	کفارۂ مسیح کا عقیدہ	69
تخلیق آدم پر فرشتوں کا اعتراض کیا تھا؟	59	جنت میں دوبارہ داخلہ	69
تسبیح وتقدیس کا فرق	59	بنی اسرائیل سے خطاب کا آغاز	69
خلافت کے لئے ضروری شرط	59	بنی اسرائیل کا کتاب اللہ سے سلوک	70
سجدۂ تعظیمی	60	اہل کتاب کے ایمان لانے پر دوہرا اجر	70
ابلیس کی رقابت کی وجہ	60	نماز باجماعت کی فضیلت اور فوائد	71
آدم اور نظریہ ارتقاء	61	نماز کے فضائل اور اہمیت	71
حوا کی پیدائش پر ایک اعتراض اور اس کا جواب	61	پریشانیوں اور مصائب کا علاج	72
جنت ارضی یا سماوی؟	61	صبر کی تعریف	72
ظلم کا لغوی مفہوم	61	سفارش پر تکیہ کرنا نری بے وقوفی ہے	73
شیطان کی حقیقت	62	فرعون کی بنی اسرائیل کو تعذیب کی وجہ	73
فرشتوں کی مختلف اقسام اور ان کی ذمہ داریاں	62	بنی اسرائیل کی گئوسالہ پرستی	74
صفات کے لحاظ سے فرشتوں کی اقسام	63	گئوسالہ پرستوں کا قتل عام	74
جنوں کی اقسام اور صفات	63	منتخب ستر آدمیوں کی موت اور دوبارہ زندگی	75
فرشتوں کے وجود کے منکرین اور ان کی تاویلات	64	بنی اسرائیل کا جہاد سے انکار	75
سرسید کی مغربی افکار سے مرعوبیت	64	جہاد سے انکار کی سزا	75
ملائکہ سے مراد خارجی قوائے فطرت	64	ابر، من وسلویٰ اور بارہ چشمے	75
حاملین عرش ملائکہ کی وضاحت	65	بنی اسرائیل کا فتح کے وقت تکبر	76
ملائکہ سے مراد داخلی قوتیں	65	طاعون کا عذاب	76
ملائکہ سے مراد طبعی تغیرات	65	بارہ چشموں کا پھوٹنا	76
ملائکہ سے مراد نفسیاتی محرکات	66	فساد فی الارض کیا ہے؟	77
رحمت اور عذاب کے فرشتے	66	بنی اسرائیل کا من وسلویٰ پر قناعت نہ کرنا	78
دو دو، تین تین، چار چار، پروں والے فرشتے اور ان		ذلت اور مسکنت کا مفہوم	78
کی قوت اور مدارج	66	اہل کتاب کے مزعومہ عقائد	79
شیطان کی آدم کو فریب دہی	67	میثاق بنی اسرائیل کی کیفیت	79
سیدنا آدمؑ کا وسیلہ پکڑنا	68	اصحاب سبت کا انجام	80

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
بندر بننے کی تاویل کرنے والے	80	یہود اور مشرکوں کا مسلمانوں کے مقابلہ میں گٹھ جوڑ	95
گائے کو ذبح کرنے کے حکم پر بنی اسرائیل کی کٹ حجتیاں	81	نسخ کی بحث	96
گائے ذبح کرنے میں کٹ حجتیوں کی سزا	82	قرآن سے نسخ کی مثالیں	96
گائے کا زندہ ہو کر قاتل کا پتہ بتانا	82	معتزلہ کا نسخ سے انکار	98
نبی آخر الزمان ﷺ سے متعلقہ آیات کو چھپانا اور ان میں تحریف	83	یہود کے لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کے طریقے	98
ان پڑھ یہود کے مذموم عقائد	84	یہود کا سوالات کر کر کے تنگ کرنا	98
غلط فتووں کی کمائی	84	یہود کی شرارتوں کی سزا	99
یہود کی عذاب اخروی کے متعلق غلط فہمی اور اس کا جواب	85	اسلام لانے کا فائدہ سابقہ گناہ معاف	99
یہود کا اپنے اپنے قبیلہ کے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑانا	87	یہود، نصاریٰ، مشرکین سب کو اپنے دین پر فخر	100
دور نبوی ﷺ میں یہود کا انجام	87	مساجد کے متولیوں کے اوصاف	101
بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہونے والے انبیاء	88	نماز میں قبلہ رخ ہونا	101
معجزات سیدنا عیسیٰؑ	88	اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دینے والے	102
یہود اور انبیاء کا قتل	88	آپ ﷺ کی بعثت کے بعد تمام لوگوں کو آپ ﷺ	
یہود کا قول کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں	88	پر ایمان لانا واجب ہے	103
آنے والے نبی کے واسطہ سے یہود کا نصرت طلب کرنا	89	اہل کتاب میں منصف	104
میثاق کے وقت بھی تمہارے دل میں چور موجود تھا	90	یہود کے تفصیلی ذکر کے بعد آخر میں پھر تنبیہ	104
آخرت سے متعلق یہود کی تمنا	91	سیدنا ابراہیمؑ کا امتحان کن کن باتوں میں ہوا؟	105
یہود کی جینے کی ہوس	91	تمام لوگوں کے امام	105
یہود کی جبریل دشمنی کی وجہ	92	مقام ابراہیمؑ کی فضیلت	105
جبریل دشمنی کا جواب	92	مساجد میں صفائی کرنے کی فضیلت	105
یہود کا آیات کو پس پشت ڈال دینا	93	مساجد کی صفائی اور آداب	106
یہود کا سیدنا سلیمانؑ پر جادو کا الزام	93	مختلف ادوار میں کعبہ کی تعمیر	107
جادو سیکھنا سکھلانا کفر ہے	93	انبیاء اور استغفار	107
ہاروت اور ماروت کا قصہ اور جادو سیکھنے والوں کا ہجوم	93	میں ﷺ ابراہیمؑ کی دعا ہوں	108
جادو کے ذریعہ یاں بیوی میں جدائی ڈالنا	94	حکمت کیا ہے؟ اور وحی خفی	108
جادو کیوں کفر ہے؟	94	تزکیہ نفس کا مفہوم	108
عالم بے عمل جاہل ہے	95	دین ابراہیم کی صفات	108
یہود کی شرارتیں رَاعِنَا کہنا	95	یہود کا سیدنا یعقوبؑ پر الزام	109

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
ملت کا مفہوم اور ملت ابراہیم علیہ السلام	110
انبیاء میں تفریق کرنے کا مطلب	110
انبیاء کے درمیان فرق نہ کرنے کا مطلب	110
چشمہ اور اللہ کا رنگ	111
اللہ کے لطف وکرم کی بنیاد	111
یہود ونصاریٰ کا اپنے انبیاء پر یہودی یا عیسائی ہونے کا الزام	112
قبلہ اول خانہ کعبہ ہی تھا	113
آپ ﷺ نے ابتداءً بیت المقدس کو قبلہ کیوں بنایا تھا؟	113
مدینہ میں آ کر آپ ﷺ کو کعبہ کو قبلہ بنانے کی آرزو کیوں پیدا ہوئی؟	113
تحویل قبلہ کے لوگوں پر اثرات اور اعتراض	114
امت وسط کا مفہوم اور مثالیں	114
امت مسلمہ کی دوسری امتوں پر شہادت	114
آپ ﷺ کی اپنی امت کے خلاف شہادت جنہوں نے قرآن سے ناانصافیاں کیں	115
تحویل قبلہ پر یہود اور منافقوں کا شور وغوغا	115
اہل کتاب کا قبلہ میں اختلاف	116
یہود کو قبلہ اول کا پورا علم تھا	117
تحویل قبلہ کے حکم کو تین بار کیوں دہرایا گیا؟	117
تحویل قبلہ ایک نعمت تھی	118
رسول کی بعثت بھی ایک بہت بڑا انعام ہے	118
شکر کی فضیلت	119
مشکل اوقات میں صبر اور نماز سے مدد	119
شہداء کی زندگی	119
مسلمانوں پر خوف اور تنگدستی	120
صحابہؓ اور رسول اللہ ﷺ کی معیشت	120
مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا	121
صفا اور مروہ کے طواف میں کیا قباحت سمجھی جاتی تھی؟	122
کتمان حق کبیرہ گناہ ہے	122
توبہ کی شرائط	123
کئی خدا سمجھنے کی وجہ	124
صرف ایک اللہ کی عبادت کیوں؟	124
توحید باری پر آٹھ دلائل	124
شرکیہ افعال اور شرک کی مذمت	125
پیروں کی اپنے مریدوں سے بیزاری اور اس کے برعکس	125
مشرکوں کے اعمال حسرت کا سبب کیوں؟	126
کسب حلال اور اس کی اہمیت	126
حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی	126
حرام مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا	127
حرام اور مشکوک چیزیں چھوڑنے کا حکم	127
حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینا شرک اور شیطان کی پیروی ہے	127
تقلید آباء کی مذمت	128
اللہ کی حرام کردہ چیزیں	128
لاچاری میں حرام اشیاء کے جواز کی شرائط	129
کتمان حق اور غلط فتوے سے حرام خوری	129
اللہ تعالیٰ کا کلام نہ کرنا گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی دلیل ہے	130
اختلاف امت اور فرقہ پرستی کے اسباب	130
تحویل قبلہ پر جھگڑا کرنے کے بجائے نیکی کے اصل کام	131
صرف ایفائے عہد اور صبر کا ذکر کیوں ہوا؟	131
دور نبوی ﷺ میں ایفائے عہد کی مثالیں	132
قصاص کے احکام	133
قتل قابل راضی نامہ جرم ہے	133
قصاص اور دیت	133
دیت کی حکمت	134
قصاص میں زندگی کیسے ہے؟	134

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
قصاص اور دیت کے چند ضروری مسائل	135
میت کو وصیت کا حکم اور مسائل	135
روزہ کی فرضیت اور حکمت	136
ایام رمضان کی کمی بیشی	136
بیمار کا روزہ اور دین میں آسانی کا مطلب	137
دین میں سختی کی ممانعت	137
سفر میں یا بیماری میں اگر روزہ کی وجہ سے تکلیف بڑھ جائے تو روزہ کھولنے کا حکم	137
رمضان اور قرآن	138
دعا کی قبولیت کی شرائط اور آداب	140
میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہونے کا مفہوم	141
رمضان میں رات کو مباشرت کی اجازت	141
روزہ توڑنے کا کفارہ	141
بعض صحابہؓ کا قرآن فہمی میں غلطی کھانا	142
روزہ کھولنے میں جلدی اور سحری دیر سے کھانا	142
قطبین پر نماز اور روزے	143
اعتکاف کے احکام اور مسائل	143
باطل طریقوں سے مال کھانے کی صورتیں	144
قمری تقویم ہی قدرتی تقویم ہے	145
جاہلیت میں مزعومہ نیکی کے کام	145
مدافعانہ جنگ کی اجازت	146
جنگ کے آداب	146
فتنہ کا سدباب اور جہاد	146
کیا اسلام ایک جنگجو دین ہے یا امن پسند؟	147
مشرکین اور اہل کتاب میں اسلام نے فرق کیا ہے	147
مشرکوں پر سختی کیوں؟	147
اعتراض کا پہلا جواب مسلمان فطرتاً صلح جو اور امن پسند ہیں	148
اعتراض کا دوسرا جواب	149
دارالحرب کے سلسلہ میں مغالطے	149
خطرہ جنگ اور حالات جنگ کا فرق	149
اسلام میں کن صورتوں میں حالات جنگ پیدا ہوتے ہیں	150
ناگزیر حالات میں جنگ	150
جنگ کی وجوہات	150
جنگی قیدیوں سے سلوک	151
حرمت والے مہینوں میں جنگ؟	151
جہاد میں اموال خرچ کرنا	152
احسان کیا ہے؟ اور حدیث جبریلؑ	152
احصار کی صورتیں اور فدیۂ احصار	152
مناسک حج میں تقدیم و تاخیر	153
حج تمتع کے احکام	153
حج کی اقسام اور مسائل	154
احرام باندھنے کے مسائل	154
حج مبرور کی فضیلت	154
مانگنے کی قباحت	155
حج اور تجارت	155
عرفات کی حاضری حج کا رکن اعظم ہے	155
مشرکوں کا تلبیہ	155
حج کا طریقہ	156
جامع دعا	156
ایک دنیادار اور مومن کے مقاصد زندگی کا تقابل	157
ایام تشریق اور تکبیریں	157
تکبر کرنے والے کا حشر	158
صہیبؓ رومی کی فضیلت	158
اسلام میں پورا پورا داخل ہونے کا مطلب	159
قطعی نشانی دیکھنے پر ایمان لانا بے سود ہے	159
کفران نعمت کی سزا	160

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
دنیا کا رزق کامیابی کا معیار نہیں	160	خلع کے احکام	178
انسانی زندگی کا آغاز توحید سے ہوا یا شرک سے؟	161	نکاح حلالہ کی حرمت اور اس کا افسوسناک پہلو	179
اختلاف امت اور فرقہ پرستی	162	بیک وقت تین طلاق کی قباحت	179
فرقہ پرستی کا علاج	162	اللہ کی آیات کا مذاق اڑانے کی صورتیں	180
مکی دور میں حکومت اور امن کی بشارت	163	ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ عورت کی رضا مقدم ہے	181
خباب بن ارتؓ کا شکوہ	163	منکرین جواز کے دلائل کا جواب	182
پرامن زندگی کی بشارت	163	رشتہ میں لات مارنا	182
انفاق فی سبیل اللہ میں ترتیب	163	بلوغت سے پہلے نکاح پر حکومت کی پابندی	182
جہاد کے فوائد اور اہمیت	164	بچپن کی شادی کے جواز پر دلائل	182
حرام مہینوں میں لڑائی	164	منکرین جواز کے دلائل	183
جہاد کی تعریف اور غرض وغایت	166	معاہدات میں نادان کے حقوق کی حفاظت بذریعہ ولی	185
صدقہ کی آخری حد	167	بچپن کی شادی کی مخالفت کی اصل وجہ	185
انفرادی حق ملکیت اور اشتراکی نظریہ کی تردید	168	رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت	186
یتیموں کی تربیت اور خیر خواہی	169	حسن معاشرت میں بے اعتدالیاں	187
مشرکہ سے نکاح کیوں ممنوع ہے؟	169	سوگ منانے کی مدت اور حکمت	187
حیض میں پابندیاں	171	عدت کی مصلحت	188
مجامعت کا اصل مقصد	171	آپس میں فیاضی اور ایثار کرنے کا سبق	189
غلط کام کی قسم توڑنا اور اس کا کفارہ	172	حق مہر کی مختلف صورتیں اور مہر مثل	189
مطلقہ کی مدت	172	نماز وسطی سے مراد نماز عصر ہے اور اس کی تاکید مزید	190
حمل میں غلط بیانی	173	نماز میں باادب کھڑا ہونے کا حکم	190
مرد کو عورت پر فوقیت	173	صف درست کرنے اور مل کر کھڑا ہونے کا حکم	191
لاتعداد طلاقوں کا سدباب	174	نماز کے دوران کون کون سے کام کرنے جائز یا ضروری ہیں	191
طلاق کا سنت طریقہ	174	دین میں آسانی کی ایک مثال	192
ایک مجلس میں تین طلاقیں	174	نماز خوف کے پڑھنے کا طریقہ	192
کیا ایک مجلس میں تین طلاق کا مسئلہ اجماعی ہے؟	175	بیوہ کے نان ونفقہ سے متعلق احکام منسوخہ	192
بذریعہ ڈاک بیوی کو تین طلاقیں لکھ بھیجنا	177	مطلقہ عورتوں کو دے دلا کر رخصت کرنے کا حکم	193
مطلقہ سے دی ہوئی چیز واپس لینا گناہ ہے	178	طاعون کے خوف سے بھاگنے والے بنی اسرائیل	
زوجین کا باہمی سمجھوتہ	178	کی موت اور دوبارہ زندگی	193

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
جہاد کا خیال تک نہ آنا نفاق کی علامت ہے	194	آزر کا تعارف	207
قرض حسنہ کے اجر میں اضافہ کی شرائط	194	سیدنا ابراہیمؑ اور نمرود کا مکالمہ	207
بنی اسرائیل میں سیادت انبیاء یعنی نظام خلافت	194	بخت نصر بابلی کا بیت المقدس پر حملہ	207
حکمران کی صفات لازمی	195	سیدنا عزیرؑ اور اجڑی بستی	208
تابوت سکینہ کیا تھا؟	196	سیدنا عزیرؑ کی ذات خود ایک معجزہ تھی	208
تابوت سکینہ کا طالوت تک پہنچنا	196	چار مردہ پرندوں کی دوبارہ زندگی	209
طالوت کی سرکردگی میں جہاد	196	اللہ کا مردوں کو زندہ کرنے کی لاجواب پرویزی تاویل	210
طالوت کے لشکر کی تعداد	197	صدقہ کا اجر کیسے گھٹتا بڑھتا ہے؟	211
کامیابی کے لئے مادی وسائل کے ساتھ دعا بھی لازمی ہے	197	صدقہ کا اجر	211
سیدنا داؤد علیہ السلام کی ابتدائی زندگی	197	حرام مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا	211
ذکر داؤد علیہ السلام اور جالوت کو مار ڈالنا	198	احسان جتلانا کبیرہ گناہ ہے	211
ماضی کے حالات پر مطلع ہونا آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے	198	صدقہ ہر شخص کے لئے ضروری ہے	212
انبیاء کی ایک دوسرے پر فضیلت	199	صدقہ سے متعلق احادیث	212
مشیت الٰہی اور لوگوں کے لڑائی جھگڑے	199	افضل صدقہ؟	212
افضل صدقہ	200	ریاکار کا انجام	213
فضائل آیۃ الکرسی	200	ربوۃ کا لغوی مفہوم	213
جھوٹا بھی کبھی سچی بات کہہ دیتا ہے	201	نیک اعمال کو برباد کر لینے والے کی مثال	214
الوہیت کی لازمی صفات اور سب معبودان باطل کا بطلان	201	ناقص مال کا صدقہ	214
سفارش کی کڑی شرائط	202	زمینی پیداوار کی زکوٰۃ کی فرضیت	215
آیۃ الکرسی معرفت الٰہی کا گنجینہ ہے	202	تجارتی اور صنعتی پیداوار پر زکوٰۃ کا وجوب	215
شفاعت کبریٰ	203	صنعتی اور تجارتی اموال پر زکوٰۃ کا وجوب	215
اللہ کے علم کی وسعت	204	تجارتی پیداوار پر زکوٰۃ کی تشخیص کے اصول	216
اسلام لانے میں جبر نہیں	204	مال مستفاد کی آمیزش	217
طاغوت کا مفہوم	205	جائیداد کی خرید و فروخت کا کاروبار	218
نمرود کی خدائی کس قسم کی تھی	206	صنعتی پیداوار پر زکوٰۃ	218
شرک کی قسمیں	206	صدقہ کے وقت ضرورتوں کا خیال شیطانی وسوسہ ہے	219
جمہوریت میں شرک کی کون سی قسم پائی جاتی ہے؟	206	حکمت کیا چیز ہے؟	219

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
درست نذر کو پورا کرنا ضروری ہے	220	نادان اور بے سمجھ کے حقوق کی حفاظت	235
خفیہ صدقہ کی فضیلت	220	شہادت کا نصاب	236
سات آدمی جنہیں قیامت کے دن سایہ نصیب ہوگا	220	عورت کی گواہی اور مساوات مرد و زن	236
صدقہ غیر مسلموں کو دینا درست ہے	221	مختلف مواقع پر عورت کی گواہی کی مختلف قدر و قیمت	237
سوال کرنے سے پرہیز	221	گواہوں پر سختی کی صورتیں	238
محنت کی عظمت اور آپ ﷺ کا انداز تربیت	222	رہن کی چار صورتیں	238
نیلامی کی مشروعیت	222	رہن کے احکام	239
محنت کی عظمت اور آپ ﷺ کا انداز تزکیہ نفس	222	دل ہی خیر و شر کا منبع ہے	239
سوال کرنا کیسے لوگوں کو جائز ہے؟	223	دل کے خیالات پر گرفت نہیں	240
حکیمؓ بن حزام کا سرکاری وظیفہ بھی قبول نہ کرنا	223	ایمان بالغیب کے چھ اجزاء	240
تجارتی سود بھی حرام ہے	224	سابقہ کتابوں پر اجمالی ایمان کا مطلب	241
باہمی رضامندی کی شرط صرف جائز معاملات میں ہے	225	رسولوں میں تفریق کرنے کا مطلب	241
سود اور تجارت کا فرق	226	انبیاء کی ایک دوسرے پر فضیلت کس لحاظ سے	241
سود سے قومی معیشت کی تباہی	226	جزاء و سزا کا کلیہ	242
سود کے متعلق ایسی سخت وعید کیوں ہے؟	228	خطاء و نسیان کی معافی کا اعلان	242
موجودہ دور میں سود کی مختلف شکلیں	229	سابقہ شریعتوں کے سخت احکام	242
بنکوں کے مختلف قسم کے کھاتے	229	سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات کی فضیلت	243
پراویڈنٹ فنڈ کا مسئلہ	230	**سورۃ آل عمران**	
بنکوں کے شراکتی کھاتے	230	فضیلت آل عمران	244
بیع عینہ کیا ہے؟	231	اللہ کی لازمی صفات	244
بیمہ کا کاروبار	231	قرآن فرقان کیسے ہے۔	244
انعامی بانڈز	232	تخلیق انسان میں اللہ کی قدرت کاملہ	245
قسطوں پر اشیاء کا کاروبار	232	محکمات کیا ہیں اور متشابہات کیا؟	246
سود کی حرمت میں تدریج	233	متشابہات کے پیچھے پڑنے والے	246
سود ایک فوجداری جرم	234	کافروں کے حق میں پیش گوئی	248
قرضہ میں مہلت یا معافی کی فضیلت	234	یہودیوں کا انجام	248
دیوالیہ کے احکام	235	کافروں کو مسلمانوں کی تعداد دوگنا نظر آنا	249
معاہدات کی تحریر مستحب ہے واجب نہیں	235	جنگ بدر کا ابتدائی منظر اور عریش	249

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
میدان بدر میں تائید الٰہی کی صورتیں	250	فرشتوں کا سیدہ مریمؑ سے دوسرا مکالمہ	264
دنیا کے حصول میں بھی فکر آخرت ہی اصل کامیابی ہے۔	250	سیدنا عیسیٰؑ کے اوصاف وخصائل	264
جنت میں پاکباز بیویوں کی زوجیت	251	سیدنا عیسیٰؑ کی پیدائش سے متعلق مختلف نظریات	265
اللہ کی دائمی رضامندی	251	سیدنا عیسیٰؑ کا حافظہ اور تفقہ	266
پرہیزگاروں کی صفات	251	یہود کا سیدہ مریمؑ اور زکریاؑ پر الزام	266
دین کیا ہے؟	252	معجزات عیسیٰ علیہ السلام	267
فرقہ پرستی کی وجوہ	253	سیدنا یحییٰؑ کا قتل اور عیسیٰ کا ارادہ قتل	268
حب جاہ ومال اور ذاتی مفادات	253	سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری	269
یہود اور قتل انبیاء	253	سیدنا عیسیٰ کو سولی کی سزا دلوانے میں علمائے یہود کا کردار	269
علماء یہود کا کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ سے گریز کرنا	254	مصلوب کون تھا؟	270
یہود کا نجات اخروی کے لیے صرف خواہشات پر انحصار		سیدنا عیسیٰ کے مصلوب ہونے سے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ	270
اور سستی نجات کے عقیدے	255	انجیل برنباس کا تعارف	270
قانون جزاء وسزا	256	نزول مسیح	270
یہود کی مسلمانوں پر ایک طنز کا جواب	256	یہود ونصاریٰ دونوں کے سیدنا عیسیٰؑ پر الزام	271
کافروں سے دوستی میں استثناء کی صورتیں	256	مسیح کی پیدائش فطری سمجھنے والوں سے چند سوالات	272
نیکی کرنے کی نسبت برے کاموں سے بچنا زیادہ ضروری ہے	257	رفع عیسیٰؑ پر دلائل	272
اتباع سنت کی اہمیت اور بدعت کا رد	258	معجزات سے انکار کی وجہ؟	273
سنت کے منکر کافر ہیں	258	وفد نجران اور الوہیت مسیح	273
ضابطۂ نبوت	259	عیسیٰؑ اور آدم کی مثلیت	274
عقیدہ الوہیت مسیح کا رد	259	اہل نجران کا جزیہ قبول کرنا اور مباہلہ سے فرار	274
سیدہ مریمؑ نے کیا نذر مانی تھی؟	260	عبیدہ بن جراحؓ امین الامت	275
سیدہ مریمؑ اور اللہ کا رزق	260	ہرقل اور ابوسفیان کا مکالمہ	276
سرسید احمد خان کا نظریہ معجزات	261	سیدنا ابراہیمؑ کا یہودی یا عیسائی ہونا	276
فرشتوں کی سیدنا زکریا سے ہمکلامی اور بیٹے کی بشارت	262	یہود کی معاندانہ سرگرمیاں	277
سیدنا یحییٰؑ کے خصائل	262	یہود کی تیسری چال، ایمان لاکر مرتد ہو جانا	278
فرشتوں کی سیدہ مریمؑ سے ہم کلامی	263	اسلام کی راہ روکنے کے لیے یہود کی چالیں	278
گزشتہ حالات بتلانے سے آپ کی نبوت پر دلیل	263	یہودیوں کا غیر اسرائیلیوں کا مال جائز سمجھنا	279
سیدنا زکریا کیسے کفیل مریمؑ بنے؟	263	یہود میں اہل تقویٰ لوگ	280

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
جھوٹی قسم سے مال بٹورنا	280	فرقہ بازی کفر ہے	295
یہود کی حرام خوری کی صورتیں	280	ظلم کا مفہوم	296
علماء کا لب ولہجہ سے عوام کو فریب دینا اور خطیبوں کی چالبازیاں	281	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت	296
کسی مخلوق کو خدائی کے مقام تک لے جانے والا کلام		امت مسلمہ کی فضیلت	297
کبھی پیغمبر کا نہیں ہوسکتا	282	یہود کا انجام	297
نبی کا اپنی پرستش کے لیے کہنا ناممکن ہے	282	موجودہ اسرائیلی حکومت کی بنیاد	298
علماء کو رب بنانے کا مطلب	282	اہل کتاب میں منصف مزاج آدمی	298
انبیاء سے لیا ہوا عہد ان کی امت پر لاگو ہوتا ہے	283	عبداللہ بن سلامؓ کا تعارف اور اسلام لانا	299
آپ کے خاتم النبیینؐ ہونے کی دلیل	283	نجاشی شاہ حبشہ کا کردار اور اس کا اسلام لانا	299
بائبل کیوں ناقابل اعتبار ہے؟	283	اسلام لانے سے سابقہ گناہ معاف مگر نیک کاموں کا اجر ملے گا	299
اللہ کا دین کیا ہے؟	284	یہ دنیا دارالعمل ہے اور آخرت دارالجزاء ہے	299
اہل کتاب کا اندھا تعصب	285	کافروں کے نیک اعمال بھی برباد کیوں ہوتے ہیں۔	300
توبہ قبول ہونے کی شرائط	286	یہود مدینہ سے دوستی کی ممانعت	300
آخرت میں زرفدیہ	286	کفار سے دوستی کی ممانعت	300
پسندیدہ مال خرچ کرنے کی فضیلت	288	غزوۂ اُحد کا پس منظر اور اسباب	302
یہود پر حرام شدہ اشیاء	288	غزوۂ اُحد سے متعلق مشورہ	303
ملت اور شریعت	289	عبداللہ بن ابی کا کردار	303
قبلہ اول کعبہ ہی ہے	289	کیا غزوہ احد میں فرشتے نازل ہوئے تھے؟	304
آب زمزم اور چاہ زمزم کی صفات	290	معتزلہ کا میدانِ بدر میں بھی نزول ملائکہ سے انکار اور	
بیت اللہ کی برکات، معجزات اور حرم مکہ کی صفات	290	انکی تاویلات	305
فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت کا خاتمہ	290	غزوہ بدر میں مسلمانوں کی چار طرح سے مدد الٰہی	305
حج کی فرضیت اور شرائط	291	کیا اُحد میں فرشتوں کا نزول ہوا تھا؟	306
یہود کا دوسروں کو بہکانا	292	آپ ﷺ کی زخمی کرنے والوں کے لیے بددعا	306
یہود کا مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی کوشش کرنا	292	سود کی حرمت میں تدریج	306
فرقہ بازی کی ممانعت	293	سید الاستغفار	307
صحابہ کی باہمی الفت ومحبت اور اتفاق کی برکت	293	جنت کی قدر و قیمت	307
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ	294	سود اور صدقہ کے تقابلی نتائج	308
ہر گمراہ فرقہ کی بنیاد کوئی بدعی عقیدہ ہوتا ہے اور ناجی فرقہ	295	غصہ پی جانا اور معاف کرنا الگ الگ صفات ہیں	308

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
توبہ کی اہم شرائط	308	آپ ﷺ کا غلطی کرنے والوں کو معاف کرنے کی تلقین	322
توبہ کی فضیلت	309	مشورہ کا مقصد	322
تذکیر بایام اللہ	309	بدظنی سے اجتناب نہایت ضروری ہے	323
مختلف تہذیبوں اور قوموں کا عروج وزوال کیسے ہوتا ہے؟	310	خارجیوں کی علامات	324
غزوۂ احد میں وقتی شکست کی حکمتیں	311	غل کے مختلف معنی	324
جہاد کے ذریعہ امتحان	311	مشترکہ مال سے خیانت یا چوری اور مدعم خادم رسول کا قصہ	324
خباب بن ارتؓ اور مشرکین مکہ کی سزائیں	311	وحی کی ضرورت اور من کا لغوی مفہوم	325
موت اور دشمن سے مڈبھیڑ کی آرزو نہ کرو	312	رسول بشر کیوں ہوتا ہے؟	325
میدان احد کے معرکہ کے حالات	312	انبیاء کی بعثت کے مقاصد	326
عارضی شکست کا سبب اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کی افواہ		رسول ﷺ کی چار ذمہ داریاں	326
پر مسلمانوں کی بے قراری	313	اہل قرآن اور منکرین حدیث کا ردّ	326
آپ ﷺ کی وفات پر سیدنا ابوبکرؓ کا خطبہ	313	احد میں شکست کے اسباب	327
تاویل کا مفہوم	313	منافقوں کا عذر لنگ	327
سیدنا ابوبکرؓ کا مرتدین سے جہاد	314	شہداء کی زندگی اور موت کے مراحل	329
موت کا میدان جنگ سے تعلق حتمی نہیں اور یہی مومن		ابوسفیان کا اپنے چیلنج سے فرار	330
کی دلیری کی وجہ ہے	314	غزوۂ سویق اور ابوسفیان کا فرار	330
معبد خزاعی کا کردار	316	غزوۂ سویق کے نتائج	331
مومن دلیر کیوں ہوتا ہے؟	316	انبیاء کو غیب کا علم اتنا ہی ہوتا ہے جتنا اللہ عطا کرے	332
شکست کی وجہ	317	زکوٰۃ نہ دینے کے گناہ کی وعید	333
خاتمہ جنگ کے بعد ابوسفیان کا نعرہ اور سوال وجواب	317	ہر چیز اللہ کی میراث ہے	333
آپ ﷺ کے زخموں کا علاج	317	اللہ کو بخیل ہونے کا طعنہ دینا اور یہود کی اللہ سے بدتمیزی	334
بالآخر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا	318	یہود کا آتشیں قربانی والا عذر	334
احد کے دن مسلمانوں کو کیا کیا غم پہنچے؟	318	اخروی کامیابی کا معیار	335
خوشی وغمی میں اعتدال کی روش	318	دنیا کس لحاظ سے دھوکے کا سامان ہے؟	335
کمزور ایمان والوں اور منافقوں کا حال	319	دنیا دارالامتحان ہے اور اس کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے	336
احد میں آپ ﷺ کے گرد جمع ہونے والے صحابہ	320	ابتلاء کے فوائد	336
سیدنا سعدؓ اور طلحہؓ کی فضیلت	320	یہود کی حرام خوری اور عہد شکنی	336
موت کے وقت خالد بن ولیدؓ کے حسرت بھرے کلمات	321	یہود کا ناکردہ کاموں پر اپنی تعریف چاہنا	337

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
آخرت اللہ کے عدل کا تقاضا ہے	338
کائنات اور دہریت	339
کائنات کی ہر چیز انسان کی خادم ہے	339
انسان کی تخلیق کا مقصد	340
کائنات کے معمہ کا حل اور اس میں انسان کا مقام	340
جزائے اعمال کے لحاظ سے مرد عورت میں کوئی فرق نہیں	341
کافر اور مسلمان کی زندگی کا تقابل	342
دوہرے اجر و ثواب کے مستحق کون کون؟	342
چوکی پہرہ کی فضیلت اور فوجی چھاؤنیاں	343
سورۃ النساء	
صلہ رحمی کی تاکید اور فضیلت	344
فراخی رزق کا نسخہ	344
یتیم کی سرپرستی اور خیر خواہی	345
یتیم لڑکیوں سے ناانصافی	346
چار تک بیویوں سے نکاح کی اجازت	346
چار سے زیادہ بیویاں	347
نظریہ یک زوجگی کی دلیل اور اس کا رد	347
نکاح ثانی کے لئے پہلی بیوی سے اجازت لینے کا قانون	349
ایک عورت اور چار شوہر	349
رہبانیت کے نتائج	350
کیا جنسی آوارگی ایک لابدی ضرورت ہے؟	351
اعتدال کا راستہ	351
حق مہر کا تعین	352
حق مہر کے بارے میں افراط و تفریط	353
نادان کے حقوق ملکیت کی حد	354
نادان کو مال کی واپسی کی شرائط	355
یتیم کے ولی کا حق الخدمت	356
عورتوں اور بچوں کا میراث میں حصہ	356

مضامین	صفحہ نمبر
میراث میں بیوی بچوں کا حصہ	357
یتیم کا مال کھانا کبیرہ گناہ ہے	357
وصیت اور وراثت کے احکام	358
وصیت کی آخری حد ایک تہائی مال تک ہے	358
قرآن میں مذکور وراثت کے حصے	362
آپ ﷺ کی وراثت	362
آپ ﷺ کی وراثت کے تین مدعی	363
فی الحقیقت رسول ﷺ کا مال صدقہ ہی تھا	364
کلالہ کی میراث	366
وصیت کے ذریعہ نقصان پہنچانے کی صورتیں	366
سنت سے میراث کے حصے	367
وارثوں کی اقسام	367
عرب میں رائج وراثت کے تین طریقے	368
احکام کے مطابق تقسیم نہ کرنے والے	370
یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ	370
وراثت صرف اسے ملتی ہے جو میت کی وفات کے وقت موجود ہو	371
الاقرب فالاقرب کا اصول	371
قائم مقامی کا مسئلہ	371
زنا کی سزا	372
سزائے رجم	373
توبہ کس کی قبول ہے اور کس کی نہیں؟	373
جاہلیت میں عورت ترکہ کا مال تھا	374
بیویوں سے حسن معاشرت	375
طلاق دیتے وقت عورت سے مال ہتھیانے کی کوشش	376
سوتیلی ماؤں سے نکاح	376
رضاعت کے رشتے اور احکام رضاعت	376
سنت کی رو سے حرام رشتے	377
حرام رشتوں کی تفصیل	378

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
قیدی عورتوں اور لونڈیوں سے تمتع کی شرائط	379	تیمم اور غسل جنابت	408
نکاح کی شرائط	380	تیمم کا طریقہ	408
نکاح متعہ ایک اضطراری رخصت تھی	380	غسل کا طریقہ	408
سیدنا عمرؓ کا تعزیری حکم	382	دین میں تنگی نہیں	409
نصف رجم اور منکرین حدیث کا چکمہ	384	یہود کی شرارتیں	411
ایک اعتراض کا جواب	384	شرک ناقابل معافی جرم ہے	412
پہلی شریعتوں کا اتباع کیسے؟	385	سستی نجات کے عقیدے	413
معاشرتی اصلاحات پر مخالفین کا شور وغوغا	385	جبت اور طاغوت کے معنی	414
شرعی احکام میں انسانی کمزوریوں کا لحاظ	385	یہود کا مشرکوں کو مسلمانوں سے بہتر قرار دینا	414
باطل طریقے کون کون سے ہیں؟	386	یہود کا بخل اور تنگ نظری	414
خودکشی کی حرمت	393	اسلامی حکومت کے چار اصول	417
کبیرہ گناہ کون کون سے ہوتے ہیں	393	جمہوریت خلافت کی عین ضد ہے	417
حسد کی بجائے اللہ کا فضل طلب کرنا چاہیے	395	اطاعت امیر کی اہمیت اور حدود	418
اجر وثواب میں مرد وعورت برابر ہیں	395	امیر سے تنازعہ	419
مواخات اور میراث	396	سیاسی تنازعات اور ان کا حل	419
مرد قوام کس لحاظ سے ہیں؟	396	مذہبی تنازعات اور ان کا حل	420
اچھی بیوی کی صفات	397	فقہ یا قیاس دین کی بنیاد نہیں ہے	420
زوجین میں ثالثی فیصلہ	398	ہر قسم کے باطل نظاموں اور فرقوں کی بنیاد کوئی بدعی	
ہمسایہ سے بہتر سلوک	399	عقیدہ یا عمل ہوتا ہے	420
مسافروں سے بہتر سلوک	401	عام تنازعات	420
لونڈی غلاموں سے بہتر سلوک	402	منافقوں کا آپ ﷺ کے پاس فیصلہ لانے سے گریز	421
غلاموں کا وقار بلند کرنے کے اقدامات	403	سیدنا عمرؓ کا منافق کے حق میں فیصلہ	421
اسلام میں داخل ہونے کے لیے شہادتیں	403	اختلافات کے خاتمہ کا واحد حل رسول اللہ ﷺ کی	
بخل کی مذمت	405	اتباع کا وجوب	423
ریاکاری کی وجہ	405	منعم علیہم کون کون ہیں۔	424
آخرت کے منکر خسارہ میں ہیں	406	آپ ﷺ کی رفاقت کیسے؟	424
سابقہ امتوں پر آپ ﷺ کی گواہی	406	جنگ احد کے بعد مسلمانوں کی حالت اور احکام	425
حرمت شراب کے احکام میں تدریج	407	جہاد کی ترغیب اہمیت اور فوائد	426

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
ہجرت نہ کر سکنے والے	427
وقتی اور سیاسی اتحاد شیطانی اتحاد ہے جس کی بنیاد کمزور ہوتی ہے	427
مکہ میں جہاد پر بندش	428
کیا وحی ساری کی ساری قرآن میں محصور ہے؟	428
مکی دور میں ہاتھ نہ اٹھانے یا عدم تشدد کے فوائد	429
آغاز وحی کے وقت اسلام لانے والے	429
اولاد النبی ﷺ	429
السابقون الاولون	430
خفیہ تبلیغ کے تین سال	430
علی الاعلان تبلیغ اور اس کے اثرات	431
ابوجہل کے آل یاسر پر مظالم	431
امیہ بن خلف کے سیدنا بلال پر مظالم	431
سیدنا بلالؓ کے ذریعہ امیہ بن خلف کی دردناک موت	432
ابو فکیھہ پر امیہ کے مظالم	432
خباب بن ارت پر مظالم	432
کنیزوں پر مظالم	433
حضرت ابوبکرؓ پر مظالم	433
حضرت عمرؓ کا گھر میں محصور ہونا	433
دوسرے آزاد مسلمانوں پر کفار کے مظالم	434
حبشہ کی طرف ہجرت	434
مکی دور مسلمانوں کی تربیت کا دور تھا	434
موت اپنے وقت پر ہی آئے گی اور آ کے رہے گی	435
مصیبت کو رسول کی طرف منسوب کرنے والے	435
قرآن میں اختلاف نہ ہونا ہی منزل من اللہ ہونے پر دلیل ہے	437
قرآن میں اختلاف معلوم ہو تو اس کی وجہ نافہمی ہے	438
آسمان اور زمین کی تخلیق میں ترتیب	438
افواہوں کی تحقیق کا حکم	439
سفارش کرنے والے کا اجر	440

مضامین	صفحہ نمبر
سلام کے آداب	440
منافقوں کے بارے میں دو گروہ	441
مدینہ کے آس پاس کے منافقین اور ان کی اقسام	442
کن لوگوں سے جنگ جائز نہیں	442
بدترین منافق	443
قتل خطا کی صورتیں اور کفارہ	443
قتل ناحق اور قتل عمد	445
جنگ کے دوران قتل خطا	445
جنگ کے دوران کلمہ اسلام کہنے والے کافر کا قتل جرم عظیم ہے	446
قتل کی پانچ اقسام	447
قتل اور دوسرے جرائم کی تحقیق ضروری ہے خواہ سفر ہو یا حضر	447
جہاد فرض عین نہیں	448
جہاد سے معذور لوگ	448
مجاہدین کے درجے	449
صوفیاء کا جہاد اصغر اور جہاد اکبر کا نظریہ	449
شیخ جنید کے مریدوں کا جہاد بالسیف	450
جہاد اکبر کے اس نظریہ کے اثرات	450
جنت میں داخلہ کے لیے جہاد شرط نہیں	451
ہجرت نہ کرنے والوں کے لیے وعید	451
ہجرت نہ کرنے کا نقصان	452
ہجرت نہ کر سکنے والے	452
دار الکفر میں رہنے کی رخصت کی شرائط	453
اللہ کا غفور رحیم ہونا	453
سفر میں قصر جمع اور سفر کی تعیین	454
نماز خوف کی مختلف صورتیں	455
نمازوں کے اوقات	456
گم شدہ سامان کی برآمدگی سے چوری ثابت نہیں ہوتی	458
اپنے گناہ دوسرے کے ذمہ لگانا اور بہتان تراشی	460

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
بہتان تراشی' کالی عورت اور کمر بند	460	ایمان اور کفر کی بار بار تبدیلی	474
آپ پر اللہ نے بہت بڑا فضل کیا تھا	461	کافروں سے دوستی منافق کی مثال اور کردار	474
مقدمہ میں چالاکی سے دوسرے کا مال ہتھیانا	461	منافقوں کی مفاد پرستی	475
کون سے خفیہ مشورے بہتر ہیں؟	462	منافق کی نماز اور ان کا کردار	476
لوگوں میں اصلاح کے لیے اپنی طرف سے کوئی اچھی		منافقوں سے دوستی کی ممانعت	477
بات کہہ دینا جھوٹ نہیں	462	منافقوں کی علامات	477
رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی مختلف صورتیں	462	شکر کی تعریف اور اس کے درجات	478
اجماع صحابہ حجت ہے	463	مظلوم کس کس سے شکوہ کر سکتا ہے؟	479
کیسے گناہوں کی معافی کی توقع ہو سکتی ہے؟	463	عفو و درگزر	479
مشرکوں میں شرک کی جملہ اقسام پائی جاتی ہیں	464	پردہ پوشی بہت بڑی نیکی ہے	479
ابلیس کا انسانوں کو گمراہ کرنے کا دعویٰ	464	سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والا شخص	
شیطانی فریب کی صورتیں	464	اور اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی	480
شکل و صورت میں تبدیلی	465	اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کا مطلب	480
سستی نجات کا عقیدہ	466	رسولوں کی ایک دوسرے پر فضیلت	481
قانون جزا و سزا کی دفعات	466	یہود کا ایمان لانے کے لئے نوشتہ کا مطالبہ	481
دین ابراہیم کی صفات	467	مطالبہ دیدار الٰہی	
یتیم لڑکیوں سے ناانصافی	467	معجزات موسیٰ	482
زوجین کا باہمی سمجھوتہ	468	گئوسالہ پرستی	482
کسی ایک بیوی کی طرف میلان طبع کی وجوہ	469	قوم موسیٰ کی نافرمانیاں	482
بیویوں کے درمیان عدل کی حقیقت	469	دلوں کا پردہ میں محفوظ ہونا	483
نظریہ یک زوجگی کا رد	470	یہود کی الزام تراشیاں	483
اللہ کی بے نیازی	470	نزول مسیح اور فتنۂ دجال	484
شرعی احکام انسانوں کی مصالح پر مبنی ہیں	471	اہل کتاب کا حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانا	485
دنیا و آخرت دونوں کا مطالبہ کیوں؟	472	نزول عیسیٰؑ کے منکرین کی تاویل	485
انصاف کی گواہی کا تاکیدی حکم	472	گمراہ کن نظاموں کے موجد یہودی ہیں	485
گواہی میں ہیرا پھیری کی صورتیں	472	ذلت اور مسکنت	486
ایمان کے درجات	473	دوہرا اجر پانے والے	486
کفر کے درجے	473	وحی کے مختلف طریقے	487

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
کائنات میں انسان کی حیثیت اور اللہ کی طرف سے اتمام حجت	488
قرآن علم الٰہی کا خزانہ ہے	488
یہود کا تحریف شدہ تورات پر اور اپنے اہل علم ہونے کا ناز	489
غلو کیا ہے؟	490
الوہیت مسیح کا عقیدہ	490
عقیدہ تثلیث کی پیچیدگی	491
صفات الٰہی میں موشگافیاں	491
الوہیت مسیح کی تردید	492
تکبر کا انجام	492
قرآن برہان کیوں ہے؟	493
کلالہ کی میراث کی تقسیم	493
سورۃ المائدۃ	
ایفائے عہد	495
حلال اور حرام جانور	495
احرام کیا ہے؟	495
محرم کو شکار کی ممانعت	495
حلت وحرمت کے اختیارات	496
شعائر کا مفہوم	496
حرمت کے مہینے	497
اللہ کے شعائر	497
قربانی کے جانور پر سواری کی اجازت	498
حرب فجار اور حلف الفضول میں آپ کی شمولیت	498
حلت وحرمت کی علت	499
شکار کے احکام	499
آستانے کی تعریف اور ان پر قربانی کے احکام	500
عرب میں فال گیری کا رواج	500
تکمیل دین کا مطلب	501
اسلام بہت بڑی نعمت ہے	501
تکمیل دین کا دن	501
ہر چیز کی اصل اباحت ہے	502
شکار کے متعلق احکام	502

مضامین	صفحہ نمبر
اہل کتاب کا کھانا کن شرائط کے تحت حلال ہے؟	503
کتابیہ عورت سے نکاح	503
وضو سے متعلقہ احکام	504
دین میں آسانی	507
اتمام نعمت کیا ہے؟	507
بیعت عقبہ کا عہد	507
دشمن قوم پر بھی گواہی میں انصاف	511
حدیبیہ کے دن جنگ روکنا اللہ کا احسان تھا	513
بنی اسرائیل کے بارہ نقیب اور ان کی ذمہ داریاں	513
سیدھی راہ اور اس کی صفات	514
بنی اسرائیل کی اپنے عہد کی ایک ایک شق کی خلاف ورزی	514
یہود کا آیات اللہ کو چھپانا	516
قرآن میں نور کا لفظ کتب سماویہ کے لئے آیا ہے	516
نور وبشر کی بحث	517
اکابر بریلوی علماء کی شہادت	517
لفظی تحریف	517
آپ کس قسم کے نور تھے؟	517
آپ کو نور ثابت کرنے کیلئے موضوع احادیث کا سہارا	518
صحیح احادیث سے موضوعات کا رد	519
آپ کو نور ثابت کرنے کی ضرورت اور فوائد	521
قرآن سے گمراہی کیسے؟	521
نصاریٰ کا قول کہ عیسیٰ ہی عین اللہ ہے اور اس کا رد	521
یہود ونصاریٰ کا یہ قول کہ ہم اللہ کے بیٹے اور چہیتے ہیں	522
قیامت کے دن حسب ونسب کچھ کام نہ آئے گا	522
اہل کتاب کو نبی آخر الزمان کا انتظار	523
بنی اسرائیل کے انبیاء جو بادشاہ بھی تھے	524
فلسطین کا حال معلوم کرنے والا وفد	524
وفد کی رپورٹ اور جہاد سے انکار	525
بنی اسرائیل کا موسیٰ کو جہاد کرنے سے جواب دینا	525
وعدہ میں چالیس سال کی تاخیر بطور علاج	526
قصہ ہابیل وقابیل	527
دنیا میں پہلا قتل اور وہ بھی ناحق	528
جن صورتوں میں قتل جائز ہے	528

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
قتل ناحق کے گناہ کا حصہ آدم کے پہلے بیٹے پر	529
اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کی صورتیں اور سزائیں	530
قصہ عکل وعرینہ	530
اسلام اور توبہ سے سابقہ گناہوں کی معافی	531
وسیلہ کی تعریف اور اس کی تلاش	531
اصل وسیلہ اللہ کی راہ میں جہاد ہے	532
منکرات کے خلاف جہاد	532
چوری کی تعریف اور چور پر حد	533
کیا اسلامی سزائیں غیر انسانی ہیں؟	535
کفار اور منافقوں کی معاندانہ سرگرمیوں سے آپ کی دل گرفتگی	535
زانی جوڑے کی سزا	536
یہودی نہ تورات کے متبع تھے نہ نبی کے	536
زانی یہودی اور یہودن کا مقدمہ	537
یہودی مذہب الہامی نہیں	538
سابقہ شریعتوں کے احکام شریعت محمدی میں	539
احکام قصاص	540
قصاص میں یہودی قبائل کا ایک دوسرے پر برتری کا تصور	540
نئی الہامی کتاب کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟	541
انبیاء علاتی بھائی ہیں	541
اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والے کون؟	541
قرآن سابقہ کتب پر مہیمن کیسے؟	542
شریعتوں کا فرق	542
عقل صحیح کا تقاضا اور دنیا میں امتحان	543
حق کیلئے بہت بڑے فائدے سے دستبردار ہونا	543
اسلام اور جاہلیت کا تقابل	544
یہود ونصاریٰ سے دوستی کی ممانعت	544
منافقوں کی یہود ونصاریٰ سے خفیہ ساز باز کی وجہ	545
فتح مکہ پر قبائل عرب کی نظریں	545
اسلام کے غلبہ کا منافقوں پر اثر	546
مرتدین کے متعلق پیشین گوئی	546
سب سے پہلے مرتدین۔ مسیلمہ کذاب اور اس کی امت	547
دوسرا مدعی نبوت اسود عنسی	547
عہد صدیقی میں مرتد ہونے والے قبائل	548
لشکر اسامہ کی روانگی	548
مانعین زکوۃ سے جہاد	548
شیعہ حضرات کا نظریہ ارتداد اور اس کا رد	549
ارتداد کے فتنہ کو کچلنے والے	550
غلبہ صرف سچے مومنوں کو ہوگا	550
کافروں، منافقوں اور اہل کتاب سب سے دوستی کی ممانعت	551
اذان کا تمسخر اڑانے والے اور ابو محذورہ	551
چاہئے تو یہ تھا کہ یہود ونصاریٰ مسلمانوں سے محبت رکھتے	552
یہود جو بندر اور سور بنائے گئے	552
یہود کا اللہ کو بخیل ہونے کا طعنہ دینا	553
قرآن سے گمراہ کون ہوتے ہیں	554
شماس یہودی کا فتنہ جنگ بھڑکانا	554
یہود کی فتنہ انگیزی زہریلی بکری سے دعوت	554
یہود کا قتل ناحق اور قسامت	555
اچھے اور برے اعمال کے اثرات دل پر اور فضاؤں میں	555
تبلیغ رسالت کا فریضہ	556
وعظ کے آداب	557
نبی اور رسول میں فرق	558
آپ ﷺ کی جان بچانے والے کی شہادت	558
ابوجہل کا ارادہ قتل	559
عقبہ بن ابی معیط کا ارادہ قتل	559
سیدنا عمرؓ کا اسلام لانے سے قبل آپ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ	559
قتل کے ارادہ سے ابوطالب سے سودا بازی	560
وہ مشورہ قتل جو آپ ﷺ کی ہجرت کا سبب بنا	560
ہجرت کے بعد آپ ﷺ کی گرفتاری یا قتل پر سو اونٹ انعام کی پیش کش	561
عمیر بن وہب جمحی کا ارادہ قتل ۲ھ	561
یہود کا منصوبہ قتل ۴ھ	562
ثمامہ بن اثال کا ارادہ قتل	562
زہر آلود بکری کے گوشت سے آپ ﷺ کے قتل کی یہودی سازش	563
خسرو پرویز شاہ ایران کا ارادہ قتل ۷ھ	564
جادو کے ذریعہ آپ ﷺ کو ہلاک کرنے کی یہودی سازش	564
دشمن قبیلہ کے ایک بدوی کا ارادہ قتل	564

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
فضالہ بن عمیر کی ارادہ قتل ۸ھ	565
منافقوں کی آپ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش	565
عامر بن طفیل اور اربد کی سازش قتل ۱۰ ہجری	565
دور نبوی میں رائج ادیان کا مختصر تعارف	566
اخروی نجات کے حقدار کون؟	567
بخت نصر کے بعد سیدنا زکریا و یحییٰ کو قتل کروانا	567
الوہیت مسیح اور سیدنا عیسیٰ کی تعلیم	568
عقیدہ تثلیث اور اس کا رد	568
عیسیٰ کی الوہیت کی تردید میں دلائل	569
مسیح اور والدہ مسیح کی الوہیت کے رد میں چار دلائل عقلی	569
فلسفہ گمراہی؟	570
بندر اور خنزیر والے کون لوگ تھے؟	570
برائی سے منع نہ کرنے والوں پر لعنت	571
برائی سے منع نہ کرنے والوں کی مثال	571
یہود کی مشرکوں سے دوستی	571
یہود و نصاریٰ کے کردار کا تقابل	572
ہجرت حبشہ اور نجاشی کا کردار	573
نجاشی کا غائبانہ نماز جنازہ	573
حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانے والے گروہ اور اس کی صورتیں	574
قسموں کی قسمیں	576
قسمیں اور ان کا کفارہ	576
کفارے میں قدر مشترک، غلام کی آزادی	576
حرمت شراب میں تدریج	577
حرمت شراب کے وقت کا منظر	577
حرمت شراب سے متعلقہ مسائل	577
جوئے کی اقسام	580
بت اور آستانے	580
شراب اور جوا باہمی عداوت کا سبب کیسے بنتے ہیں؟	580
ایمان کے مختلف درجے	582
محرم پر شکار کی پابندی	582
شکار کرنے کا کفارہ	583
ہر طرح کا سمندری جانور حلال ہے	584
سمندری دہیل مچھلی اور غزوہ سیف البحر	584
کعبہ کا وجود لوگوں کے قیام کا ذریعہ کیسے ہے؟	585
شرعی احکام لوگوں کے مصالح پر مبنی ہیں	585
خبیث اور طیب کے مختلف معانی	586
کثرت سوال کی ممانعت	587
شریعت کے اجمالی حکم کی جزئیات کا قیاس نہ کیا جائے	587
بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام کی رسوم	588
تقلید آبا کی مذمت	588
سب سے پہلے اپنی اصلاح ضروری ہے	589
چوری کے پیالہ کا مقدمہ	590
جھوٹی شہادت کبیرہ گناہ ہے	591
روز قیامت پیغمبروں سے سوال	591
اللہ تعالیٰ کے سیدنا عیسیٰ اور ان کی والدہ پر احسانات	593
معجزات عیسیٰ	593
حواری کون تھے؟	593
عیسائیوں کے مختلف نام	593
حواریوں کا خوان نعمت کا مطالبہ	594
عیسوی عقائد مابعد کی پیداوار ہیں	594
مطالبہ کے معجزہ کے بعد نافرمانی پر عذاب لازم آتا ہے	594
خوان نعمت کا مطالبہ کرنے والوں کا انجام	595
سیدہ مریم کی خدائی کا آغاز کب ہوا؟	595
قیامت کے دن سیدنا عیسیٰ سے ان کی الوہیت کے متعلق تین سوال	596
انبیاء کو بھی غیب کا علم نہیں	596
قیامت کے دن انبیاء کی اپنی امت کے اعمال سے بے خبری	596
سب سے سچی بات کلمہ توحید ہے	597
سورۃ الانعام	
دلائل توحید	598
پہلی دلیل	598
دوسری دلیل	598
اللہ کا ہر جگہ موجود ہونا؟	599
حق سے کیا مراد ہے؟	599
مسلمانوں کی کامیابی کی پیشین گوئی	599
قوموں کے عروج و زوال کی وجہ	600
کفار کے اعتراضات اور ان کے جوابات	600

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
پیغمبر کے فرشتہ ہونے پر اعتراضات	601
الٰہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت کسی کا محتاج نہ ہونا ہے!	602
اللہ کی شہادت سب سے بڑھ کر کیسے ہے؟	603
آپ ﷺ کی رسالت تا قیامت اور سب کے لئے ہے	603
اہل کتاب کا آپ کو پہچاننا	604
شرکیہ عقائد کی قسمیں	604
اللہ کی آیات کون کون سی ہیں	604
صفات کا سدہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں؟	605
حق ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے اور پرانا ہے لہٰذا محض پرانا ہونا غلط ہونے کی دلیل نہیں	606
تخلیق کائنات کے مختلف نظریے	607
اللہ تعالیٰ کی ہستی اور آخرت کے متعلق مختلف نظریات	607
دنیا کی زندگی کھیل تماشا کس لحاظ سے ہے	607
کفار مکہ آپ کی نہیں بلکہ آیات اللہ کی تکذیب کرتے تھے	607
حق کو غالب کرنے کے لئے اللہ کی سنت یا قوانین کیا ہیں؟	609
کفار کا حسی معجزہ کا مطالبہ اور آپ کی خواہش	609
جانوروں کا حشر	611
عکرمہ بن ابوجہل کا اسلام لانا	611
مصیبت میں صرف اللہ ہی کام آتا ہے	612
حق پرستی کا جذبہ انسان میں موجود ہے	612
دنیا میں عذاب سے متعلق قانون	612
آنکھ، کان اور دل اللہ کی آیات کیسے ہیں؟	613
نبوت اور ولایت کے لئے جہلاء کے معیار	614
ایک نبی اور عام آدمی میں فرق	615
قریشی سرداروں کا ناتواں صحابہ کو اپنے ہاں سے اٹھانے کا مطالبہ	615
قریشی سرداروں کی ناتواں صحابہ پر طعنہ زنی	616
ننانوے آدمیوں کا قاتل	617
مجرمین کی صفات	617
مجرموں کی خواہش کیا تھی؟	618
اگر تم سچے ہو تو ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟.....	618
غیب کی خبریں بتانے والے	619
اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت	619
لکھی ہوئی تقدیر	620

مضامین	صفحہ نمبر
روح کی قسمیں اور حشر ونشر پر دلیل	620
حفاظت کرنے والے اور اعمال لکھنے والے فرشتے	621
انسانی زندگی اور موت کے سب مراحل اضطراری ہیں	621
موت کے بعد کے احوال اور قبر میں سوال وجواب	621
عذاب کی قسمیں	623
حرب فجار اور حرب بعاث	623
سیدنا سعد بن معاذ کا عمرہ کے لئے آنا	623
امیہ بن خلف کے حق میں پیشین گوئی	624
کفار مکہ کی مجالس استہزاء میں بیٹھنے کی ممانعت اور استثنائی صورت	624
دین کو کھیل تماشا سمجھنے والے	624
آخروی عذاب سے نجات کی صورتیں	624
الٰہ محتاج نہیں ہو سکتا	625
مشرکوں کی اپنے ساتھیوں کو دعوت	625
تخلیق کائنات کا مقصد	626
نفخہ صور دو بار ہوگا اور عجب الذنب	627
معبود حقیقی کی چند صفات	627
انبیاء کے والدین کو شرک سے بری ثابت کرنے کا نظریہ	627
سیدنا ابراہیم کا کائناتی مطالعہ	628
نجوم پرست قوم کی مخالفت	629
معبودوں کی طرف سے سزا کی دھمکی	629
ظلم سے مراد شرک	630
منکرین حدیث اور اہل قرآن کا رد	630
سیدنا ابراہیم نے مشرکوں کو کیا دلیل دی تھی؟	630
شرک کو ختم کرنا سب سے بڑا جہاد ہے	631
یہود کے انبیاء پر اتہامات	636
انبیاء کو تین چیزیں عطا کی جاتی ہیں	637
سابقہ شریعتوں کا اتباع کس صورت میں.....	638
قرآن کا نزول بشر پر؟	638
بشر اور رسول کی بحثیں فضول ہیں!	639
دور نبوی میں تورات کی صورت	639
قرآن کے اللہ کا کلام ہونے پر چار دلائل	640
سب سے زیادہ ظالم کون لوگ ہیں؟	640
مرنے کے بعد انسان کی بے بسی	641

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
نباتات کی روئیدگی میں اللہ کی قدرتیں	642
اخروی زندگی پر دلیل	642
وجود باری تعالیٰ پر دلائل	643
اللہ کی اولاد کا عقیدہ	644
کیا اس دنیا میں دیدار الٰہی ممکن ہے؟	645
قرآن آپ نے کس سے سیکھا؟	646
کسی بڑے فتنہ سے بچنے کے لئے کوئی اچھا کام چھوڑ دینا یا چھوٹا فتنہ گوارا کر لینا	646
جمہوری نظام پر تبصرہ اور ووٹ ڈالنے کی حیثیت	647
ہر فرقہ اپنے ہی عقائد و اعمال میں کیوں خوش رہتا ہے	647
کفار مکہ کا معجزہ کے مطالبہ کا جواب	648
کافروں کی گمراہ کن تدبیریں اور پروپیگنڈے	649
اہل کتاب کی تالیف؟	650
قرآن کی تمام خبریں سچی اور احکام معتدل ہیں	650
اکثریت کا مذہب محض تقلید اور وہم و قیاس پر ہے	651
حلال جانور کو کھانے کی شرائط	652
ایمان لانے کے بعد وحی کی اتباع ضروری ہے خواہ اس حکم کی سمجھ آئے یا نہ آئے۔	652
ذبح پر مشرکوں کا اعتراض اور مردار کھا لینا	652
ظاہری گناہ کیا ہیں اور باطنی کیا؟	653
حلت و حرمت کا اختیار صرف اللہ کو ہے	653
ایک کافر اور ایماندار کی مثال	654
کفار کے مکر انہی پر الٹ پڑتے ہیں	654
رسالت وہبی چیز ہے اور کفار کا مطالبہ رسالت	655
انشراح صدر کیا ہے؟	655
جنوں کا انسانوں کے سر چڑھنا	656
جنوں اور انسانوں کا ایک دوسرے سے فائدہ اٹھانا	656
سلسلہ نبوت اب صرف انسانوں میں ہے	658
تم پر اللہ کی مہربانی ہے کہ وہ تم سے دین کی خدمت لے رہا ہے	658
صدقہ و خیرات میں مشرکوں کی ناانصافیاں	659
قتل اولاد کی تین وجوہ	660
مبتدعین بھی دراصل اللہ کے شریک ہوتے ہیں	661

مضامین	صفحہ نمبر
مشرکین مکہ کی بعض اچھی صفات	661
مشرکین مکہ میں آخرت کے انکار کا عقیدہ کب رائج ہوا؟	662
مشرکوں کی اپنی وضع کردہ شریعت	662
زکوۃ اللہ کا بندوں پر حق ہے	664
پیداوار کی زکوۃ کے متعلق مسائل اور احادیث	664
اسراف کی صورتیں	665
مشرکین کے حلت و حرمت کے عقائد کی عقلی و نقلی تردید	666
بنیادی طور پر کون کون سی اشیاء حرام ہیں	666
بنی اسرائیل پر حرام کردہ اشیاء	667
مشیت الٰہی اور رضائے الٰہی کا فرق	668
مشیت کو بہانہ بنانے والے	668
مشیت الٰہی کا بہانہ اس وقت نہیں ہے جب جرم اپنا ہو	669
یہود سے شہادت طلب کرنے کی وجہ	669
مشرکین مکہ میں شرک کی تمام قسمیں پائی جاتی تھیں	670
والدین سے بہتر سلوک	670
قتل اولاد	671
قتل اولاد اور مالتھس کا نظریہ آبادی	671
خاندانی منصوبہ بندی	672
فطرت کے خلاف جنگ کے نتائج	672
فواحش کون کون سی چیزیں ہیں؟	672
قتل بالحق کی صورتیں	673
یتیم کا مال کھانا	673
عدل و انصاف سے بات کہنا	674
سیدھی راہ اور غلط راہیں	675
آخرت پر ایمان رکھنے اور نہ رکھنے والے کی زندگی کا تقابل	675
قرآن تورات سے زیادہ برباکت کیسے ہے؟	676
قرآن کے نزول سے کفار مکہ پر اتمام حجت	676
سورج کا مغرب سے طلوع ہونا	677
تفرقہ بازی کی بنیاد حب جاہ و مال ہوتی ہے	677
نیکی کا بدلہ دس گنا	678
یہ ناممکن ہے کہ کرے کوئی بھرے کوئی!	679
انسان کا امتحان انہی چیزوں پر ہے جو اللہ نے اسے دے رکھی ہیں	680

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ ۷ آیاتھا رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

آیات ۷ سورۂ[1] فاتحہ مکی ہے (۵) رکوع ۱

(شروع) اللہ کے نام[2] سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔[3] ○

[۱] ❁ تلاوت سے پہلے تعوذ کا حکم:۔ قرآنِ کریم کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے ﴿أعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرّجيم﴾ ضرور پڑھ لینا چاہئے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے ﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾ (۹۸:۱۶) "جب آپ ﷺ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کیجئے"

اور یہ تو ظاہر ہے کہ پناہ کسی نقصان پہنچانے والی چیز یا دشمن سے درکار ہوتی ہے اور ایسی ہستی سے پناہ طلب کی جاتی ہے جو اس نقصان پہنچانے والے دشمن سے زیادہ طاقتور ہو۔ شیطان چونکہ غیر محسوس طور پر انسان کی فکر پر اثر انداز ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ دعا دراصل قرآن کی تلاوت کے دوران کج فکری سے بچنے اور قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کی دعا ہے۔ نیز یہ وہ دُعا ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو سکھائی اور اسے پڑھنے کا حکم دیا۔

(۱) ❁ فضائل سورہ فاتحہ:۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن جبرئیلؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے اپنے اُوپر ایک زوردار آواز سنی انہوں نے اپنا سر اٹھایا۔ پھر فرمایا: "یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا" پھر فرمایا: "یہ ایک فرشتہ ہے جو آج سے پہلے زمین پر کبھی نازل نہیں ہوا۔ پھر اس فرشتے نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور دو نوروں کی خوشخبری دی اور کہا: "یہ دو نور آپ ہی کو دیئے جا رہے ہیں۔ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔ ایک سورۂ فاتحہ اور دوسرا سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات۔ آپ ﷺ جب کبھی ان دونوں میں سے کوئی کلمہ تلاوت کریں گے تو آپ ﷺ کو طلب کردہ چیز ضرور عطا کی جائے گی" (صحیح مسلم۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب فضل الفاتحہ)

www.KitaboSunnat.com

(۲) ❁ سورہ فاتحہ کے مختلف نام:۔ سیدنا ابو سعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: "میں تجھے قرآن کی ایک ایسی سورت بتاؤں گا جو قرآن کی سب سورتوں سے بڑھ کر ہے اور وہ ہے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ وہی ﴿سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ﴾ اور قرآنِ عظیم ہے جو مجھے دیا گیا" (بخاری: کتاب التفسیر، سورۂ انفال: ۲۴ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا نیز تفسیر سورۂ فاتحہ)

(۳) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ الحمد ہی اُم القرآن، اُم الکتاب اور دہرائی ہوئی سات آیتیں ہیں۔ (ترمذی: ابواب التفسیر، تفسیر سورۂ محمد)

اس سورہ کا سب سے زیادہ مشہور نام الفاتحۃ ہے جس کے معنی ہیں کھولنے والی یعنی دیباچہ، مقدمہ یا پیش لفظ۔ اس کے متعلق علماء کی دو آراء ہیں: ایک یہ کہ یہ سورۃ ایک دعا ہے جو بندوں کو سکھائی گئی ہے کہ وہ اس انداز سے اللہ سے ہدایت طلب کیا کریں اور باقی سارا قرآن اس دعا کا جواب ہے۔ ان حضرات کی توجیہ یہ ہے کہ اس سورہ کا ایک نام سورۃ الدعاء بھی ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ یہ سورہ سارے مضامین قرآن کا اجمالی خلاصہ ہے۔ پھر اس سورہ کا خلاصہ ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ ہے۔ ہمارے نزدیک دوسری رائے ہی راجح ہے اور اس کی مندرجہ ذیل دو وجوہ ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ خود رسول اللہ ﷺ نے اس سورہ کو قرآن عظیم، اُمّ الکتاب اور اُمّ القرآن فرمایا ہے جس کا مفہوم یہی ہے کہ یہ سورہ سارے قرآن کا خلاصہ ہے۔

۲۔ اس سورہ کی آیات پر سرسری نظر ڈالنے سے ہی از خود یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس میں پورے قرآن کا خلاصہ یا اجمالی ذکر کیا گیا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ علمائے تفسیر نے قرآن کے مضامین کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے جو یہ ہیں:

(۱) تذکیر بالآء اللہ: یعنی اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا بیان جو انسانی زندگی اور اس کی بقاء کے لیے ضروری تھیں اور اس میں زمین، آسمان، چاند، سورج اور ہواؤں اور بادلوں وغیرہ کا ذکر سب کچھ آجاتا ہے۔

(۲) تذکیر بایام اللہ: یعنی مخلوق کے ساتھ واقعات اور حوادث کا بیان اس میں قصص الانبیاء اور نافرمانی کی بنا پر ہلاک شدہ قوموں کا ذکر شامل ہے۔

(۳) تذکیر بالموت وما بعدہ: یعنی موت کے بعد آخرت کے احوال۔ اس میں اللہ کے ہاں باز پرس اور جنت و دوزخ کے سب احوال شامل ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

(۴) علم الاحکام یعنی احکام شریعت: تذکیر بالآء اللہ، تذکیر بایام اللہ اور تذکیر بالموت، سب کا مقصد حقیقی یہی ہے کہ ان کے ذکر سے انسان کو برضاء و رغبت احکام شریعت کی بجا آوری پر آمادہ کیا جائے۔

(۵) علم المخاصمہ: یعنی گمراہ فرقوں کے عقائد باطلہ کا رد۔

اب دیکھئے اس سورہ کی پہلی تین آیات میں یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے لے کر دوسری بار الرحمٰن الرحیم تک اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عامہ اور رحمت کی وسعت کا ذکر ہے اور یہ تذکیر بالآء اللہ کے ذیل میں آتی ہیں اور چوتھی آیت ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ تذکیر بالموت کے ذیل میں۔ پانچویں آیت ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ علم الاحکام کا نچوڑ ہے۔ اور چھٹی آیت اللہ سے دعا اور تعلق باللہ پر مشتمل ہے اور یہ علم الاحکام ہی کے ذیل میں آتی ہے۔ اور ساتویں آیت میں تذکیر بایام اللہ بھی ہے اور علم المخاصمہ بھی۔ اس لحاظ سے یہ سورہ فی الواقع قرآن کی اجمالی فہرست ہے اور اس ساری سورہ کا خلاصہ ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ ہے۔ یعنی انسان صرف ایک اللہ کی عبادت کرے جس میں کسی قسم کے شرک کا شائبہ تک نہ ہو۔

اس سورہ کا نام الشفاء اور الرقیہ بھی ہے اور ان ناموں کی وجہ تسمیہ درج ذیل حدیث ہے:

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے کئی اصحاب عرب کے ایک قبیلہ پر پہنچے۔ جنہوں نے ان کی ضیافت نہ کی۔ اتفاق سے ان کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے اور کہنے لگے: "تم میں سے کسی کے پاس بچھو کے کاٹے کی کوئی دوا یا منتر ہے؟" انہوں نے کہا: "ہاں ہے۔ مگر چونکہ تم نے ہماری ضیافت نہیں کی اس لیے ہم اس کا معاوضہ لیں گے" انہوں نے چند بکریاں (ایک دوسری روایت کے مطابق ۳۰ بکریاں) دینا قبول کیں۔ ایک صحابی (خود ابو سعید رضی اللہ عنہ) نے سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کی۔ وہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر پھونک مار دیا کرتے۔ چند دنوں میں وہ سردار اچھا ہو گیا۔ (حسب وعدہ) قبیلہ کے لوگ بکریاں لے آئے تو صحابہ کو تردد ہوا (کہ آیا یہ معاوضہ لینا بھی چاہئے یا نہیں) اور کہنے لگے کہ جب تک ہم نبی ﷺ سے پوچھ نہ لیں یہ بکریاں نہ لینا چاہئیں۔ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: "تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ منتر بھی ہے؟ وہ بکریاں لے لو اور (ان میں سے) میرا حصہ بھی نکالو" اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب صحابہ مدینہ پہنچے تو کسی نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ اس شخص (ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ) نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے" آپ ﷺ نے فرمایا: "إن أحق ما أخذتم عليه أجرا كتاب الله" (تمہارے اجرت لینے کی سب سے زیادہ مستحق تو کتاب اللہ ہی ہے) (بخاری۔ کتاب الطب والرقی۔ باب الرقی بفاتحة الكتاب)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اجرت کا مطالبہ صرف اس لیے کیا تھا کہ ان بستی والوں نے ان کی مہمانی سے انکار کر دیا تھا۔ بالخصوص ان دنوں میں جبکہ وسائل سفر محدود، سست رفتار اور ہوٹل وغیرہ بھی نہیں ہوتے تھے اور ملکی دستور یہ تھا کہ مہمانی سے انکار کو قتل کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔

۲۔ اگر دم جھاڑ کی ضرورت پیش آئے تو صرف کتاب اللہ سے ہی کرنا چاہئے یا کم از کم دم جھاڑ کرنے والا شرکیہ یا مہمل الفاظ نہ پڑھے

۳۔ ضرورت مند لوگ دم جھاڑ کی اجرت بھی لے سکتے ہیں۔

رہا علی الاطلاق دم جھاڑ کو ایک مستقل پیشہ بنا لینا یا خانے بنا کر یا مہمل الفاظ سے تعویذ لکھنا۔ انہیں پانی میں گھول کر پلانا۔ گلے میں لٹکانا یا کسی دوسری جگہ باندھنا، ایسے سب کام شرعاً ناجائز ہیں اور اس کی تفصیل سورۃ القیامۃ میں آئے گی۔ نیز اس سورہ کا نام سورۃ الصلوٰۃ اور سورۃ الدعا اور تعلیم المسئلہ (مانگنے کے آداب) بھی ہے۔

❁ قراۃ فاتحہ خلف الامام:۔ چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے نماز پڑھی اور اس میں ام القرآن نہ پڑھی اس کی نماز ناقص، ناقص، ناقص اور ناتمام ہے“ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: ”ابوہریرہ! کبھی میں امام کے پیچھے ہوتا ہوں؟“ وہ کہنے لگے: ”فارسی کے بیٹے دل میں (چپکے چپکے) پڑھ لو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے نماز (سورۂ فاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا ہے۔ آدھی میرے لیے ہے اور آدھی میرے بندے کے لیے جو کچھ وہ سوال کرے۔ میرا بندہ (نماز میں) کھڑا ہوتا اور کہتا ہے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری تعریف کی۔ پھر وہ کہتا ہے۔ ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری ثناء بیان کی۔ پھر وہ کہتا ہے ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور سورت کا باقی حصہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کو وہ کچھ ملے گا جو اس نے مانگا۔ (مسلم۔ کتاب الصلوۃ۔ باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ۔ ترمذی۔ ابواب التفسیر۔ سورۃ الفاتحۃ)

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ (بخاری کتاب الاذان) اور امام بخاری نے تو باب کا نام ہی ان الفاظ سے قائم کیا ہے۔ (وجوب القرأۃ للامام والمأموم فی الصلوۃ کلھا فی الحضر والسفر ومایجھر فیھا ومایخافت) اس باب کے الفاظ کے عموم سے ہی یہ بات واضح ہے کہ خواہ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو یا مقتدی ہو یا امام ہو، نماز خواہ سری ہو یا جہری ہو ہر صورت میں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

ترمذی، ابوداؤد، احمد اور ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا: ”تم لوگ اپنے امام کے پیچھے کچھ پڑھتے رہتے ہو؟“ ہم نے کہا: ”ہاں“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاتحہ الکتاب کے سوا اور کچھ نہ پڑھا کرو۔ کیونکہ جو شخص فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (سبل السلام۔ کتاب الصلوۃ۔ باب صفۃ الصلوۃ حدیث نمبر ۱۳)

گویا سورہ فاتحہ کے کل دس نام معلوم ہوئے۔ سورۃ الفاتحۃ، الحمد، سبعا من المثانی، أم القرآن، أم الکتاب، الشفاء، الرقیۃ، الدعاء، تعلیم المسئلۃ اور الصلوۃ اور بعض نے اس سے بھی زیادہ لکھے ہیں۔

❁ زمانۂ نزول:۔ اس سورہ کا ترتیب نزول کے لحاظ سے پانچواں نمبر ہے۔ گویا یہ اسلام کے بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوئی تھی اور یہی پہلی سورت ہے جو پوری کی پوری یکبارگی نازل ہوئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[۲] کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۃ فاتحہ کا جز ہے؟ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں اِقرا یا ابدا محذوف ہے۔ اسی لیے ہم نے ترجمہ میں (شروع) کا لفظ بڑھایا ہے۔ اب یہ بحث باقی رہ جاتی ہے کہ آیا یہ آیت سورۂ فاتحہ کا جز ہے یا نہیں۔ اور اس کی اہمیت یہ ہے کہ آیا جہری نمازوں میں امام کو اس کی قراءت بلند آواز سے کرنی چاہئے یا خفی آواز سے؟

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سورت کے ختم ہونے کو نہیں پہچانتے تھے جب تک بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نازل نہ ہوتی" (ابوداؤد۔ کتاب الصلوۃ۔ باب ماجاء من جھر بھا) جس کا مطلب یہ ہوا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورتوں کی تعداد کے برابر (ماسوائے سورۃ التوبہ) یعنی ۱۱۳ بار نازل ہوئی۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ آپ پر ایک غنودگی سی طاری ہوئی۔ پھر آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے اپنا سر اٹھایا۔ ہم نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ فرمایا: مجھ پر ابھی ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر ﴿اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ پوری سورت پڑھی۔ (مسلم: کتاب الصلوۃ، باب حجة من قال البسملة آية من اول كل سورة سواء براءة)

امام مسلم اس حدیث کو جس باب کے تحت لائے ہیں اس کے عنوان کا ترجمہ یہ ہے "سورہ توبہ کے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو ہر سورت کا جز کہنے والوں کی دلیل" اس دلیل کی رو سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ صرف سورہ فاتحہ کا ہی جز نہیں بلکہ ہر سورت کا جزء قرار پاتی ہے۔

نیز یہ آیت سورۂ نمل کی ایک مستقل آیت بھی ہے۔ (۲۷:۳۰) علاوہ ازیں قرآن کی تصریح کے مطابق سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں۔ اور یہ سات آیات تب ہی بنتی ہیں جب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت شمار کیا جائے۔ یہ سب وجوہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس آیت کی قراءت جہری ہونا چاہئے۔ اس سلسلے میں متضاد روایات ملتی ہیں سب سے زیادہ مشہور سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث ہے جسے بخاری، مسلم اور نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ سے نماز شروع کیا کرتے تھے اور مسلم میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ: "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہ قراءت کی ابتدا میں پڑھتے تھے اور نہ آخر میں"

اب یہ تو واضح ہے کہ مسلم میں مروی جملہ میں فی نفسہ مبالغہ میں زیادتی ہے ورنہ سورۃ فاتحہ کے آخر میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہے کب؟ اور جو لوگ بسم اللہ بالجہر پڑھنے کے قائل ہیں وہ اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ آپ ﷺ سورۂ فاتحہ کے بعد جو سورۃ پڑھتے تھے اس کی ابتدا میں بھی بسم اللہ بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔

اب اس کے برعکس نسائی کی درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیے:

نعیم مجمر کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی۔ پھر ام القرآن پڑھی تا آنکہ وہ ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ تک پہنچے تو آمین کہا۔ پھر جب بھی سجدہ کرتے یا بیٹھنے کے بعد کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب سلام پھیرتے تو کہتے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم سب سے زیادہ میری نماز رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہے" (نسائی۔ کتاب الصلوۃ۔ باب قراءة بسم الله الرحمن الرحيم)

صاحب سبل السلام کہتے ہیں کہ یہ سب سے زیادہ صحیح حدیث ہے اور یہ اصل کی تائید کرتی ہے جو یہ ہے کہ قراءت میں جو حکم فاتحہ کا ہے وہی بسملہ کا ہے۔ خواہ یہ جہراً ہو یا سراً ہو۔ کیونکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کہ "میری نماز تم سب سے زیادہ رسول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہے" سے واضح ہے کہ آپ ﷺ بسملہ کی قرأت فرماتے تھے۔ اگرچہ اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مراد رسول اللہ ﷺ کی نماز کے اکثر افعال واقوال سے ہو مگر یہ ظاہر کے خلاف ہے اور کسی صحابی سے یہ بعید ہے کہ اس نے اپنی نماز میں کوئی ایسا نیا کام کیا ہو جسے رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو۔ (سبل السلام مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ۔ شیش محل روڈ لاہور۔ الجزء الاول ص ۱۷۳)

نیز صاحب سبل السلام کہتے ہیں کہ: "اس مسئلہ میں علماء نے لمبی چوڑی بحث کی ہے اور بعض نامور شخصیات نے کتابیں بھی تالیف کی ہیں۔ اور یہ وضاحت کی ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث مضطرب ہے۔ ابن عبدالبر "الاستذکار" میں کہتے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی تمام روایات کی تحقیق کا ماحصل یہ ہے کہ اس اضطراب کی وجہ سے کسی بھی فقیہ کے لیے اس سے حجت قائم نہیں ہوتی، نہ اس کے لیے جو بسملہ کی قراءت کرتے ہیں اور نہ ان کے لیے جو نہیں کرتے۔ اس کے متعلق سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہہ دیا کہ "میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور بھول جاتا ہوں، لہٰذا اس میں کوئی حجت نہیں" (ایضاً، ص ۱۷۲)

بعض علماء نہ اس آیت کی جہری قراءت کے قائل ہیں اور نہ ہی اس آیت کو سورۃ فاتحہ کا جزء قرار دیتے ہیں اور سات آیات کی تعداد پورا کرنے کے لیے ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ کے آگے ۵ کا ہندسہ لکھ دیتے ہیں۔ جو کوفیوں کے نزدیک آیت کی علامت ہے لیکن یہ متفق علیہ آیت نہیں ہوتی۔ پھر لطف یہ کہ اس ۵ پر لا بھی لکھ دیا گیا ہے۔ یعنی یہاں وقف ممنوع ہے اور یہ تکلف صرف اس لیے کیا گیا کہ بسم اللہ کو نہ فاتحہ کا جزء سمجھا جائے اور نہ اسے جہری نمازوں میں بلند آواز سے پڑھا جائے۔

مجمع ملک فہد نے عرب ممالک کے لیے جو قرآن طبع کیا ہے ہمارے خیال میں اس میں معتدل رویہ اختیار کیا گیا ہے جو یہ ہے کہ سورہ فاتحہ میں تو اس آیت کو سورہ کا جزء قرار دیا گیا ہے اور اس پر ایک کا نمبر لکھا گیا ہے۔ ﴿اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ کے آگے کچھ نہیں لکھا۔ البتہ باقی سورتوں میں اس آیت کو سورہ کا جزء قرار نہیں دیا گیا جس سے از خود یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ سورۃ فاتحہ سے پہلے یہ آیت جہری نمازوں میں جہر سے پڑھنا بہتر ہے اور دوسری سورتوں میں سر سے۔

[۳] رحمٰن اور رحیم دونوں مبالغہ کے صیغے اور اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام اور رح م سے مشتق ہیں۔ لیکن لفظ رحمان میں رحیم کی نسبت اتنا زیادہ مبالغہ ہے کہ رحمٰن کا لفظ دوسرے نمبر پر اللہ کے ذاتی نام کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کی صراحت قرآن کی بے شمار آیات میں مذکور ہے۔ مثلاً ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ﴾ (۵۵:۱) ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (۲۰:۵) ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾ (۱۷:۱۱۰) اس لحاظ سے اللہ کی مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی سب صفات پائی جا سکتی ہیں سوائے رحمٰن کے۔ ایک انسان رحیم، رؤف، کریم وغیرہ سب کچھ ہو سکتا ہے مگر رحمٰن اللہ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ اللہ کو سب سے زیادہ دو نام پسند ہیں ایک عبداللہ، دوسرا عبدالرحمٰن۔ (ترمذی: ابواب الادب، باب ماجاء ما یستحب من الاسماء)

اکثر علماء نے رحمٰن اور رحیم کے فرق کو رحمت کی کیفیت اور کمیت کی کمی بیشی کی مختلف صورتوں سے واضح کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ اور ایک عام قول یہ ہے "رحمٰن فی الدنیا رحیم فی الاخرۃ" یعنی اللہ تعالیٰ دنیا میں رحمان ہے جو مسلمان، کافر، مشرک سب پر ایک جیسی رحمتیں نازل فرماتا ہے اور رحیم آخرت میں ہے۔ جو صرف ایمانداروں پر رحمتیں نازل فرمائے گا۔ اس کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ صفت رحمانیت کا تقاضا ایسی نعمتیں اور رحمتیں ہیں جو حیات کے وجود اور بقاء کے لیے ضروری ہیں۔ اور اس میں صرف انسان ہی نہیں جملہ جاندار مخلوقات شامل ہیں۔ جیسے سورج، چاند، نور و ظلمت، ہوا، پانی اور زمین کی تخلیق جو زندگی کی جملہ ضروریات کی کفیل ہے نیز ماں کی ممتا اور فطری محبت کے تقاضے بھی اس میں شامل ہیں اور رحیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۳

ہر طرح کی تعریف [۴] اللہ ہی کے لیے ہے [۵] جو سب جہانوں [۶] کا پروردگار ہے (۲) جو بڑا مہربان [۷]

سے مراد وہ رحمت ہے کہ کسی مصیبت یا ضرورت کے وقت پہنچ کر سہارا دیتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

[۴] ۞ حمد اور شکر میں لغوی فرق:۔ حمد کا معنی تعریف بھی ہو سکتا ہے اور شکر بھی۔ تعریف (حمد) عام ہے اور شکر خاص۔ حمد کا تعلق قابل تعریف کارناموں سے ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان، شمس و قمر اور ستاروں کی حرکت غرض تمام کائنات کا اس قدر مربوط اور منظم نظام بنا دیا ہے جسے دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اس پر اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ اور شکر کا تعلق ان خاص انعامات سے ہوتا ہے جو کسی خاص ذات سے متعلق ہوں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا انسان کو احسن تقویم پر پیدا کرنا۔ کسی کو صحت اور رزق کی فراوانیوں سے مالا مال کرنا۔ ایسی نعمتوں کے اعتراف کو شکر کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی ہر طرح کی حمد اور شکر کا مستحق ہوا۔ علاوہ ازیں اگر مخلوق میں سے کوئی شخص کوئی قابل تعریف کارنامہ سرانجام دے اور اس پر اس کی تعریف کی جائے تو وہ بھی حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہوگی۔ کیونکہ قابل تعریف کام کرنے کی صلاحیت اور توفیق بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ گویا ہر طرح کی تعریف کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی قرار پاتا ہے۔

[۵] اللہ دراصل الالٰہ ہے، معبود حقیقی۔ الٰہ کا ہمزہ حذف کر کے اس پر تعریف کا الف لام داخل کر کے اللہ کا لفظ بنا ہے اور یہی توجیہ سب سے بہتر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں ہر طرح کے نفع و نقصان کا مالک صرف اور صرف اللہ ہے اور کائنات کا خالق، پروردگار اور لامحدود اقتدار و اختیار ہونے کی وجہ سے صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ یعنی وہ تمام صفات جو الٰہ کے مفہوم میں پائی جانی چاہئیں وہ صرف اللہ میں ہی پائی جا سکتی ہیں۔ لہٰذا دوسرے سب الٰہ باطل اور ناقابل اعتبار ہیں۔ اس کی چند صفات کا ذکر سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۵۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

www.KitaboSunnat.com

رب کا لفظ تین معنوں میں آتا ہے:

(۱) کسی چیز کی درجہ بدرجہ تربیت اور خبر گیری رکھتے ہوئے اسے حد کمال تک پہنچانے والا یعنی پروردگارِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۲) کبھی یہ لفظ صرف تربیت (پرورش) کرنے والے مالک کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے سورۂ یوسف میں آتا ہے: ﴿فَاَمَّا اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا﴾ (۱۲:۴۱)

(۳) اور کبھی صرف مالک کے معنوں میں جیسے حدیث میں ہے کہ کسی صحابی نے اپنی شہادت کے وقت فرمایا: "فزت برب الكعبة" (کعبہ کے مالک کی قسم! میں کامیاب ہو گیا)

[۶] ۞ عالمین سے مراد اور اللہ کی تعریف کی وجہ:۔ العالمین: لغوی لحاظ سے عالم ہر وہ چیز ہے جس کا علم حواس خمسہ سے ہو سکتا ہو۔ اس لحاظ سے تمام مخلوقات ایک عالم ہے مگر اس آیت میں عالم سے مراد جنس ہے (عالم غیب، عالم شہادۃ، عالم انس، عالم جن، عالم ملائکہ وغیرہ وغیرہ) بے شمار عالم ہیں۔ پھر زمانہ کے لحاظ سے ہر دور کے لوگ ایک عالم ہیں۔ دور بدلنے پر عالم بھی بدل جاتا ہے۔ اس طرح عالم کی سینکڑوں اور ہزاروں اقسام بن جاتی ہیں اور ان تمام عالموں کی تربیت اور پرورش کرنے والی صرف اللہ ہی کی بلند و برتر ذات ہے۔ اس آیت کے پہلے حصہ میں یہ مذکور ہوا کہ ہر طرح کی تعریف صرف اللہ ہی کیلئے سزاوار ہے اور اس حصہ میں اسکی وجہ بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کی تعریف کا اس لیے مستحق ہے کہ وہ تمام جہانوں کا تربیت کرنے والا ہے۔

نیز یہ آیت اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کے آداب میں سے پہلا ادب ہے۔ حسن طلب کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ جب کسی سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝

نہایت رحم کرنے والا ہے (۳) روزِ جزا[۸] و سزا کا مالک[۹] ہے (۴) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں[۱۰] اور تجھی

کچھ مانگنا ہو تو اس کی ابتدا اس کے محاسن کے تذکرہ سے کی جاتی ہے۔

[۷] رحمٰن اور رحیم کا فرق پہلی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم میں بتایا جا چکا ہے۔ ان الفاظ کو یہاں دوبارہ لانے کا مقصد صرف اس بات کا اظہار ہے کہ تمام جہانوں کی ربوبیت عامہ کے تقاضے صرف اسی صورت میں پورے ہو سکتے ہیں جب ان عالمین کا پروردگار رحمٰن بھی ہو اور رحیم بھی ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم نہ ہوتا تو یہ دنیا کبھی آباد نہ رہ سکتی بلکہ کب کی فنا ہو چکی ہوتی۔

[۸] ❁ دین کے مختلف معانی:۔ دین کا لفظ قرآن میں مندرجہ ذیل چار معنوں میں استعمال ہوا ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کی مکمل حاکمیت اور اسی کا دوسرا پہلو یا لازمی نتیجہ ہے۔

(۲) انسان کی مکمل عبودیت جیسے ارشاد باری ہے:

﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾ (۳۹:۲-۳) "لہٰذا خالصتاً اسی کی عبادت کرو۔ سن لو مکمل حاکمیت خالصتاً اللہ ہی کے لئے ہے" ان دونوں آیات میں دین کا لفظ مذکورہ بالا دونوں معنی دے رہا ہے۔

(۳) قانون سزا و جزاء یا تعزیرات جیسے ارشاد باری ہے:

﴿مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ﴾ (۱۲:۷۶) "اس (سیدنا یوسفؑ) کی شان کے لائق نہ تھا۔ ممکن نہ تھا کہ وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو رکھ سکتا"

(۴) قانون سزا و جزاء کو نافذ کرنے کی قوت، جیسے ارشاد باری ہے:

﴿فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ، تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (۵۶:۸۶-۸۷) "پھر اگر تم سچے ہو اور قانون کی گرفت سے آزاد ہو تو (جب جان لبوں پر آجاتی ہے) اسے لوٹا کیوں نہیں لیتے؟"

اس آیت میں دین کا لفظ مندرجہ بالا چاروں معنی دے رہا ہے۔

[۹] پہلی آیات میں اللہ کی معرفت کا ذکر تھا۔ اس . . . . آیت میں روز آخرت پر ایمان اور روز آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عملی اقتدار و اختیار کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اس کے اچھے اعمال کا اچھا اور برے اعمال کا برا بدلہ دے گا۔ وہ ایسا بدلہ دینے کی اور اپنے اس فیصلہ کو نافذ کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ اعمال کے بدلہ کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے بہت سے ضابطے اور قوانین ہیں۔ جن کا ذکر قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر مذکور ہے۔ مثلاً یہ کہ نیکیوں کا بدلہ اللہ جسے چاہے گا بہت زیادہ بھی دے سکتا ہے۔ مگر برائی کا بدلہ اتنا ہی دے گا جتنی اس نے برائی کی ہوگی۔ یا یہ کہ ایک کے جرم کی سزا دوسرے کو نہیں دی جائے گی۔ یا یہ کہ کوئی مجرم کسی صورت میں سزا سے بچ نہیں سکے گا۔ وغیرہ وغیرہ اور ان سب چیزوں کا ذکر قرآن میں بہت سے مقامات پر آیا ہے۔

[۱۰] عبادت: یہ لفظ تین معنوں میں آتا ہے۔ (۱) پرستش (۲) اطاعت و فرمانبرداری (۳) ہمہ وقت کی بندگی اور غلامی۔ یہاں یہ لفظ اپنے تینوں معنوں میں مستعمل ہے۔

❁ عبادت کا مفہوم:۔ عبادت تین قسم کی ہے جیسے ہم تشہد میں اس کا اقرار کرتے ہیں۔ (التحیات للہ والصلوات والطیبات) "یعنی ہماری تمام قلبی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں" قلبی عبادات میں توکل، خوف و رجاء، محبت،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ

سے مدد[۱۱] چاہتے ہیں[۱۲] (۵) ہمیں سیدھی[۱۳] راہ پر استقامت عطا فرما (۶) ان لوگوں کی راہ پر

تذلل اور خشوع و خضوع شامل ہیں۔ یعنی صرف اللہ پر بھروسہ کیا جائے، اسی سے امید وابستہ کی جائے۔ اسی سے ڈرا جائے اس سے محبت باقی سب چیزوں سے بڑھ کر ہو اور اس کے سامنے انتہائی عاجزی اور خشوع و خضوع کا اظہار کیا جائے۔ بدنی عبادات سے مراد فرض نماز اور نوافل نمازیں، روزہ اور حج اور دوسرے احکام الٰہی کی عملاً پیروی کرنا ہے اور مالی عبادات سے مراد زکوٰۃ، صدقات و خیرات، قربانی اور نذر و نیاز وغیرہ ہیں۔ اگر اللہ کے سوا کسی اور کے لیے ان کاموں میں سے کوئی بھی کام بجالایا جائے۔ یا اللہ کے سوا کسی اور کو بھی اس میں شریک کیا جائے تو یہ عبادت کی نفی اور اللہ کے ساتھ شرک کرنا ٹھہرے گا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ شرک کا گناہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔

[۱۱] ۞ استعانت کا مفہوم:۔ استعانت: (مدد چاہنا) انسان دنیا میں جو کام بھی کرتا ہے وہ یا تو کسی فائدہ کے حصول کیلئے ہوتا ہے یا کسی تکلیف یا نقصان کو دور کرنے کی خاطر۔ ان کاموں کو عربی زبان میں جلب منفعت اور دفع مضرت کہتے ہیں۔ اب انہی کاموں میں سے کسی کیلئے اگر کوئی شخص کسی ایسے شخص کو یا اللہ کے سوا کسی بھی دوسری ہستی کو پکارے یا اس سے مدد طلب کرے جو اس کے پاس موجود نہ ہو (یعنی ظاہری اسباب مفقود ہوں) تو یہ صریح شرک ہے اس کی مثال درج ذیل شعر میں ملاحظہ فرمائیے:

امداد کن امداد کن، از بند غم آزاد کن در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادرا !!

اب اگر کوئی شخص یہ شعر یا وظیفہ اپنی جگہ پر پڑھے یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی قبر پر جا کر پڑھے تو یہ شرک ہوگا۔ کیونکہ اس میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے کہ یہ فوت شدہ بزرگ میری پکار کو سن بھی رہے ہیں پھر میری مشکل کشائی اور حاجت براری کا اختیار یا تصرف بھی رکھتے ہیں۔ دعا یا پکار کو اللہ تعالیٰ نے عبادت ہی قرار دیا ہے (دیکھئے ۴۰:۶۰) اور احادیث صحیحہ میں سے ایک کے الفاظ یہ ہیں۔ "اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ" (دعا ہی اصل عبادت ہے) اور دوسری یہ کہ " الدعاء مخ العبادة" (دعا ہی عبادت کا مغز ہے)

ہاں اگر کسی حاضر شخص سے ایسے کام میں مدد چاہی جائے جو اس کے اختیار میں ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ ایسی امداد و تعاون کے بغیر تو دنیا میں کوئی کام ہو ہی نہیں سکتے۔ اور جو کام اللہ کے سوا کسی دوسرے کے بس میں نہیں۔ مثلاً اولاد عطا کرنا، رزق میں کمی بیشی کرنا، گناہ بخشنا، عذاب سے نجات دینا وغیرہ وغیرہ ایسے کاموں کے لئے کسی زندہ موجود شخص سے بھی مدد چاہنا شرک ہوگا۔ مگر کسی خطرہ مثلاً سانپ یا دشمن سے بچنے کے لئے مدد حاصل کرنا اور تعاون چاہنا درست ہوگا۔

اس آیت میں ﴿نَعْبُدُ﴾ اور ﴿نَسْتَعِيْنُ﴾ سے پہلے ﴿اِيَّاكَ﴾ کا لفظ لایا گیا ہے جو حصر کا بھی فائدہ دے رہا ہے اور تاکید کا بھی اور اس کا معنی یوں بنتا ہے کہ ہم صرف اور صرف تیری ہی عبادت کرتے اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ تیرے سوا نہ کسی کی عبادت کرتے ہیں یا کریں گے اور نہ ہی کسی سے مدد مانگتے ہیں اور نہ مانگیں گے۔ گویا شرک کی جملہ اقسام کے استیصال کے لیے یہ اکیلی آیت ہی کافی ہے۔

نیز اس آیت میں جمع متکلم کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ واحد متکلم کے نہیں ہوئے۔ کیونکہ اسلام نماز باجماعت کی بھی تاکید کرتا ہے اور معاشرتی اجتماعی زندگی اور نظم و ضبط کی بھی۔ علاوہ ازیں ﴿نَعْبُدُ﴾ کے فوراً بعد ﴿نَسْتَعِيْنُ﴾ کا لفظ لایا گیا تاکہ انسان کو اپنی عبادت پر غرور نہ پیدا ہو جائے بلکہ وہ یہ سمجھے کہ اسے عبادت کی توفیق بھی اللہ ہی کی مدد کی بنا پر میسر آئی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۞ جبریہ اور قدریہ دونوں فرقوں کا رد:۔ دنیا میں عموماً تین قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو اپنے آپ کو تقدیر کے ہاتھوں میں محض ایک کھلونا سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ جبریہ کہلاتے ہیں دوسرے وہ جو اپنے آپ کو مختار مطلق سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان جو کچھ چاہے کر سکتا ہے ایسے لوگ قدریہ کہلاتے ہیں۔ معتزلین بھی اسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تیسرے وہ جو نہ اپنے آپ کو مختار مطلق سمجھتے ہیں اور نہ مجبور محض اور یہی لوگ دراصل حق پر ہیں۔ اس چھوٹی سی چار الفاظ کی آیت میں جبریہ اور قدریہ دونوں کا رد موجود ہے۔ وہ یوں کہ جب ہم نَعْبُدُ کہتے ہیں یعنی ہم عبادت کرتے ہیں تو اختیار ثابت ہو گیا اور اس میں جبریہ کا رد ہے اور جب ہم مدد چاہتے ہیں۔ تو اس سے بندہ کا محتاج ہونا ثابت ہوا یعنی وہ مختار مطلق نہیں اور اس میں قدریہ کا رد موجود ہے۔

[۱۲] علاوہ ازیں پانچویں آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ سوال کرنے یا دعا مانگنے یا مدد چاہنے سے پہلے وسیلہ ضروری ہے اور اس آیت میں وہ وسیلہ عبادت ہے۔ جس کا ذکر پہلے آ گیا ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث اس مضمون میں پوری وضاحت کر رہی ہے

فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نماز میں دعا کرتے سنا، جس نے نہ تو اللہ کی حمد بیان کی تھی اور نہ ہی نبی ﷺ پر درود بھیجا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص نے جلدی کی۔ پھر اسے بلایا اور فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بھی جب دعا کرے تو اپنے پروردگار کی تعریف اور ثنا سے شروع کرے پھر نبی ﷺ پر درود بھیجے۔ پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔ (احمد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابوداؤد۔ بحوالہ سبل السلام ج ۱ ص ۱۹۲ باب صفۃ الصلوۃ حدیث نمبر ۴۸)

[۱۳] ۞ سیدھی راہ کون سی ہے؟:۔ صراطِ مستقیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ وہ سیدھی راہ ہے جو بندے کو اللہ تک پہنچانے والی ہے۔ اور اس میں کوئی پیچ و خم یا افراط و تفریط نہیں اور یہ ایک ہی ہو سکتی ہے جبکہ باطل راہیں لاتعداد ہوتی ہیں۔ اسی راہ کو اللہ تعالیٰ نے حبل اللہ بھی فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے "مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ" سے تعبیر فرمایا ہے اور صراط مستقیم کی دوسری تعبیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حق کا وہ راستہ جو سیدنا آدمؑ سے لے کر تا قیامت ایک ہی رہا اور رہے گا اور وہی راستہ توحید ہر نبی کو وحی کیا گیا ہے۔

قرآنِ کریم ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے جن میں لوگوں کو اللہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور پہلی دعا (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ) سورۂ فاتحہ میں ہی آ گئی ہے پھر بعض آیات میں دعا کے قبول ہونے کا ذکر بھی موجود ہے۔ اس کے باوجود مسلمانوں کا ہی ایک طبقہ، جس پر عقل پرستی اور اعتزال کا رنگ غالب ہے اور ہر معجزہ یا خرق عادت بات کی تاویل کرنے کا عادی ہے..... دعا کی قبولیت کا منکر ہے کیونکہ دعا کی قبولیت کا تعلق بھی غیر مرئی اسباب سے ہے۔ لہٰذا یہ حضرات اس قسم کی آیات میں عجیب و غریب قسم کی تاویلات کا سہارا لیتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

برصغیر پاک و ہند میں اس طبقہ کے سرخیل سر سید احمد خان (۱۸۱۷ء تا ۱۸۹۸ء) تھے۔ آپ نے مغرب میں ہی اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور مغربی افکار و نظریات سے شدید متاثر تھے اور مغرب صرف اس بات کو ماننے پر آمادہ ہو سکتا تھا جو عقل و تجربہ کی کسوٹی پر پرکھی جا سکتی ہو۔ آپ نے مسلمانوں میں مغربی افکار اور عقل پرستی کو رائج اور راسخ کرنے کے لیے کئی قسم کے اقدامات فرمائے جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے تفسیر القرآن لکھ ڈالی۔ اس تفسیر میں آپ دعا کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

۞ دعا کے متعلق سر سید احمد خان کا نظریہ:۔ "دعا جب دل سے کی جاتی ہے بیشتر مستجاب ہوتی ہے مگر لوگ دعا کے مقصد اور استجابت کا مطلب سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ جس مقصد کے لئے ہم دعا کرتے ہیں وہ مطلب حاصل ہو جائے گا اور استجابت کے معنی اس مطلب کا حاصل ہو جانا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلطی ہے حصول مطلب کے جو اسباب اللہ نے مقرر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کئے ہیں وہ مطلب تو انہی اسباب کے جمع ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔ مگر دعا نہ تو اس مطلب کے اسباب میں سے ہے اور نہ اس مطلب کے اسباب کو جمع کرنے والی ہے۔ بلکہ وہ اس قوت کو تحریک کرنے والی ہے جس سے اس رنج و مصیبت اور اضطراب کو جو مطلب حاصل نہ ہونے سے ہوتا ہے تسکین دینے والی ہے" (تفسیر القرآن، ج ۱ ص ۱۸)

خان صاحب کے مندرجہ بالا اقتباس سے دو سوال ذہن میں ابھرتے ہیں:

(۱) اگر ظاہر میں کوئی سبب نظر نہ آرہا ہو تو آیا اللہ تعالیٰ کوئی سبب پیدا کرنے پر قادر ہے یا نہیں۔ بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے یا نہیں؟

(۲) کیا ظاہری اسباب کے علاوہ کچھ باطنی اور غیر مرئی اسباب بھی ممکن ہیں اور دعا کی بنا پر اللہ تعالیٰ بندہ کے حصول مطلب کے لئے کوئی ظاہری یا باطنی سبب بنا سکتا ہے یا نہیں؟

اگر تو ان سوالات کا جواب نفی میں ہو تو فی الواقع سر سید صاحب کے نظریات کے مطابق دعا کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور نہ ہی ہونا چاہئے۔ اس صورت میں دعا کی استجابت کا مطلب صرف وہی رہ جاتا ہے۔ جو سر سید صاحب فرما رہے ہیں کہ دعا صرف قلبی واردات اور سکون سے تعلق رکھتی ہے۔ ظاہر میں ہوتا ہوا تا کچھ بھی نہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن سر سید صاحب کے اس نظریہ کی پرزور تردید کرتا ہے۔ مثلاً درج ذیل آیات ملاحظہ فرمائیے:

﴿فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ﴾ (۵۴: ۱۰-۱۲)

"تو نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں کمزور ہوں۔ اب تو ان سے بدلہ لے۔ پس ہم نے زور کے مینہ سے آسمان کے دہانے کھول دیئے اور زمین سے چشمے جاری کر دیئے۔ تو پانی اس کام کے لئے جو مقدر ہو چکا تھا جمع ہو گیا"

اب دیکھئے کہ کیا دعا کے بعد آسمان سے بے تحاشا پانی برسنا اور زمین کے چشمے مل کر طوفان کی شکل بننا اور کشتی میں نوحؑ کو سوار کر کے کرب عظیم سے بچا لینا، کیا یہ سب قلبی واردات ہیں یا یہ کام فی الواقع ظہور پذیر ہوئے تھے؟

پھر ایک مقام پر خان صاحب فرماتے ہیں کہ "بسا اوقات دعا کی جاتی ہے مگر حاجت براری نہیں ہوتی پس معلوم ہوا کہ دعا موجب حصول مقصد نہیں ہے ورنہ ایسا نہ ہوتا" (تہذیب الاخلاق، ماہ ربیع الاول، ۱۳۱۳ھ)

اس اقتباس میں لفظ "بسا اوقات" سے ظاہر ہے کہ دعا کبھی کبھار حصول مقصد کا سبب بن جاتی ہے۔ بس یہی ہمارا مقصد ہے، رہا یہ معاملہ کہ بسا اوقات قبول نہیں ہوتی تو دعا کی قبولیت کے کئی موانع ہیں جن کی تفصیل یہاں خارج از بحث ہے۔ نیز ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ دعا کی طرح دوا بھی بسا اوقات مرض کا علاج نہیں بن سکتی۔ حالانکہ وہ ایک ظاہری سبب ہے تاہم کبھی کبھار حصول مقصد کا سبب بن بھی جاتی ہے۔

دوا کا استعمال جسمانی تکلیف کو رفع کرنے کے لیے کیا جاتا ہے اور جب تک تکلیف رفع نہ ہو مریض کو کبھی تسکین نہیں ہو سکتی اور دعا کا دائرہ اثر دوا سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ دعا دفع مضرت اور جلب منفعت دونوں کے لیے کی جاتی ہے۔ نیز اس کا استعمال مادی اور روحانی یا ذہنی دونوں طرح کے عوارضات کے لیے ہوتا ہے پھر جب تک دعا کے اثر سے ایسے عوارضات دور نہ ہوں یا نئے اسباب مہیا نہ ہوں دل کو تسکین ہو کیسے سکتی ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷

جن پر تو نے انعام کیا [۱۴] جن پر تیرا غضب نہیں ہوا اور نہ وہ راہِ راست سے بھٹکے [۱۵] (۷)

[۱۴] انعام والے اور گمراہ لوگ کون ہیں؟:۔ قرآن کی تصریح کے مطابق ان سے مراد انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔ (۴:۶۹) وہ لوگ نہیں جنہیں مال و دولت یا حشمت و جاہ کی فراوانیاں حاصل ہیں۔ اور آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق ﴿مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ سے مراد تو یہود ہیں جو گناہ کے کاموں پر دلیر ہو گئے تھے اور ان پر اللہ کا عذاب اور پھٹکار نازل ہوئی اور ضَالِّيْن سے مراد عیسائی حضرات ہیں جو فلسفیانہ موشگافیوں میں پھنس کر تثلیث اور گمراہی کا شکار ہوئے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے:

عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس (مدینہ) آیا۔ وہ اس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگ کہنے لگے کہ یہ عدی بن حاتم ہے جو بغیر کسی کی امان یا تحریر کے آیا ہے۔ چنانچہ مجھے پکڑ کر آپؐ کے پاس لے گئے۔ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے پہلے آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کو خبر دے چکے تھے کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عدی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دے گا۔ پھر آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا (راہ میں) ایک عورت اور اس کا بچہ ملے۔ وہ آپ سے کہنے لگے: "ہمیں آپ ﷺ سے کچھ کام ہے" چنانچہ آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور ان کا کام پورا کر دیا۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر تشریف لائے۔ ایک لڑکی نے آپ ﷺ کے لئے بچھونا بچھایا۔ آپ ﷺ اس پر بیٹھ گئے اور میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر مجھے کہا: وہ کون سی بات ہے جو تمہیں لا الہ الا اللہ کہنے سے باز رکھتی ہے، کیا تم اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ جانتے ہو؟" میں نے کہا "نہیں" پھر آپؐ نے کچھ دیر باتیں کیں پھر پوچھا: "تمہیں اللہ اکبر کہنے سے کون سی چیز دور رکھتی ہے۔ کیا اللہ سے کسی بڑی چیز کو تم جانتے ہو؟" میں نے کہا "نہیں" پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "یہود پر تو اللہ تعالیٰ کا غصہ ہے اور نصاریٰ گمراہ ہیں" میں نے کہا کہ میں تو یکطرفہ مسلمان ہوتا ہوں" پھر میں نے آپ ﷺ کے چہرہ پر فرحت و انبساط دیکھی۔ پھر آپ ﷺ نے میرے بارے میں حکم دیا اور میں ایک انصاری کے ہاں مقیم ہوا۔ اب میں روزانہ صبح و شام آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا کرتا۔ (ترمذی۔ ابواب التفسیر۔ سورۂ فاتحہ)

دور نبوی میں تو واقعی یہی فرقے مغضوب علیہم اور ضالّین تھے۔ مگر آج مسلمانوں کے اکثر فرقے ان میں شامل ہو چکے ہیں اور صراط مستقیم پر تو مسلمانوں کا صرف وہی فرقہ ہے جس کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا تھا "مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِیْ" (ترمذی، کتاب الایمان۔ باب افتراق هذه الامة)

[۱۵] آمین بالجہر کا ثبوت:۔ (۱) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب امام وَلَا الضَّالِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو۔ جس کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے کے موافق ہو گیا۔ اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے" (بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ فاتحہ) نیز کتاب الاذان والجماعۃ۔ باب فضل التامین)

(۲) نیز عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ آمین دعا ہے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اور ان کے پیچھے مقتدیوں نے اس زور سے آمین کہی کہ مسجد گونج اٹھی۔ (بخاری۔ کتاب الاذان والجماعہ۔ باب جهر الامام بالتامين)

(۳) وائل بن حجرؓ جو عام الوفود یعنی ۹ھ میں مدینہ تشریف لائے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا کہ جب آپ ﷺ نے نماز میں (غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ) کہا تو اپنی آواز کو خوب لمبا کر کے آمین کہی۔ (ترمذی۔ ابواب الصلوۃ۔ باب ماجاء فی التامین)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ ۲۸۶ آیاتھا رکوعاتھا ۴۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

آیات ۲۸۶(۲) سورۂ بقرہ[۱] مدنی ہے (۸۷) رکوع ۴۰

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

[۱] ۞ فضائل سورۃ البقرۃ:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جس گھر میں سورۃ البقرہ پڑھی جائے، شیطان اس گھر سے نکل جاتا ہے۔" (مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین و قصرھا، باب استحباب الصلوۃ النافلۃ فی بیتہ.....الخ) نیز آپ ﷺ نے فرمایا: "الزھراوین (دو جگمگانے والی سورتیں یعنی البقرہ اور آل عمران) پڑھا کرو۔ قیامت کے دن وہ اس حال میں آئیں گی جیسے وہ دو بادل یا دو سائبان یا پرندوں کے دو جھنڈ ہیں اور وہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے مغفرت کے لیے) جھگڑا کریں گی (لہٰذا) سورۃ البقرہ پڑھا کرو۔ اسے حاصل کرنا برکت اور چھوڑ دینا حسرت ہے اور باطل قوتیں (جادو وغیرہ) اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔" (مسلم، کتاب فضائل القرآن و مایتعلق بہ باب فضل قراءۃ القرآن و سورۃ البقرۃ)

۞ زمانہ نزول اور شان نزول:۔ مدنی سورتوں میں سب سے پہلی سورت ہے۔ مکہ میں چھیاسی (۸۶) سورتیں نازل ہوئیں اور نزولی ترتیب کے لحاظ سے اس کا نمبر ۸۷ ہے، اگرچہ اس سورہ کا بیشتر حصہ ابتدائی مدنی دور میں نازل ہوا تاہم اس کی کچھ آیات بہت مابعد کے دور میں نازل ہوئیں مثلاً حرمت سود کی آیات جو ۱۰ھ کے اواخر میں نازل ہوئیں۔

۞ سورۂ بقرہ کے نزول کا پس منظر:۔ مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے پہلا کام جو کیا وہ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر تھی تاکہ تمام مسلمان دن میں پانچ دفعہ اکٹھے ہو کر نماز ادا کریں اور اپنے مسائل پر غور کر سکیں۔ دوسرا اہم مسئلہ مہاجرین کی آبادکاری اور ان کے معاش کا تھا جس کے لیے آپ نے مہاجرین و انصار میں سلسلہ مواخات قائم فرمایا جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ تیسرا اہم مسئلہ مدینہ کی ایک چھوٹی سی نوخیز اسلامی ریاست کے دفاع کا تھا۔ کیونکہ اب مشرکین مکہ کے علاوہ دوسرے مشرک قبائل بھی مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر تلے ہوئے تھے۔ خود مدینہ میں یہود مسلمانوں کے اس لیے دشمن بن گئے تھے کہ آنے والا نبی سیدنا اسحٰقؑ کی اولاد کے بجائے سیدنا اسمٰعیلؑ کی اولاد سے کیوں مبعوث ہوا ہے۔ یہود کے تین قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ مدینہ میں آباد تھے جو آپس میں پھٹے ہوئے تھے اور مدینہ کے مشرکوں کے دو مشہور قبائل اوس اور خزرج کے حلیف بن کر انہیں لڑاتے رہتے تھے۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے یہودیوں کو ہی ایک مشترکہ مفاد کی طرف دعوت دی اور وہ مفاد تھا مدینہ کا دفاع۔ جس کی اہم دفعات یہ تھیں: (۱) اگر مدینہ پر باہر سے حملہ ہوا تو مسلمان اور یہود مل کر دفاع کریں گے۔ (۲) مسلمان اور یہود دونوں حصہ رسدی اخراجات برداشت کریں گے۔ (۳) مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان کسی طرح کے بھی جھگڑے کی صورت میں حکم رسول اللہ ﷺ کی ذات ہوگی۔ یہود کے لیے بظاہر ایسی شرائط کو تسلیم کر لینا ناممکن نظر آ رہا تھا۔ کیونکہ وہ مدینہ کی معیشت اور سیاست پر پوری طرح چھائے ہوئے تھے، مگر یہ اللہ کی خاص مہربانی اور ان کی باہمی نااتفاقی کا نتیجہ تھا کہ یہودی قبائل باری باری اور مختلف اوقات میں اس معاہدہ کو تسلیم کرتے چلے گئے۔ اس طرح جب یہ ریاست اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئی تو مسلمانوں اور کافروں کے علاوہ ایک تیسرا مفاد پرستوں کا طبقہ بھی معرض وجود میں آ گیا۔ جنہیں منافقین کا نام دیا گیا۔ اس سورہ کی ابتدا میں انہیں تین گروہوں (مسلمان، کافر اور منافقین) کا ذکر ہوا ہے اور یہی اس کا زمانہ نزول ہے۔

۞ حروف مقطعات کی بحث:۔ قرآن کی ۲۹ سورتوں کی ابتدا میں ایسے حروف استعمال ہوئے ہیں، ان میں سے مندرجہ ذیل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تین یک حرفی ہیں: (۱) سورۃ ص والقرآن ۳۸ (۲) سورۃ ق والقرآن ۵۰ (۳) سورۃ ن والقلم ۶۸ اور ۹ دو حرفی ہیں جن میں سے (۴) المومن ۴۰، حٰم تنزیل الکتاب (۵) سورہ حٰم السجدۃ ۴۱ حٰم تنزیل من (۶) الزخرف ۴۳ حٰم والکتاب المبین (۷) الدخان ۴۴ حٰم والکتاب المبین (۸) الجاثیہ ۴۵ حٰم تنزیل الکتاب (۹) الاحقاف ۴۶ حٰم تنزیل الکتاب (۱۰) طٰہٰ ۲۰ طٰہٰ ما انزلنا (۱۱) النمل ۲۷ طٰسٓ تلك آیت (۱۲) یٰسٓ ۳۶ یٰسٓ والقرآن اور ۱۳ سہ حرفی ہیں جو یہ ہیں: (۱۳) یونس ۱۰ الٓرٰ تلك آیات (۱۴) ھود ۱۱ الٓرٰ کتاب احکمت (۱۵) یوسف ۱۲ الٓرٰ تلك آیات ۱۰۱، ابراہیم ۱۴، الٓرٰ کتاب انزلنا ۱۷، حجر ۱۵، الٓمٓ تلك آیات (۱۸) البقرۃ ۲ الٓمٓ ذلك الکتاب (۱۹) آل عمران ۳ الٓمٓ اللہ لا الہ (۲۰) عنکبوت ۲۹ الٓمٓ احسب الناس (۲۱) الروم ۳۰ الٓمٓ غلبت الروم (۲۲) لقمان ۳۱ الٓمٓ تلك آیات (۲۳) السجدہ ۳۲ الٓمٓ تنزیل الکتاب (۲۴) شعراء ۲۶ طٰسٓمٓ تلك آیات (۲۵) القصص ۲۸ طٰسٓمٓ تلك آیات اور مندرجہ ذیل ۲ چار حرفی ہیں: (۲۶) الاعراف ۷ المص کتاب انزلنہ (۲۷) الرعد ۱۳ المرٰ تلك آیات اور مندرجہ ذیل ۲ پانچ حرفی ہیں: (۲۸) مریم ۱۹ کٓھٰیٰعٓصٓ ذکر رحمۃ (۲۹) الشوریٰ ۴۲ حٰمٓ عسق کذلك یوحی الیك۔

مجموعہ احادیث میں سے کوئی بھی ایسی متصل اور صحیح حدیث مذکور نہیں جو ان حروف کے معانی و مفہوم پر روشنی ڈالتی ہو۔ لہٰذا انہیں ﴿وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کے زمرہ میں شامل کرنا ہی سب سے انسب ہے۔ ان کے متعلق جو اقوال ملتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ مگر احادیث صحیحہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں اور جو نام ان میں مذکور ہیں ان میں ان حروف کا ذکر نہیں۔

۲۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کے ابتدائی حصے ہیں جن کو ملانے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی نام بن جاتا ہے۔ جیسے الر اور حم اور ن کو ملانے سے الرحمٰن بن جاتا ہے۔ یہ توجیہ بھی کچھ درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ الرحمٰن میں بھی م اور ن کے درمیان ایک الف ہے جس کو لکھتے وقت تو کھڑی زبر سے کام چلا کر حذف کیا جا سکتا ہے مگر تلفظ میں تو حذف نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں یہ ایک لفظ تو بن گیا اب اگر مزید کوشش کی جائے تو شاید ایک آدھ لفظ اور بن جائے، سارے حروف کو اس انداز سے ترکیب دینا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے نام بن جائیں ناممکن سی بات معلوم ہوتی ہے۔

۳۔ ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نام ہیں، اور اس سلسلہ میں بالخصوص طٰہٰ اور یٰسٓ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ توجیہ اس لحاظ سے درست نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خود جو اپنے نام بتائے ہیں وہ یہ ہیں۔ محمد، احمد، ماحی (کفر کو مٹانے والا) حاشر اور عاقب۔ (بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۂ صف)

نیز بخاری میں مذکور ہے کہ حبشی زبان میں طٰہٰ کے معنی "اے مرد"! ہیں یا ایسا آدمی جس کی زبان سے کوئی حرف نہ نکل سکے، وہ رک رک کر یا اٹک اٹک کر بات کرے اور یہ بات اس کی زبان میں گرہ کی وجہ سے ہو اور یہ تو واضح ہے کہ رسول ﷺ نعوذ باللہ ایسے نہیں تھے۔

۴۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حروف قرآن کے نام ہیں، جبکہ قرآن نے اپنے نام خود ہی بتا دیئے ہیں جو یہ ہیں۔ الکتاب، کتاب مبین، قرآن، قرآن مجید، قرآن کریم، قرآن عظیم، فرقان، ذکر، تذکرہ، حدیث اور احسن الحدیث ان ناموں کی موجودگی میں ایسے ناموں کی ضرورت ہی کب رہ جاتی ہے، جن کی سمجھ ہی نہ آتی ہو۔

۵۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حروف سورتوں کے نام ہیں۔ یہ قول کسی حد تک درست ہے۔ مثلاً: ص، ق، طٰہٰ، یٰسٓ سورتوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام بھی ہیں۔ سورۃ القلم کو "ن" بھی کہا گیا ہے۔ حوامیم (جمع حم) کا ذکر بھی احادیث میں ملتا ہے۔ تاہم ان میں سے بھی بیشتر سورتیں دوسرے ناموں سے ہی مشہور ہوئیں۔ جن کا ان سورتوں میں امتیاز اذکر آیا ہے۔ پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ کئی سورتوں کے دو دو نام بھی مشہور ہیں۔

۶۔ ایک قول یہ ہے کہ الفاظ میں پورے نظام رسالت کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مثلاً الم میں الف سے مراد اللہ، ل سے مراد جبریل اور م سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ یہ بھی ایسی توجیہ ہے جسے تمام حروف مقطعات پر لاگو نہیں کیا جاسکتا۔

۷۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حروف کفار کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں کہ دیکھ لو کہ انہی مفرد حروف سے تم اپنے کلام کو ترکیب دیتے ہو، پھر تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں اتنا فرق ہے کہ تم سب مل کر بھی قرآن کے مقابلہ میں ایک سورت بھی اس جیسی پیش نہیں کر سکتے۔ یہ توجیہ اس لحاظ سے درست نہیں کہ جب ان الفاظ کا ٹھیک مفہوم متعین ہی نہیں تو پھر چیلنج کیسا؟

۸۔ ایک قول یہ ہے کہ بحساب جمل ان حروف کے عدد نکال کر جمع کرنے سے اس امت کی عمر یا قیامت کی آمد کی مدت کا اشارہ پایا جاتا ہے۔ یہ توجیہ انتہائی غیر معقول ہے۔ ایک تو جمل کے حساب کی شرعاً کچھ حیثیت نہیں۔ دوسرا انسان کے پاس کوئی ایسا علم یا ایسا ذریعہ موجود ہونا ناممکنات سے ہے۔ جس سے قیامت کی آمد کے مخصوص وقت کا حساب لگایا جاسکے۔

۹۔ ایک قول یہ ہے کہ حروف طویل جملوں یا ناموں کے ابتدائی حروف یا مخففات ہیں اور ان کا مفہوم صرف رسول ﷺ ہی جانتے تھے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ گویا یہ عبد اور معبود کے درمیان راز و نیاز کی باتیں ہیں۔ یہ ایسی توجیہ ہے جس کے متعلق ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۰۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ کے سربستہ راز ہیں جو اگرچہ ٹھوس حقائق پر مبنی ہیں تاہم ان پر مطلع ہونا انسان کے بس کی بات نہیں۔ یہی وہ توجیہ ہے جس کی طرف ہم نے ابتدا میں اشارہ کر دیا ہے اور یہی توجیہ سب سے انسب معلوم ہوتی ہے۔ ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی بعض ایسی صفات مذکور ہیں جن کا سمجھنا انسانی عقل کی بساط سے باہر ہے اور ان پر کسی عمل کی بنیاد بھی نہیں اٹھتی۔

رہی یہ بات کہ صحابہ کرام کو جس بات کی سمجھ نہیں آتی تھی تو فوراً رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لیا کرتے تھے اور چونکہ صحابہ کرام نے ان حروف کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کبھی استفسار نہیں کیا لہٰذا معلوم ہوا کہ عربی زبان میں حروف مقطعات کا رواج عام تھا اور صحابہ کرام ان کے معانی بھی خوب جانتے تھے۔ پھر عربی ادب سے کچھ شاذ قسم کی مثالیں بھی پیش کی جاتی ہیں تو یہ خیال درست نہیں جب قرآنی آیات کی پوری تشریحات رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرام کے ذریعہ ہم تک پوری صحت کے ساتھ پہنچ چکی ہیں تو پھر آخر ان حروف کی تشریح و تفسیر ہی ہم تک کیوں نہیں پہنچی۔ بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام خوب سمجھتے تھے کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ کے ایسے راز یا صفات ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی جان نہیں سکتا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کسی صحابی نے آپ سے یہ پوچھا ہو کہ اللہ تعالیٰ جب ہم میں سے ہر ایک کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے تو پھر وہ عرش پر کیسے متمکن ہے؟ یا جب وہ بوقت سحر آسمان سے دنیا پر نزول فرماتا ہے تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب کے کیا معنی؟ ہرگز نہیں۔ بالکل یہی صورت ان حروف مقطعات کی بھی ہے۔ لہٰذا ان کے معانی و مفہوم نہ جاننے کے باوجود انہوں نے کبھی ان کے متعلق استفسار نہیں کیا تھا، کیونکہ یہ حروف متشابہات سے تعلق رکھتے ہیں اور ہمارے لیے یہ بات ہی کافی ہے کہ اس بات پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الٓمّٓ ① ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ②
الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

الف، لام، میم(۱) یہ ایسی کتاب ہے جس میں شک [۲] کی کوئی گنجائش نہیں، اس میں ان ڈرنے والوں کے لیے ہدایت [۳] ہے(۲) جو غیب [۴] پر ایمان لاتے ہیں، نماز [۵] قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں [۶] دے رکھا ہے،

ایمان لائیں کہ یہ بھی اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں، نہ یہ مہمل ہیں، نہ زائد ہیں۔ بلکہ ٹھوس حقائق پر مبنی ہیں۔ البتہ ان کے معانی و مفہوم جاننے کے نہ ہم مکلف ہیں اور نہ ہی ان پر کسی شرعی مسئلے کا دارومدار ہے۔

[۲] یعنی اس کتاب قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے، اس کے نبی کے دل پر اترنے اور نبی کے اس پیغام کو لوگوں تک پہنچا دینے میں کسی مقام پر شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ یہ سب امور اللہ تعالیٰ کی براہ راست نگرانی میں طے پا رہے ہیں۔

۞ ریب کا لغوی مفہوم:۔ ریب دراصل ایسے شک کو کہتے ہیں جس میں اضطراب اور خلجان کا عنصر بھی شامل ہو۔ کفار مکہ کے قرآن کے نزول پر دو طرح کے اعتراض تھے۔ ایک یہ کہ محمد ﷺ خود ہی اس کو تصنیف کر کے ہمیں یہ کہہ دیتا ہے کہ یہ کلام منزل من اللہ ہے اور دوسرا اعتراض یہ تھا کہ یہ قرآن دوسرے عالموں سے سیکھ کر ہمیں سنا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ منزل من اللہ ہے۔ اگر بات اتنی ہی ہوتی تو خلجان اور اضطراب کا کوئی عنصر اس میں شامل نہیں ہوتا تھا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ قرآن جو دعوت پیش کر رہا تھا اس میں سب سے زیادہ زور ہی عقیدۂ آخرت اور اخروی باز پرس پر دیا جا رہا تھا جب کہ کفار مکہ بعث بعد الموت کے کلی طور پر منکر تھے اور انہیں اضطراب اور بے چینی اس بات پر تھی کہ اگر بالفرض قرآن کی دعوت سچی ہے تو پھر ان کی خیر نہیں۔ ان کے اسی اضطراب اور خلجان کو دور کرنے کے لیے اس سورۃ کے تمہیدی الفاظ میں ہی یہ واضح کر دیا گیا کہ اس کتاب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول اور اس کے مضامین سب کچھ قطعی اور یقینی ہیں اور اس پر ایمان لانے والوں کو کسی قسم کا شک اضطراب اور خلجان باقی نہیں رہتا۔ لہٰذا تمہارے اضطراب اور خلجان کا بھی یہی علاج ہے۔ کہ تم اسے تسلیم کر کے اس پر ایمان لے آؤ۔

[۳] ۞ کیا قرآن صرف متقین کیلئے ہدایت ہے یا سب کیلئے:۔ اس مقام پر فرمایا کہ یہ کتاب ڈرنے والوں یا متقین کیلئے ہدایت ہے اور ایک دوسرے مقام پر اسی قرآن کریم کو ھدیً للناس (تمام لوگوں کیلئے ہدایت) (۲:۱۸۵) فرمایا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے، جیسے ایک مقرر کسی جلسہ میں سب حاضرین کو مخاطب کر کے نہایت قیمتی معلومات بتاتا اور انہیں ہدایات دیتا ہے لیکن ان سے تمام حاضرین یکساں مستفیض نہیں ہوتے بلکہ ہر شخص اپنی بساط کے مطابق ان سے استفادہ کرتا اور ان پر عمل پیرا ہوتا ہے اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو مطلقاً کوئی اثر قبول نہیں کرتے۔ یہی صورت قرآنی ہدایات کی بھی ہے۔ ان سے صرف ڈرنے والے یا متقین ہی ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ اگلی تین آیات میں وہ اوصاف یا شرائط بیان کی گئی ہیں جو متقین کے لیے ضروری ہیں۔

[۴] ۞ متقین کے اوصاف:۔ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ بن دیکھی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ چھ چیزیں ہیں جن پر بن دیکھے ایمان لانا ضروری ہے: اللہ پر، اللہ کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، اخروی زندگی پر اور اس بات پر کہ ہر طرح کی بھلائی اور برائی اللہ ہی کی طرف سے مقدر ہوتی ہے۔ ان میں سے کسی چیز پر بھی ایمان نہ ہونے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

[۵] اس کی کم از کم حد دن بھر میں پانچ فرض نمازوں کی بروقت اور باجماعت ادائیگی ہے۔ الا یہ کہ جماعت میں شامل نہ ہونے کے لیے کوئی شرعی عذر موجود ہو۔ یہ دوسری شرط ہوئی۔

[۶] رزق سے مراد صرف مال و دولت ہی نہیں بلکہ ہر وہ نعمت ہے جو جسم یا روح کی پرورش میں مددگار ثابت ہو۔ اگر اللہ نے کسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ عَلٰي هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۣ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَاۗءٌ عَلَيْهِمْ

اُس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں(۳)

نیز وہ آپ ﷺ کی طرف نازل شدہ [۷] (وحی) پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر بھی جو آپ ﷺ سے پہلے (نبیوں پر) اتاری گئی تھی، اور وہ آخرت [۸] (کے دن) پر یقین رکھتے ہیں(۴)

ایسے ہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے [۹] (نازل شدہ) ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح [۱۰] پانے والے ہیں(۵) بلاشبہ جن لوگوں نے (مندرجہ بالا امور کو تسلیم کرنے سے) انکار کر دیا، آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، ان

کو علم و ہنر دیا ہے تو وہ دوسروں کو بھی سکھائے۔ جوانی اور صحت دی تو اسے جہاد میں یا ضعیفوں کی مدد کرنے میں خرچ کرے اور مال و دولت ہے تو اسے فقراء، یتیموں مسکینوں وغیرہ پر خرچ کرے اور اس خرچ کی کم از کم حد فرضی صدقہ یعنی زکوٰۃ ادا کرنا ہے اور بلند تر درجہ یہ ہے کہ جو کچھ ضرورت سے زائد ہو وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دے (۲:۲۱۹) یہ تیسری شرط ہے۔

[۷] نازل شدہ سے مراد صرف قرآن ہی نہیں بلکہ قرآن کا بیان (توضیح و تشریح) بھی ہے جو قرآن میں موجود نہیں مثلاً نماز ادا کرنے کی ترکیب، محل زکوٰۃ اشیاء، نصاب زکوٰۃ اور شرح زکوٰۃ کی تعین وغیرہ لاتعداد ایسے احکام و ہدایات جو قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے کے لیے ضروری تھے۔ نیز وہ سابقہ انبیاء پر نازل شدہ وحی پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ ان دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ آپ پر نازل شدہ وحی پر بالتفصیل ایمان لانا ضروری ہے اور سابقہ انبیاء کی وحی پر اجمالاً کیونکہ قرآنی تصریحات کی رو سے ان کی کتابوں میں تحریف و تبدل ہو چکا ہے۔ یہ چوتھی شرط ہے۔

[۸] ❁ آخرت کا مفہوم اور عقیدہ آخرت کی اہمیت:۔ آخرت کا لفظ ایک جامع اصطلاح ہے جس میں کئی طرح کے عقائد شامل ہیں مثلاً (۱) مرنے پر انسان کی زندگی کا کلیتاً خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ بلکہ مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ پھر اس سے اس کے اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا، لہٰذا وہ اس دنیا میں ایک غیر ذمہ دارانہ زندگی گزارنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ وہ اپنے تمام اعمال کے لیے اللہ کے ہاں جواب دہ ہے (۲) موجودہ نظام کائنات ابدی نہیں بلکہ ایک وقت آنے والا ہے جب یہ سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک دوسرا عالم پیدا فرمائے گا جس میں تمام فوت شدہ انسانوں کو دوبارہ پیدا کر کے اکٹھا کر دے گا اور فرداً فرداً ہر ایک سے اس کے اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا۔ (۳) اس فیصلہ کے مطابق جو لوگ کامیاب قرار دیئے جائیں گے وہ جنت میں داخل ہوں گے اور نافرمان، کافر، مشرک وغیرہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

یوم آخرت کی تفصیلات بے شمار ہیں۔ جنہیں یہاں درج کرنا ممکن نہیں۔ مختصراً یہ کہ ایمان بالآخرۃ، ایمان بالغیب کا اتنا اہم جزو ہے جو انسان کو زندگی کا دھارا بدلنے اور صراط مستقیم کی طرف آنے اور تقویٰ اختیار کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اسی لیے اس کا ایمان بالغیب کے بعد علیحدہ طور پر بھی ذکر کر دیا گیا۔ یہ "ایمان بالآخرت" ہدایت قبول کرنے کے لیے پانچویں شرط ہوئی۔

[۹] دیکھئے یہاں اسلام کے تین اہم بنیادی ارکان کا اجمالاً ذکر کر دیا گیا ہے اور اجمال ہی کی وجہ سے روزہ اور حج کا ذکر نہیں کیا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى
اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ

کے لیے ایک ہی بات ہے (یعنی) وہ ایمان نہیں لائیں گے (۶) اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں [۱۱] پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں [۱۲] پر پردہ پڑ گیا ہے۔ اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے (۷)
اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو (زبان سے تو) کہتے ہیں کہ "ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان

کیونکہ جن لوگوں میں مندرجہ بالا پانچ صفات پیدا ہو جائیں گی، وہ صرف روزہ اور حج ہی نہیں دوسرے تمام شرعی اوامر و نواہی پر عمل کرنے کے لیے از خود مستعد ہو جائیں گے اور درج ذیل حدیث میں نماز روزہ اور زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے۔ حج چونکہ زندگی میں صرف ایک بار اور وہ بھی صاحب استطاعت پر فرض ہے لہٰذا اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

❁ ارکان اسلام کی اہمیت اور ترتیب:۔ طلحہ بن عبیداللہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی بات سمجھ میں نہ آتی تھی اور ہم بھن بھن کی طرح اس کی آواز سنتے رہے، وہ نزدیک آیا تو معلوم ہوا کہ وہ اسلام کی بابت پوچھ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا "اسلام، دن رات میں پانچ نمازیں ادا کرنا۔ اس نے کہا: اس کے علاوہ تو میرے ذمے کچھ نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں "الا یہ کہ تو نفل (یا کوئی نفلی نماز) پڑھے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اور رمضان کے روزے رکھنا۔" اس نے پوچھا: اس کے علاوہ اور تو کوئی روزہ میرے ذمے نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں الا یہ کہ تو کوئی نفلی روزہ رکھے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے زکوٰۃ کے متعلق بتایا تو کہنے لگا: "بس۔ اور تو کوئی صدقہ میرے ذمہ نہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ الا یہ کہ تو نفلی صدقہ کرے۔ پھر وہ پیٹھ موڑ کر چلا تو یہ کہتا جاتا تھا: اللہ کی قسم! میں نہ اس سے بڑھاؤں گا نہ گھٹاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ سچا ہے تو اپنی مراد کو پہنچ گیا (کامیاب ہو گیا) (بخاری، کتاب الایمان، باب الزکوٰۃ من الاسلام)

[۱۰] فلاح سے مراد عذاب دوزخ سے نجات اور جنت میں داخلہ ہے۔ جیسا کہ سورہ آل عمران کی آیت ۱۸۵ میں یہ صراحت موجود ہے۔

[۱۱] ❁ مہر کیسے کافروں کو لگتی ہے؟ اللہ تعالیٰ مہر صرف ان کافروں کے دلوں پر لگاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ارشادات کو خوب سمجھ لینے کے بعد محض اپنی ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے ٹھکرا دیتے ہیں۔ جیسے ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾ (۲۷:۱۴) اور ان لوگوں نے ہٹ دھرمی اور تکبر کی بنا پر (ان حقائق کا) انکار کر دیا جن پر ان کے دل یقین کر چکے تھے اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (۷:۱۰۱) "جس بات کو پہلے ایک دفعہ جھٹلا چکے تھے اس پر ایمان لانے کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔" رہے عام کافر تو ان میں سے کثیر تعداد مسلمان ہوتی ہی رہی ہے۔

[۱۲] دل کا کام بات کو سمجھنا اور کان کا کام سننا ہے اور یہ دونوں اعضاء کسی مخصوص جانب کے پابند نہیں۔ لیکن آنکھ صرف سامنے سے ہی دیکھ سکتی ہے۔ لہٰذا دلوں اور کانوں پر تو مہر کا ذکر کیا گیا اور آنکھ پر صرف پردے کا۔ ایسے لوگ حقائق کو سمجھنے کے لیے کیا تیار ہوں گے جنہیں ان کا سننا اور دیکھنا بھی گوارا نہ ہو۔ کیونکہ کان اور آنکھ ہی تو دل کے دو بڑے دروازے ہیں جن سے دل کو ہر طرح کی معلومات فراہم ہوتی ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا

لائے ہیں۔" حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں(۸) وہ اللہ سے (بھی) دھوکہ بازی کر رہے ہیں اور ان لوگوں سے بھی جو ایمان لائے ہیں۔ ایسے لوگ دراصل اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں مگر (اس بات کو) سمجھ [۱۳] نہیں رہے(۹) ایسے لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اور زیادہ [۱۴] بڑھا دیا۔ اور جو وہ جھوٹ

❁ مہر کیوں اور کب لگتی ہے؟ انسان کو اللہ تعالیٰ نے آنکھیں، کان اور دل اس لیے نہیں دیئے تھے کہ وہ ان اعضاء سے صرف اتنا ہی کام لے جتنا دوسرے حیوان لیتے ہیں اور جانوروں کی طرح صرف اپنے کھانے پینے اور دنیاوی مفادات پر ہی نظر رکھے۔ کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے فہم و دانش کی دوسرے جانوروں سے بہت زیادہ قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ انسان کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتابیں نازل فرمائیں جو انسان کی توجہ کو کائنات میں ہر سو اللہ تعالیٰ کی بکھری ہوئی نشانیوں کی طرف مبذول کرتی ہیں۔ تاکہ انسان ان سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرے۔ پھر اگر انسان کانوں سے قرآن کی آیات کو سننا تک گوارا نہ کرے اور کائنات میں بکھری ہوئی آیات کو آنکھوں سے دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہ کرے تو اس کی ہدایت کی کوئی صورت باقی رہ جاتی ہے؟ اور اس سے بھی بدتر صورت حال ان لوگوں کی ہے جو اللہ کی آیات سن بھی لیتے ہیں اور ان کے دل انہیں سمجھ بھی لیتے ہیں، لیکن وہ اپنی چودھراہٹوں یا بعض دوسرے دنیوی مفادات کی خاطر حق کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے، بلکہ الٹا مخالفت اور تعصب پر اتر آتے ہیں تو ایسے لوگوں کی آئندہ ہدایت پانے کی بھی کوئی صورت باقی نہیں رہ جاتی اور اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے دلوں اور کانوں پر مہر لگانے اور آنکھوں پر پردہ ڈالنے سے تعبیر فرمایا ہے اور اسی بات کی تائید درج ذیل مرفوع حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے اور استغفار کرے اور توبہ کرے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر دوبارہ کرے تو نقطہ بڑھ جاتا ہے حتیٰ کہ دل پر چھا جاتا ہے اور یہی وہ زنگ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (ترمذی، ابواب التفسیر)

❁ مہر لگانے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں؟ رہی یہ بات کہ اگر کافروں کے دلوں اور کانوں پر مہر ان کی اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے لگتی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس فعل کو اپنی طرف منسوب کیوں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی اللہ ہی کا قانون ہے کہ جن اعضاء یا جن قویٰ سے انسان کام لینا چھوڑ دیتا ہے یا ان کی فراہم کردہ معلومات کو پس پشت ڈال دیتا ہے تو ان اعضاء اور قویٰ کی استعداد از خود زوال پذیر ہو کر ختم ہو جاتی ہے۔ مثلاً انسان اگر اپنے بازو سے کچھ مدت کوئی کام نہ لے اور اسے حرکت تک نہ دے تو وہ از خود شل ہو جائے گا، اس میں حرکت کرنے کی استعداد باقی ہی نہیں رہے گی اور یہ قانون بھی چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کا بنایا ہوا ہے۔ لہٰذا اس فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف درست ہوئی۔ اگرچہ یہ انسان کے اپنے ہی شامت اعمال کے نتیجہ میں واقع ہوتی ہے۔

[۱۳] وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر وہ اللہ اور مومنوں سے دغابازی کرنا چاہیں بھی تو ایسا کر نہیں سکتے۔ کیونکہ اللہ تو دلوں کے راز تک جانتا ہے اور ان ارادوں اور حرکات سے مسلمانوں کو اپنے رسول ﷺ کے ذریعے مطلع کر دیتا ہے۔ اس طرح ان کی دغابازی کا وبال انہیں پر پڑے گا اور وہی ذلیل و رسوا ہوں گے۔

[۱۴] مرض سے مراد نفاق، دین اسلام سے نفرت اور مسلمانوں سے حسد اور عناد ہے۔ پھر جوں جوں اسلام اور اہل اسلام کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَكْذِبُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَلَآ
اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ
قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا لَقُوا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ

بک[۱۵] رہے ہیں اس کے عوض ان کے لیے دکھ دینے والا عذاب ہے(۱۰) اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد[۱۶] بپا نہ کرو، تو کہتے ہیں کہ "ہم ہی تو اصلاح[۱۷] کرنے والے ہیں۔"(۱۱) خوب سن لو کہ حقیقتاً یہی لوگ مفسد ہیں مگر وہ (یہ بات) سمجھتے[۱۸] نہیں(۱۲) اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسے اور لوگ[۱۹] ایمان لائے ہیں، تو کہتے ہیں کیا ہم ایسے ایمان لائیں، جیسے احمق لوگ ایمان لائے ہیں؟" خوب سن لو! (حقیقتاً) یہی لوگ احمق ہیں مگر وہ (یہ بات) جانتے[۲۰] نہیں(۱۳)

ایسے لوگ جب ایمانداروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "ہم ایمان لا چکے ہیں۔" اور جب علیحدگی میں اپنے شیطانوں (کافر دوستوں) سے ملتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ (حقیقتاً تو) ہم تمہارے ہی ساتھ ہیں اور ان (ایمان

شوکت بڑھتی گئی، ان کی بیماری میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔

[۱۵] یہ جھوٹ ان کا وہی دعویٰ تھا جو وہ کہتے تھے کہ ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ جب کہ ان کے اعمال اور ان کی حرکات و سکنات اس دعویٰ کی مخالف سمت میں تھیں۔ اسی لیے انہیں دردناک عذاب ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (۴:۱۴۵) بلاشبہ منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔

[۱۶] ان کا فساد یہ تھا کہ ان کی دلی ہمدردیاں تو کافروں سے تھیں اور مسلمانوں میں شامل رہ کر ان کے حالات سے انہیں باخبر رکھتے اور ان کے لیے جاسوسی کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ نئے اور ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کو حیلوں بہانوں سے برگشتہ کرتے تھے اور جنگ کی صورت میں مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔

[۱۷] یعنی ہم ہر ایک سے صلح رکھنا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ پہلے کی طرح سب شیر و شکر ہو کر رہیں اور نئے دین (اسلام) کی وجہ سے جو مخالفت بڑھ رہی ہے وہ ختم ہو جائے۔

[۱۸] یعنی اس لگائی بجھائی اور ان کی حرکات و سکنات سے کافروں کا بھی ان سے اعتماد اٹھ جائے گا اور ان کی حیثیت "دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا" کے مصداق ہو جائے گی تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کے اعمال سراسر فتنہ و فساد پر مشتمل تھے۔

[۱۹] اس آیت میں الناس سے مراد سچے مومن ہیں، یعنی مہاجرین و انصار وغیرہ اور منافق انہیں احمق اس لیے کہتے تھے کہ یہ سچے مومن تھے۔ منافقوں کی طرح مفاد پرست نہیں تھے بلکہ دین کی خاطر کٹھن سے کٹھن حالات کا مقابلہ کرنے حتیٰ کہ جان تک دینے کو بھی تیار رہتے تھے۔

[۲۰] یعنی وہ یہ نہیں جانتے کہ دین و ایمان اور اصولوں پر وقتی اور دنیوی مفادات کو ترجیح دینا ہی سب سے بڑی حماقت ہے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي
اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا

والوں سے تو) محض مذاق کرتے ہیں ﴿۱۴﴾ اللہ تعالیٰ اُن کا مذاق اڑا رہا ہے[۲۱] اور انہیں ان کی سرکشی میں ڈھیل دیئے جا رہا ہے جس میں وہ[۲۲] اندھوں کی طرح بھٹکے چلے جا رہے ہیں ﴿۱۵﴾ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید لیا۔ ان کی اس تجارت نے انہیں کچھ نفع نہ دیا اور نہ ہی وہ ہدایت پانے والے تھے ﴿۱۶﴾

ان منافقوں کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے (اندھیرے میں) آگ جلائی۔ جب اس آگ نے سارے ماحول کو روشن کر دیا تو (عین اس وقت) اللہ نے ان (کی آنکھوں) کے نور کو سلب کر لیا اور انہیں (پھر سے) اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ (کچھ بھی) دیکھ نہیں سکتے۔[۲۳] ﴿۱۷﴾

یہ وقتی مفادات کیا تھے؟ وہ مسلمانوں کی طرف سے ان کے جان و مال کی حفاظت، مسلمانوں سے رشتے ناطے کرنا اور اگر جنگ میں شامل ہوں۔ خواہ ان کے دلی ارادے کیسے ہی ناپاک ہوں۔ فتح کی صورت میں انہیں اموال غنیمت سے حصہ مل جاتا تھا۔

[۲۱] ۞ اوصاف کاسدہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں؟ قرآن کی بعض آیات میں بعض اوصاف ذمیمہ مثلاً استہزاء مکر اور خدع کی اللہ تعالیٰ کی طرف جو نسبت کی گئی ہے، یہ محض اہل عرب کے محاورہ کی وجہ سے ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن اہل عرب اور بالخصوص قریش کے محاورہ کے مطابق نازل ہوا ہے۔ ایسے افعال اللہ تعالیٰ کی طرف کبھی اکیلے منسوب نہیں ہوتے بلکہ کافروں کے افعال کے جواب کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ عرف عام میں ایسی صورت کو "مشاکلہ" کہتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسے اوصاف سے پاک ہے۔ ایسے عرب محاوروں کی ایک مثال درج ذیل آیت میں بھی موجود ہے۔

﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ (۴۲:۴۰) برائی کا بدلہ اس کے مثل (یا اتنی ہی) برائی ہے۔

حالانکہ جو برائی کا بدلہ لے اسے برائی نہیں بلکہ انصاف کہنا زیادہ مناسب ہے۔ لیکن محاوروں میں برائی کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے جواباً مذاق اڑانے سے مراد منافقوں کو ان کے استہزاء کا پورا پورا بدلہ دینا ہے، نہ کہ ان کی طرح کا مذاق اڑانا۔ مگر محاورہ میں استہزاء کا لفظ ہی جواب کے طور پر استعمال ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان کے استہزاء کا جواب اس صورت میں دے گا کہ عنقریب ان کے سارے پول کھول دے گا۔ جس سے یہ لوگ دنیا میں ذلیل و رسوا ہوں گے اور آخرت میں عذاب الیم سے دوچار ہوں گے۔

[۲۲] عَمِهَ بمعنی دل کا اندھا یا نور بصیرت سے خالی ہونا ہے، جبکہ آنکھ کے اندھے کے لیے عمی کا لفظ آتا ہے۔ گویا منافقوں کو حق بات سوجھتی ہی نہیں۔

[۲۳] ۞ منافقوں کی مثال (۱):۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی صورت حال بیان فرمائی ہے۔ یہ آگ جلانے والا شخص خود رسول اللہ ﷺ ہیں جنہوں نے کفر و ضلالت کی تاریکیوں میں اسلام کی شمع روشن اور حق کو باطل سے، صحیح کو غلط سے اور راہ راست کو گمراہیوں سے چھانٹ کر بالکل نمایاں کر دیا۔ اب جو لوگ (سچے مومن) دیدۂ بینا رکھتے تھے۔ انہیں سب کچھ واضح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّ
بَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾
يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۭ كُلَّمَآ اَضَاۗءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ
اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا ع ۲

ایسے لوگ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں۔[۲۴] یہ (ایمان لانے کی طرف) لوٹ کر نہیں آئیں گے (۱۸)
یا (پھر ان منافقوں کی مثال یوں سمجھو) جیسے آسمان سے زوردار بارش ہو رہی ہو جس میں تاریکیاں بھی ہوں، بجلی کی گرج بھی ہو اور چمک بھی۔ یہ لوگ بجلی کے کڑکے سن کر موت کے ڈر کے مارے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں جبکہ اللہ ان کافروں کو ہر طرف سے گھیرے میں لیے ہوئے ہے (۱۹) (ان کی حالت یہ ہو رہی ہے کہ) عنقریب ہی بجلی ان کی بصارت کو اچک لے گی۔ جب بجلی کی چمک سے کچھ روشنی پڑتی ہے تو چل پڑتے ہیں اور جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو ٹھہر جاتے ہیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو (اس حال میں کڑک سے) ان کی سماعت کو اور (چمک سے) ان کی بصارت[۲۵] کو سلب کر سکتا تھا، (کیونکہ) اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے (۲۰)

طور پر نظر آنے لگا۔ مگر یہ منافقین جو اپنی مفاد پرستی کی وجہ سے اندھے ہو رہے تھے۔ انہیں اس روشنی میں بھی کچھ نظر نہ آیا۔ ان کے اس طرح اندھے بنے رہنے کو ہی اللہ تعالیٰ نے ﴿ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ﴾ سے تعبیر کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ویسی ہی ہے جیسے ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ﴾ میں ہے جس کی وضاحت ہم نے کر دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ منافقوں کو خود نور صداقت دیکھنا گوارا نہیں تو اللہ نے بھی انہیں تاریکیوں میں بھٹکتا چھوڑ دیا۔ اللہ کا قانون ہرگز یہ نہیں کہ کسی کو زبردستی ہدایت دے بلکہ اس کا قانون یہ ہے کہ جدھر کوئی چلتا ہے اللہ تعالیٰ ادھر ہی اسے چلنے میں مدد کیے جاتا ہے۔ (۱۷:۲۰)

[۲۴] آخر ان منافقوں کی حالت یہ ہو گئی کہ یہ حق بات سننے کے لیے بہرے، حق کہنے کے لحاظ سے گونگے ہیں اور حق سامنے موجود ہو تب بھی انہیں نظر نہیں آتا۔

[۲۵] ❁ منافقوں کی مثال (۲):۔ یہ ایک دوسری قسم کے منافقوں کی مثال بیان کی گئی ہے۔ پہلی قسم کے منافق تو وہ تھے جن کے دل میں کفر ہی کفر تھا۔ مگر مفاد پرستی کی خاطر مسلمانوں کے سامنے اسلام کا دعویٰ کرتے تھے، اور یہ دوسری قسم ان منافقوں کی ہے جو شک اور تذبذب کا شکار ہیں۔ اس مثال میں زوردار مینہ سے مراد اسلامی احکامات کا نزول ہے جو پے در پے ہو رہے تھے اور جو جملہ انسانیت کے لیے رحمت ہی رحمت تھے اور اس میں تاریکیوں اور کڑک سے مراد وہ مصائب و مشکلات ہیں جو مسلمانوں کو اقامت دین کے سلسلہ میں پیش آ رہی تھیں اور چمک سے مراد وہ کامیابیاں اور کامرانیاں ہیں جو مسلمانوں کو حاصل ہو رہی تھیں۔ اب جب کوئی کڑک کی آواز یا مصیبت مسلمانوں کو درپیش ہوئی تو یہ منافق اپنی جان بچانے کی خاطر مسلمانوں سے الگ ہو کر حفاظتی اقدامات کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس صورت میں بھی ان کو ہلاک کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے اور مسلمانوں کی کامیابی اور ان کی مسلمانوں سے علیحدگی ہی ان کی موت کا باعث بن سکتی تھی۔ پھر جب معاملہ ذرا سہل ہو جاتا ہے اور مصائب چھٹ جاتے ہیں تو یہ لوگ اسلام کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں اور جب کوئی سخت احکام نازل ہوتے ہیں تو وہیں ٹھٹک کر کھڑے رہ جاتے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو پہلی قسم کے منافقوں کی طرح ان کی بصارت اور سماعت کو بھی سلب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا
وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا
وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَ
ادْعُوْا شُهَدَاۗءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ

اے لوگو! [۲۶] اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے لوگوں کو بھی۔۔۔۔ (اور اس کی عبادت اس لیے کرو) کہ تم پرہیزگار بن سکو (۲۱) اس اللہ کی (عبادت کرو) جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنادیا، اور آسمان سے پانی برسایا جس سے تمہارے کھانے پینے کو پھل پیدا کئے۔ لہٰذا دوسروں کو اللہ کا شریک نہ بناؤ اور (یہ باتیں) تم جانتے بھی ہو (۲۲)

اور (اے کافرو!) اگر تمہیں اس کلام میں [۲۷] ہی شک ہے جو ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر نازل کیا ہے تو تم بھی اس جیسی ایک سورت ہی بنالاؤ۔ اور اللہ کو چھوڑ کر اپنے سب ہم نواؤں کو بھی بلالو۔ اگر تم سچے ہو (تو تمہیں یہ کام ضرور کر دکھانا چاہیے) (۲۳)

کرسکتا تھا۔ مگر اللہ کا قانون ہی یہ ہے کہ جو شخص جس حد تک دیکھنا اور سننا چاہتا ہے۔ اسے اس حد تک سننے اور دیکھنے دیا جائے، اگرچہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[۲۶] ۞ دلائل توحید:۔ مدینہ میں موجود تین طرح کے لوگوں کا ذکر کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں سے مشترکہ خطاب فرما کر انہیں اسلام کی بنیادی دعوت کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا کہ تم لوگ یہ خوب جانتے ہو کہ اللہ ہی نے تمہیں بھی اور تم سے پہلے لوگوں کو بھی پیدا کیا۔ پھر تمہارے لیے زمین کو مستقر اور آسمان کو محفوظ چھت بنادیا کہ کوئی سیارہ اوپر سے گر کر زمین کو تہس نہس نہیں کر دیتا۔ پھر تمہاری تمام ضروریات زندگی اسی زمین سے وابستہ کر دیں اور گاہے گاہے آسمان سے بارش برسا کر تمہارے کھانے پینے کی چیزیں اور پھل وغیرہ بھی وہی تمہیں مہیا کرتا ہے، تو پھر تمہیں عبادت بھی صرف اسی کی کرنی چاہیے اور کسی دوسرے کو اس کے اقتدار و تصرف میں شریک سمجھ کر اس کی عبادت نہ کرنی چاہیے۔ اسی صورت میں یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ تم عذاب اُخروی سے بچ سکو۔

[۲۷] ۞ قرآن کا چیلنج اور اس کی معجزانہ حیثیت:۔ اس آیت میں خالصتاً کافروں کو خطاب کیا جارہا ہے کہ اگر تمہیں اس کلام (قرآن) کے اللہ کا کلام ہونے میں شک ہے تو پھر تم سب مل کر اس جیسی ایک سورت ہی بنا کر دکھاؤ۔ حقیقت حال از خود تم پر واضح ہو جائے گی۔ کافروں کو اس قسم کا چیلنج قرآن کریم میں چار اور مقامات پر بھی کیا گیا ہے یعنی سورۂ یونس کی آیت نمبر ۳۸، سورۂ ہود آیت نمبر ۱۳، سورۂ بنی اسرائیل آیت ۸۸ اور سورہ طور کی آیت نمبر ۳۴ میں اور یہ ایسا چیلنج ہے۔ جس کا جواب کفار سے نہ اس دور میں میسر آسکا نہ آج تک میسر آیا ہے اور نہ ہی آئندہ تا قیامت میسر آسکے گا اور قرآن کریم کی یہ اعجازی حیثیت آج تک بدستور مسلّم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ انبیاء کو ایسی چیز بطور معجزہ دی جاتی ہے۔ جس کی اس زمانہ میں دھوم مچی ہوئی ہو۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ساحری اپنی انتہائی بلندی پر پہنچی ہوئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو ایسے معجزات عطا کئے جن کے آگے فرعون کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے بڑے جادوگروں کو سربسجود ہونے کے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب اپنی انتہائی بلندیوں کو پہنچی ہوئی تھی۔ بقراط، ارسطالیس، لقمان اور جالینوس جیسے حکماء کا ڈنکا بجتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزات عطا کئے جو ان حکماء کی دسترس سے ماوراء تھے۔ بھلا کون سا حکیم مردوں کو زندہ کر سکتا تھا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عربی زبان کی فصاحت و بلاغت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے شعراء میں باہمی مقابلے ہوتے تھے اور مقابلہ میں بہترین قرار دیئے جانے والے شعراء کا کلام کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دیا جاتا تھا۔ سبع معلقات اسی دور کی یادگار ہے۔ جو آج بھی متداول ہے۔ ایسے ہی شعراء ادباء اور خطباء کو اللہ تعالیٰ نے چیلنج کیا اور فرمایا کہ اپنے سب مددگاروں، جنوں یا انسانوں اور اپنے دیوتاؤں اور معبودوں سب کی مدد لے کر اس قرآن جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔ لیکن یہ سب لوگ ایسا کلام پیش کرنے میں عاجز ثابت ہوئے۔

پھر قرآن کا اعجاز صرف فصاحت و بلاغت تک ہی محدود نہ تھا اس کے مضامین کی ندرت اور حقائق سے نقاب کشائی اور غیب کی اطلاعات ایسے اوصاف تھے جو انسان کی بساط سے باہر تھے۔

❁ رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر دلیل:۔ اب دوسری طرف یہ صورتِ حال تھی کہ اس قرآن کو پیش کرنے والے رسول اللہ ﷺ خود اُمی تھے، لکھنا پڑھنا تک نہیں جانتے تھے۔ آپ ﷺ کا کوئی استاد بھی نہ تھا۔ ان کی طرف سے اس طرح کا کلام پیش کیا جانا مزید باعث حیرت و استعجاب تھا۔

لہٰذا قرآن کی اس اعجازی حیثیت سے تین باتوں کا از خود ثبوت مہیا ہو جاتا ہے۔ (۱) اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت (۲) قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے کا ثبوت (۳) اور آپ ﷺ کے رسول برحق ہونے کا ثبوت۔

اب ہم قرآن کے چند امتیازی پہلوؤں کی وضاحت پیش کریں گے۔

❁ قرآن کے امتیازی پہلو:۔ ۱۔ پہلے انبیاءؑ کو جتنے معجزات عطا کئے گئے وہ سب وقتی اور عارضی تھے، کسی نے دیکھے اور کسی نے صرف سنے تھے۔ مگر قرآن کو سب دیکھ سکتے ہیں اور اس وقت سے لے کر تا قیامت دیکھ سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ ایک زندۂ جاوید، دائمی اور لازوال معجزہ ہے۔

۲۔ اس کی اعجازی حیثیت صرف یہی نہیں کہ اس دور کے فصحاء اور بلغاء اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر رہ گئے تھے۔ بلکہ آج تک اس کی زبان ادب کی زبان تسلیم کی جاتی ہے۔ جو درجہ ہندوستان میں اردوئے معلیٰ کو حاصل ہے۔ وہی درجہ قرآن کو عام لوگوں کی ادبی زبان پر حاصل ہے اور اس کی عربی زبان پر اتنی گہری چھاپ ہے کہ عربی زبان تغیرات زمانہ کی دستبرد سے آج تک بہت حد تک محفوظ ہے۔ اگر بالفرض محال قرآن کی زبان نہ محفوظ رہتی تو اس کے مقابلہ میں غالباً آج کی عربی زبان پہچانی بھی نہ جا سکتی۔

۳۔ قرآن کی اعجازی حیثیت کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ یہ اس ہستی کی زبان سے ادا ہوئی جو فصاحت و بلاغت سے سابقہ شناسائی تو درکنار، لکھنا پڑھنا تک نہ جانتے تھے۔ آپ ﷺ کی نبوت سے پہلے کی زبان عام اُمی لوگوں جیسی ہی تھی۔ آپ ﷺ کو نبوت سے پہلے عبادت گزاری سے تو دلچسپی ضرور تھی۔ مگر عربی ادب سے قطعاً ناآشنا تھے۔

۴۔ قرآن کی حکمتِ نظری یہ ہے کہ اس کے دلائل نہایت سادہ اور عام فہم ہیں۔ خواہ یہ دلائل توحید پر ہوں یا آخرت کے قیام اور دوبارہ زندگی پر، اور ایسی اشیاء سے پیش کیے گئے ہیں جو ہر انسان کے مشاہدہ اور تجربہ میں آتی رہتی ہیں۔ یہاں نہ تثلیث کا گورکھ دھندا ہے، نہ نیکی اور بدی کے الگ الگ خداؤں کا اور نہ لاتعداد خداؤں کی کارسازی کا۔ لہٰذا اس کو سمجھنے میں کسی کو کوئی ابہام یا دشواری پیش نہیں آتی۔ پھر چونکہ دلائل فصیح زبان میں پیش کئے گئے ہیں۔ لہٰذا اس سے اونٹوں کو چرانے والے اعرابی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی اسی طرح لطف اندوز ہوتے تھے جس طرح فصحاء اور بلغاء لطف اندوز ہوتے تھے، جب ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ﴾ کے الفاظ نازل ہوئے تو ایک اعرابی سجدہ میں گر پڑا اور کہنے لگا میں اس کی فصاحت کو سجدہ کرتا ہوں۔ جب سورۂ کوثر کی تین مختصر سی آیات نازل ہوئیں تو اسے سیدنا علی ؓ نے بیت اللہ میں جا لٹکایا جہاں معروف عرب شعراء لٹکایا کرتے تھے، تو اس کے نیچے کسی نے لکھ دیا کہ ﴿مَاهٰذَا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾ غرض ایسے واقعات بے شمار ہیں اور غالباً اسی وجہ سے کفار قرآن کو سحر بلکہ سحر مبین کہا کرتے تھے۔

۞ اشتراکیت کی ناکامی کی وجہ:۔ ۵۔ قرآن کی حکمت عملی یہ ہے کہ اس کے تمام تر احکام اس کے پیش کردہ نظریہ کے مطابق ہیں اور قابل عمل بھی، خواہ وہ انفرادی حیثیت رکھتے ہوں یا اجتماعی معاملات سے متعلق ہوں یا عبادات سے، معاشرتی احکام ہوں یا معاشی، ملکی خارجہ پالیسی سے متعلق ہوں یا اندرونی پالیسی سے سب کے سب قابل عمل ہیں اور عمل میں لائے جا چکے ہیں۔ اپریل ۱۹۱۷ء میں روس میں اشتراکی حکومت قائم ہوئی اور پون صدی بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ دم توڑ گئی۔ اس ۷۵ سال کے عرصہ میں ایک دن بھی ایسا نہیں آیا جب اشتراکیت کے مرکز روس میں بھی اشتراکی نظریہ کے مطابق حکومت کی جا سکی ہو اور اس ناکامی کی وجہ یہ تھی کہ اشتراکی نظریات انسانی فطرت کے خلاف تھے اور ان میں انفرادی مفادات کو اجتماعی مفادات کی خاطر کچل دیا گیا تھا۔ مگر اسلام کی تعلیم اور اس کے احکام انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ نہ ہی اس کی حکمت نظری اور حکمت عملی میں کوئی تضاد یا تصادم ہے۔ اگر مسلمان صحیح طور پر اسلامی احکام پر کاربند ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ انہیں دنیا میں سربلندی اور سرخروئی حاصل نہ ہو۔ گویا قرآن کی تعلیم صرف یہی نہیں کہ وہ قابل عمل ہے۔ بلکہ اپنے پیروکاروں کو بلند مقام پر فائز کرنے کی اہلیت بھی رکھتی ہے۔

۶۔ قرآن عظیم کا چھٹا امتیاز اس کی جامعیت اور ہمہ گیری ہے جو انسانی زندگی کے جملہ پہلوؤں کو محیط ہے اور یہ ایسی خصوصیت ہے جو نہ کسی دوسری الہامی کتاب میں پائی جاتی ہے۔ نہ کسی دوسرے مذہب میں۔ پھر یہ صرف دنیا کی زندگی کے لیے ہدایت نہیں دیتی بلکہ مابعد الطبیعیات پر پوری روشنی ڈالتی ہے۔

۷۔ قرآن کا ساتواں امتیاز یہ ہے کہ اس کے احکام عام حالات میں ایک اوسط درجہ کی طاقت کے انسان کی استعداد کا لحاظ رکھ کر کیے گئے ہیں۔ پھر معاشرہ کے معذور لوگوں اور بدلتے ہوئے حالات کا لحاظ رکھ کر ان احکام میں رخصت یا رعایت رکھی گئی ہے۔ تاکہ کسی موقعہ پر بھی لوگوں کو اس کے احکام پر عمل پیرا ہونے میں دشواری پیش نہ آئے۔ بالفاظ دیگر قرآن کریم کا کوئی حکم ایسا نہیں جو تکلیف مالا یطاق کے ضمن میں آتا ہو۔

۞ قرآن کا اصل موضوع:۔ ۸۔ قرآن پاک کا آٹھواں اور نہایت اہم امتیاز یہ ہے کہ یہ اپنے موضوع سے ادھر ادھر بالکل نہیں ہٹتا۔ اس کا اصل موضوع انسان کی ہدایت ہے یعنی وہ راستہ جس پر چلنے سے انسان کی دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی۔ قرآن عظیم کا کوئی صفحہ، کوئی سورت، کوئی آیت کوئی سطر نکال کے دیکھ لیجئے، خواہ یہ احکام سے متعلق ہو یا دلائل سے یا سابقہ اقوام کی سرگزشت اور ان کے انجام سے، ہر ہر مقام پر آپ کی ہدایت کے لیے کوئی نہ کوئی سبق موجود ہوگا۔

۞ قرآن میں بے کار بحثوں سے اجتناب:۔ ۹۔ قرآن کا نواں امتیاز ایجاز ہے یعنی ایسی تفصیل میں وہ ہرگز نہیں جاتا جس کا ہدایت سے کچھ تعلق نہ ہو۔ مثلاً قرآن نے ام موسیٰ علیہا السلام کی طرف وحی کا تو ذکر کیا مگر اس کا نام نہیں لیا۔ سیدنا آدم کو جنت میں ایک درخت کے نزدیک نہ جانے کے حکم کا ذکر کیا مگر درخت کا نام نہ لیا۔ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اَهِلَّة یعنی نئے چاندوں یا اشکال قمر کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے اشکال قمر کی وجہ بتانے کے بجائے جواب کا رخ اس طرف موڑ دیا جو انسان کی ہدایت سے تعلق رکھتی تھی کیونکہ اشکال قمر کی وجہ جاننے میں انسان کی ہدایت کا کوئی پہلو نہ تھا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ

پھر اگر تم یہ کام نہ کر سکو اور یقیناً تم کر[۲۸] بھی نہ سکو گے، تو پھر اس (دوزخ کی) آگ سے ڈر جاؤ۔[۲۸-۱] جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ (وہ دوزخ کی آگ ایسے ہی) کافروں کے[۲۹] لیے تیار کی گئی ہے(۲۴) اور

اصحاب کہف کی تعداد سے متعلق بحث و کرید کرنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ ایسی بے کار بحثوں کا ہدایت سے کچھ تعلق نہیں ہوتا اور ایسی بحثیں صرف وقت کے ضیاع اور بے عملی کا باعث ہی نہیں بنتیں بلکہ بسا اوقات تفرقہ بازی کی بنیاد بھی بن جاتی ہیں۔

۱۰۔ اور قرآن پاک کا دسواں اور اہم امتیاز یہ ہے کہ اس نے کبھی کسی نبی اور رسول کی سیرت و کردار کو داغدار نہیں کیا۔ بائیبل میں بعض انبیاء کی سیرت و کردار پر جس طرح سوقیانہ حملے کیے گئے ہیں۔ اس کا ذکر ہم کسی دوسرے مقام میں کر رہے ہیں۔

۱۱۔ اور گیارہواں امتیاز اس کی شائستہ اور مہذبانہ زبان ہے۔ گالی گلوچ یا فحش الفاظ سے کلیتاً اجتناب کیا گیا ہے۔ زلیخا کو سیدنا یوسف علیہ السلام سے فی الواقع انہی معنوں میں عشق تھا جو مشہور و معروف ہیں لیکن وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو استعمال نہیں فرمایا کیونکہ یہ لفظ سوقیانہ اور بازاری قسم کا ہے جس سے فحاشی کی بو آتی ہے۔ اسی طرح اسلام کے بدترین دشمنوں کا بھی نام نہیں لیا۔ بلکہ ان میں سے بعض کے اوصاف ایسے بیان کر دیئے ہیں جس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ان آیات کا روئے سخن فلاں شخص کی طرف ہے۔ اس کلیہ سے استثناء صرف ابولہب کے لیے ہے۔ جس کی چند در چند وجوہ ہیں جن کا ذکر مناسب مقام پر سورۂ لہب میں کر دیا گیا ہے۔

الغرض قرآن کے امتیازات و عجائب اس قدر ہیں کہ ان کا احاطہ کرنا انسان کی بساط سے باہر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جس قدر غور و فکر اور گہرائی کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا جائے، نئے سے نئے پہلو سامنے آنے لگتے ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قرآن ایسی کتاب ہے جس کے عجائب ختم ہونے میں نہیں آسکتے۔

[۲۸] ۞ جہنم کا ایندھن کون سی اشیاء ہوں گی؟ اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی علم تھا کہ ایسا کلام پیش کرنا انسان کے بس سے باہر ہے اور یہ جو پانچ مرتبہ قرآن میں کفار کو چیلنج کیا گیا ہے تو یہ ان پر اتمام حجت کے لیے ہے کہ اگر ان واضح دلائل کے بعد کوئی کفر پر اڑا رہتا ہے تو اسے اس دوزخ کے عذاب سے ڈر جانا چاہیے۔ جس کا ایندھن انسان ہی نہیں معدنی پتھر (جیسے پتھری کوئلہ، گندھک) وغیرہ بھی ہوں گے جو آگ کی حدت کو بیسیوں گنا تیز کر دیتے ہیں۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس آیت میں حجارۃ سے مراد پتھر کے وہ بت ہیں جن کی پوجا کی جاتی رہی اور اس قول کی تائید اس آیت سے بھی ہو جاتی ہے۔ ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ (۹۸:۲۱) "تم بھی اور اللہ کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو سب دوزخ کا ایندھن بنو گے۔" تاکہ کافروں کو اپنے معبودوں کی خدائی کی حقیقت معلوم ہو سکے اور ان کی حسرت میں مزید اضافہ ہو۔

[۲۸-الف] ۞ تقویٰ کا لغوی مفہوم:۔ اتقاء یا تقویٰ کا معنی اپنے اعمال کے انجام سے ڈر جانا ہے۔ اور اس کے مادہ وَ قَ یَ میں تین باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں: (۱) ڈرنا۔ (۲) بچنا۔ (۳) پرہیز کرنا۔ گویا تقویٰ کے معنی اپنے نفس کو ہر اس چیز سے بچانا ہے جس سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور شرعی اصطلاح میں اپنے آپ کو ہر اس چیز سے بچانے کا نام تقویٰ ہے جو گناہ کا موجب ہو۔ اور جن امور سے شریعت نے منع کیا ہے انہیں چھوڑنے سے یہ بات حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر تقویٰ کا مفہوم محض نواہی کو چھوڑنے تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ اوامر کی بجاآوری کو بھی اپنے اندر شامل کر لیتا ہے۔ کیونکہ جیسے بے حیائی کے کام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

(اے پیغمبر ﷺ) جو لوگ ایمان [۳۰] لائیں اور اچھے کام کریں انہیں خوشخبری دے دیجئے کہ ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ جب بھی انہیں کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے "یہ تو وہی پھل ہیں جو ہمیں اس سے پہلے (دنیا میں) دیئے جا چکے ہیں۔" کیونکہ جو پھل انہیں دیا جائے گا وہ شکل و صورت [۳۱] میں دنیا کے پھل سے ملتا جلتا ہوگا۔ نیز ان (ایمان والوں) کے لیے وہاں پاک و صاف [۳۲] بیویاں (بھی) ہوں گی۔ اور وہ ان باغات میں ہمیشہ قیام پذیر رہیں گے (۲۵)

اللہ تعالیٰ قطعاً اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ کسی مچھر یا اس سے بھی کسی حقیر تر چیز کی مثال بیان کرے۔ [۳۳] سو جو لوگ ایمان لا چکے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان کے پروردگار کی طرف سے پیش کردہ مثال بالکل

کرنا گناہ ہے ویسے ہی نماز یا روزہ وغیرہ ادا نہ کرنا بھی گناہ ہے۔ اور تمام تر عبادات کا بنیادی مقصد انسان کے اندر تقویٰ پیدا کرنا ہے یعنی وہ ہر کام کے کرنے سے پہلے اس کا انجام سوچتا ہے اور اس انجام کو ملحوظ رکھ کر اسے اختیار کرتا یا چھوڑتا ہے۔ اور چونکہ انجام سے دوچار کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا تقویٰ کے مفہوم میں گناہوں کے انجام سے ڈرنے اور بچنے کے ساتھ ساتھ اللہ سے ڈرنا اور ہر وقت اس بات کا خیال رکھنا از خود شامل ہو جاتا ہے۔

[۲۹] اس سے معلوم ہوا کہ دوزخ وجود میں لائی جا چکی ہے (اور اسی طرح جنت بھی) اور یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ جبکہ بعض لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ جنت اور دوزخ عالم آخرت میں جزا و سزائے اعمال کے وقت تیار کئے جائیں گے۔

[۳۰] قرآن کریم میں آپ اکثر یہ بات ملاحظہ کریں گے کہ جہاں کہیں کفار اور ان کی وعید کا ذکر آتا ہے وہاں ساتھ ہی مومنوں اور ان کی جزا کا ذکر بھی ساتھ ہی کر دیا جاتا ہے اور اس کے برعکس بھی یہی صورت ہوتی ہے، کیونکہ انسان کی ہدایت کے لیے ترغیب اور ترہیب دونوں باتیں ضروری ہیں۔

[۳۱] یعنی شکل و صورت دیکھ کر وہ یہ تو کہہ دیں گے کہ یہ آم ہے یا انگور یا انار ہے مگر ان کا ذائقہ بالکل الگ اور اعلیٰ درجہ کا ہوگا اور ان کا سائز بھی دنیا کے پھلوں کی نسبت بہت بڑا ہوگا۔

[۳۲] جنتی لوگ سب کے سب خواہ مرد ہوں یا عورتیں، بول و براز اور ریںٹ وغیرہ نیز اخلاق رذیلہ سے پاک صاف ہوں گے اور ان کی بیویاں حیض و نفاس کی نجاستوں سے بھی پاک و صاف ہوں گی۔

[۳۳] ۞ مثال کے درست ہونے کی شرط:۔ کفار سے جب چیلنج کا کوئی جواب بن نہ پڑا تو انہوں نے کلام اللہ پر یہ اعتراض جڑ دیا کہ اللہ کو جو مالک الملک اور سب سے بڑا ہے، کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ اپنے کلام میں مکھی اور مکڑی جیسی حقیر چیزوں کی مثالیں بیان کرے اور (واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکھی کی مثال (۲۲/۷۳) اور مکڑی کی مثال (۲۹:۴۱) کافروں کے معبودان باطل کی کمزوری کو واضح کرنے کے لیے دی تھی) اس آیت میں اسی اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس بات میں کوئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف لازم

فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ

درست ہے، رہے کافر لوگ، تو وہ کہتے ہیں کہ "ایسی حقیر چیزوں کی مثال دینے سے اللہ کو کیا سروکار؟" اس طرح ایک ہی بات سے بہت سے لوگوں کو گمراہی میں مبتلا رہنے دیتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت بھی دے دیتا ہے۔ اور گمراہ تو وہ صرف [۳۴] فاسقوں کو ہی کرتا ہے (۲۶) (یعنی) جو لوگ اللہ سے [۳۵] عہد کو پختہ کرنے کے بعد اسے توڑ دیتے ہیں۔ اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، انہیں قطع کرتے ہیں اور زمین میں فساد بپا کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں (۲۷)

باک نہیں کہ وہ مکھی اور مکڑی تو درکنار، مچھر یا اس سے بھی کسی حقیر تر چیز کی مثال بیان کرے۔ کیونکہ اس کی مخلوق ہونے کے لحاظ سے سب برابر ہیں۔ دیکھنا تو یہ چاہیے کہ آیا مثال اور مُمَثَّل لہٗ میں مطابقت پائی جاتی ہے؟ اگر مطابقت پائی جائے تو یہ مثال بالکل درست ہوگی۔ کفار کے معبود بھی تو حقیر چیزیں ہیں اور مکھی اور مکڑی بھی لہٰذا تمثیل درست ہوئی۔ مثال دینے والا خواہ بڑا یا چھوٹا اس سے کوئی بحث نہیں کی جاتی، اور کفار نے جو اعتراض کیا تھا۔ وہ بالکل خلاف عقل تھا جو حماقت اور عناد پر مبنی تھا۔

[۳۴] ۞ گمراہی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے؟ یعنی ایک ہی بات سے ہدایت پانے والوں کی تو ہدایت میں اضافہ ہوا اور ہٹ دھرموں اور فاسقوں کی گمراہی میں، اور گمراہی کی بات صرف بدکردار لوگوں کو ہی سوجھتی ہے۔ پھر اللہ بھی انہیں اسی طرف چلا دیتا ہے۔ رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے فاسقوں کی گمراہی کی نسبت اپنی طرف کیوں کی؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان صرف سبب اختیار کرنے کا مکلّف ہے اور جیسا وہ سبب اختیار کرے گا ویسی ہی اسے جزا یا سزا بھی ملے گی، رہے سبب کے مُسَبَّبَات یا نتائج تو وہ انسان کے اختیار میں نہیں ہوتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہوتے ہیں جو اکثر دفعہ حسب توقع ہی نکلتے ہیں اور کبھی توقع کے خلاف بھی ہو سکتے ہیں لہٰذا ان مُسَبَّبات کی نسبت فاعل کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔

[۳۵] ۞ صلہ رحمی کی تاکید اور اقرباء سے حسن سلوک:۔ اس آیت میں فاسقوں کی پوری تعریف بیان فرما دی۔ یعنی ایک تو اللہ سے کیے ہوئے عہد (عہد الست بربکم) (۷:۱۷۲) کو توڑ دیتے ہیں جو یہ تھا کہ ہم صرف اللہ ہی کی بندگی کریں گے اور دوسرے جن جن چیزوں، بالخصوص رشتوں ناطوں کو ملائے رکھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا وہ توڑ ڈالتے ہیں۔ پہلی قسم میں بندے اور اللہ کے درمیان تعلق کا ذکر ہے اور دوسری قسم میں بندے اور بندے کے درمیان تعلق کا۔ اگر ان دونوں قسم کے تعلقات کا لحاظ نہ رکھا جائے تو یہیں سے فساد کی جملہ اقسام پیدا ہو جاتی ہیں۔ قرابت داری توڑنا کتنا بڑا گناہ ہے۔ یہ درج ذیل حدیث میں ملاحظہ فرمائیے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ ساری مخلوق پیدا کر چکا تو رحم (مجسم بن کر) کھڑا ہو گیا اور پروردگار رحمٰن کی کمر تھام لی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا: "کہو کیا بات ہے؟" کہنے لگا: میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ لوگ مجھے کاٹ دیں گے (قرابت کا خیال نہ رکھیں گے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے گا میں بھی اسے جوڑوں گا اور جو تجھے قطع کرے گا تو میں بھی اسے قطع کروں گا۔" رحم کہنے لگا: پروردگار میں اس پر راضی ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "ایسا ہی ہوگا۔" سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہا اگر تم چاہو تو اس حدیث کی تائید میں سورۂ محمد کی یہ آیت پڑھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۸﴾ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ
ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ
فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي ع ۳

(لوگو!) تم اللہ کا انکار کیسے کرتے ہو۔ حالانکہ تم مردہ (معدوم) تھے تو اس نے تمہیں زندہ کیا۔ پھر وہی تمہیں موت دے گا، پھر زندہ کردے گا۔[۳۶] پھر اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے(۲۸)
وہی تو ہے جس نے زمین میں موجود ساری چیزیں تمہاری خاطر پیدا کیں۔ پھر آسمان (بلندی۔ فضائے بسیط) کی طرف متوجہ ہوا تو سات آسمان استوار کردیئے۔[۳۷] اور وہ ہر چیز کے متعلق خوب جاننے والا ہے(۲۹) ع
اور (اے پیغمبر ﷺ! اس وقت کا تصور کرو) جب آپ ﷺ کے رب نے

لو۔ ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ﴾ (۴۷:۲۲) (یعنی تم سے تو یہ امید ہے کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے تو ملک میں فساد برپا کردو اور ناطے کاٹ ڈالو۔ (بخاری، کتاب التفسیر: تفسیر۔ سورۂ محمد ﷺ)

[۳۶] ❁ زندگی اور موت کے چار مراحل:۔ اس آیت میں انسان پر وارد ہونے والی چار کیفیات کا ذکر ہے۔ پہلے موت، پھر زندگی، پھر موت، پھر زندگی۔ روح اور جسم کے اتصال کا نام زندگی اور ان کے انفصال کا نام موت ہے۔ پہلی حالت موت ہے یعنی جملہ انسانوں کی ارواح تو پیدا ہو چکی تھیں۔ لیکن جسم اپنے اپنے وقت پر عطا ہوئے، اسی عرصہ میں عہد الست لیا گیا تھا۔ دوسری حالت انسان کی پیدائش سے لے کر اس کے مرنے تک ہے، جس میں وہ اچھے یا برے اعمال کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ تیسری حالت موت سے لے کر حشر تک اور چوتھی اور آخری حالت دوبارہ جی اٹھنے (حشر) کے بعد لامتناہی زندگی ہے۔
یاد رہے کہ جن حالتوں کو موت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان میں بھی زندگی کی کچھ نہ کچھ رمق موجود ہوتی ہے۔ مگر چونکہ غالب اثرات موت کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا انہیں موت سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ پہلی موت کے درمیان ہی عہد الست لیا گیا تھا اور دوسری موت میں ہی انسان کو قبر کا عذاب ہوتا ہے اور دنیا میں بھی یہ حالت خواب سے سمجھا دی گئی ہے۔ کیونکہ خواب کی حالت میں انسان پر بیشتر اثرات موت کے غالب ہوتے ہیں۔ تاہم وہ عالم خواب میں چلتا پھرتا، کھاتا پیتا اور کئی طرح کے کام کرتا ہے اور خواب یا نیند کو حدیث میں موت کی بہن قرار دیا گیا ہے، زندگی کی نہیں، نیز سونے کے وقت یہ دعا سکھائی گئی ہے۔ اللھم باسمك أموت وأحیی نیز قرآنی تصریحات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ موت سلبی چیز نہیں بلکہ ایجابی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے موت کو پہلے پیدا کیا تھا اور زندگی کو بعد میں جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (۶۷:۲) "اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اعمال کے اعتبار سے اچھا ہے" اور زیر مطالعہ آیت میں انسان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی ہے کہ جو ہستی تمہاری ذات پر اتنے وسیع تصرفات کی قدرت رکھتی ہے تم اس کا انکار کیسے کر سکتے ہو؟

[۳۷] اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئی ہیں:
❁ ہر چیز کی اصل اباحت ہے:۔ ا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی سب اشیاء انسان کی خاطر پیدا کی ہیں۔ لہٰذا انسان تمام مخلوقات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْاَرْضِ خَلِيْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ

فرشتوں سے کہا[۳۸] کہ: ”میں زمین میں ایک خلیفہ[۳۹] بنانے والا ہوں۔“ تو وہ کہنے لگے۔ ”کیا تو اس میں ایسے شخص کو خلیفہ بنائے گا جو اس میں فساد مچائے گا اور (ایک دوسرے کے) خون بہائے گا۔[۴۰] جبکہ ہم تیری حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح وتقدیس

سے اشرف (اشرف المخلوقات) ہوا۔

۲۔ اور اسی فقرہ یا حصہ آیت سے یہ بھی نتیجہ نکلا کہ چونکہ انسان زمین کی ہر چیز سے استفادہ کا حق رکھتا ہے۔ لہٰذا ہر چیز کی اصل اباحت ہے اور حرام وہ چیز ہوگی جس کی شریعت نے وضاحت کر دی ہو۔

۳۔ زمین کی پیدائش سات آسمانوں کی پیدائش سے پہلے ہو چکی تھی۔

۴۔ آسمان کوئی تصوراتی چیز نہیں۔ جیسا کہ آج کل ماہرین ہیئت کا خیال ہے۔ بلکہ ٹھوس حقیقت ہے اور ان کی تعداد سات ہے۔

[۳۸] ۞ فرشتوں کی مستقل حیثیت: آج کل بعض ملحدین کی طرف سے یہ شبہ وارد کیا گیا ہے کہ فرشتوں سے مراد وہ مجرد قوتیں ہیں جو اس کارگاہ کائنات میں کارفرما ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ فرشتے ایسی ہستیاں ہیں جو مستقل شخصیت رکھتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور ان کے درمیان مکالمہ ہوا ہے۔ علاوہ ازیں بعض ہستیوں کے قرآن میں نام بھی مذکور ہیں۔

[۳۹] ۞ آدم خلیفہ کس کا؟ یہاں علی الاطلاق خلیفہ (نائب، قائمقام) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ صراحتاً یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ آدمؑ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے یا کسی دوسری مخلوق کا۔ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ خلیفہ چونکہ وہ شخص ہوتا ہے جو کسی کے مرنے یا عدم موجودگی کی صورت میں اس کے اختیارات سنبھالتا ہے اور اللہ تو حي لا يموت اور ہمہ وقت حاضر ہے۔ لہٰذا آدم اللہ کے خلیفہ نہیں تھے، بلکہ جنوں کے خلیفہ تھے پھر ایک ایسی روایت بھی ملتی ہے کہ انسان کی پیدائش سے پیشتر اس زمین پر جن آباد تھے جو فتنہ فساد اور قتل وغارت کرتے رہتے تھے، تو اللہ نے فرشتوں کا لشکر بھیج کر ان جنوں کو سمندروں کی طرف دھکیل دیا اور آدم علیہ السلام ان کے خلیفہ ہوئے اور بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ خلافت یا نیابت کے لیے موت یا عدم موجودگی ضروری نہیں، بلکہ کوئی بااختیار ہستی اپنی موجودگی میں بھی کسی کو کچھ اختیارات تفویض کر کے اسے اپنا خلیفہ یا نائب بنا سکتی ہے کہ وہ اس کی منشا کے مطابق ان اختیارات کو استعمال کرے۔ ہمارے خیال میں دوسری رائے راجح ہے، کیونکہ اس کی تائید ایک آیت ۲:۳۳ ۷ سے بھی ہو جاتی ہے، اور دنیا میں موجود سفارتی نظام سے بھی، محولہ آیت کا ترجمہ یوں ہے: ہم نے امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی اور انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اور اس بار عظیم کے اٹھانے سے ڈر گئے۔ مگر انسان نے اسے اٹھا لیا۔ کیونکہ انسان تو انتہائی ظالم اور نادان واقع ہوا ہے (۲:۳۳ ۷) اور تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہاں اَمانت سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے فرائض واحکام کی تعمیل اور ان کے نفاذ کا بار ہے اور اسی کا دوسرا نام نظامِ خلافت ہے۔

[۴۰] فرشتوں کا یہ قیاس کہ ”بنی آدم دنیا میں فتنہ فساد اور قتل وغارت ہی کریں گے۔“ یا تو اس لحاظ سے تھا کہ جن بھی زمین میں پہلے یہی کچھ کر چکے تھے اور یا اس لحاظ سے کہ جس ہستی کو اختیارات تفویض کر کے اسے اپنے اختیار وارادہ کی قوت بھی دی جا رہی ہے وہ افراط و تفریط سے بچ نہ سکے گا اور اس طرح فتنہ وفساد رونما ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ
فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣١﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۖ

بھی کر رہے ہیں۔"[۴۱] اللہ تعالیٰ نے انہیں جواب دیا کہ "جو کچھ میں جانتا ہوں[۴۲] وہ تم نہیں جانتے۔" (۳۰)
(اس کے بعد) اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو تمام اشیاء کے اسماء (نام یا صفات وخواص)[۴۳] سکھا دیئے۔ پھر ان اشیاء کو فرشتوں کے روبرو پیش کر کے ان سے کہا کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو مجھے ان اشیاء کے نام بتا دو" (۳۱) فرشتے کہنے لگے نقص سے پاک تو تیری ہی ذات ہے۔ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں سکھایا[۴۴] ہے اور

[۴۱] ۞ تخلیق آدم پر فرشتوں کا اعتراض کیا تھا؟ فرشتوں کا یہ جواب تخلیق آدم پر اعتراض نہ تھا بلکہ اس سے تخلیق آدم کی عدم ضرورت کا اظہار مقصود تھا۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ جب ہم مدبراتِ امر ہونے کی حیثیت سے کارگاہِ کائنات کو پوری سرگرمی اور خوبی سے چلا رہے ہیں۔ ہم تیرے حکم کی نافرمانی بھی نہیں کرتے تیری تسبیح تقدیس بھی کرتے رہتے ہیں، اور اس کائنات کو پاک وصاف بھی رکھتے ہیں اور جب یہ سب کام بخیر وخوبی سرانجام پا رہے ہیں تو پھر آدم کو بطور خلیفہ پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے بالخصوص ایسی صورت میں کہ اس خلیفہ سے فتنہ وفساد بھی متوقع ہے۔ ان کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ہم چونکہ تیری تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا خلافت کے اصل حقدار تو ہم تھے۔ نہ کہ آدم جو ایسے اور ایسے کام کرے گا۔

۞ تسبیح وتقدیس کا فرق:۔ اس آیت میں جو تسبیح وتقدیس کے الفاظ آئے ہیں۔ تسبیح کے معنی سبحان اللہ کہنا یا سبحان اللہ کا ذکر کرنا یا اس ذات کی زبان قال یا زبان حال سے صفت بیان کرنا ہے جو ہر قسم کے عیب، نقص اور کمزوریوں سے پاک ہے۔ گویا یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی خوبیوں کو مثبت انداز میں بیان کرنے اور اس کی حمد یا تعریف بیان کرنے کے لیے آتا ہے اور تقدیس کے معنی ایسی باتوں کی نفی کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں۔ اور قدوس معنی وہ ذات ہے جو دوسروں کی شرکت کی احتیاج اور شرک جیسی دوسری نجاستوں سے پاک ہو یعنی اَضداد اور انداد دونوں سے پاک ہو (مقاییس اللغۃ) تسبیح سے حمد بیان کرنا مقصود ہوتا ہے اور تقدیس سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کرنا۔

[۴۲] یہ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو اجمالی جواب ہے۔ تفصیلی جواب آگے آ رہا ہے۔ البتہ ضمناً اس آیت سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ علم غیب فرشتوں کو بھی حاصل نہیں۔

[۴۳] ۞ خلافت کے لئے ضروری شرط:۔ انسان کو فرشتوں سے جو زائد چیز ودیعت کی گئی تھی۔ وہ تھی زمین کی اشیاء کے نام، ان کے خواص، ان خواص کا علم ہونے سے آگے نامعلوم باتوں تک پہنچنے (تحقیق یا استنباط) کی قوت واستعداد، زمین میں نظام خلافت کے قیام کے لیے یہ قوت انتہائی ضروری تھی جو فرشتوں میں نہیں تھی۔

[۴۴] اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کو صرف انہی امور کا علم دیا گیا ہے جن پر وہ مدبرات امر کی حیثیت سے مامور ہیں۔ مثلاً بادلوں اور پانی کا فرشتہ، پانی کے متعلق تو جملہ معلومات رکھتا ہے مگر دوسری تمام اشیاء کے افعال وخواص سے بالکل بے خبر ہے۔ یہی حال دوسرے فرشتوں کا ہے۔ جبکہ انسان کو تمام اشیاء کا سرسری علم دیا گیا تھا۔ پھر وہ تحقیق اور جستجو کے ذریعہ اس میں از خود اضافہ کر سکتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿٣٢﴾ قَالَ يَا آدَمُ أَنبِئْهُم بِأَسْمَائِهِمْ فَلَمَّا أَنبَأَهُم بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُل
لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿٣٣﴾ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ
اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٣٤﴾ وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ

ہر چیز کو جاننے والا اور اس کی حکمت سمجھنے والا تو تو ہی ہے۔" (۳۲)

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا "اے آدم! ان (فرشتوں) کو ان اشیاء کے نام بتا دو۔" تو جب آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دیئے [۴۵] تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا: کیا میں نے تمہیں یہ نہ کہا تھا کہ میں ہی آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں جانتا ہوں اور ان باتوں کو بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور ان کو بھی جو تم چھپاتے ہو؟" (۳۳)

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ: آدم کو [۴۶] سجدہ کرو۔ تو سوائے ابلیس کے سب فرشتوں نے اسے سجدہ کیا [۴۷] ابلیس نے اس حکم الٰہی کو تسلیم نہ کیا اور گھمنڈ میں آگیا اور کافروں میں شامل ہو گیا (۳۴)

[۴۵] جب فرشتوں کو آدم کے ہمہ علمی احاطہ کا علم ہو گیا اور انہوں نے اپنے عجز علمی کا اعتراف کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وہ بات بتا دی جو وہ نہیں جانتے تھے اور وہ یہ تھی کہ انسان میں اگر فتنہ و شر کا پہلو ہے تو صلاح و خیر کا پہلو بھی موجود ہے اور صلاح و خیر کا پہلو غالب ہے۔ اسی لیے اسے خلیفہ بنایا جا رہا ہے اور وہ اپنے علمی کمال کی وجہ سے اس کی اہلیت بھی رکھتا ہے۔

اس قصہ سے ضمناً یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ علم عبادت سے افضل ہے۔ عبادت کا تعلق صرف مخلوق سے ہے۔ جب کہ علم کا تعلق خالق و مخلوق دونوں سے اور سب سے بڑا عالم اور علیم تو خود اللہ تعالیٰ ہے۔ بلاشبہ انسان فرشتوں جیسی اور جتنی عبادت نہیں کر سکتا۔ تاہم علم کی بنا پر فرشتوں سے افضل اور مستحق خلافت قرار پایا۔

[۴۶] ❁ سجدہ تعظیمی:۔ جب فرشتوں نے آدمؑ کی فضیلت کو تسلیم کر لیا تو انہیں آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس سجدہ کے متعلق علماء کے دو اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ یہ سجدہ چونکہ اللہ کے حکم سے تھا لہٰذا یہ سجدہ آدم کو نہیں بلکہ اللہ ہی کو سجدہ کرنے کے مترادف تھا اور اللہ ہی کے حکم کی تعمیل تھی۔ دوسرا یہ کہ یہ سجدہ تعظیمی تھا جو ہماری شریعت سے پہلے جائز تھا۔ جیسا کہ سیدنا یوسفؑ کے بھائیوں نے بھی سیدنا یوسفؑ کو سجدہ کیا تھا۔ یہ دونوں توجیہات درست ہیں۔ تاہم شریعت محمدی ﷺ میں سجدہ تعظیمی کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔

[۴۷] ❁ ابلیس کی رقابت کی وجہ:۔ ابلیس دراصل جنوں کی جنس سے تھا (۱۸:۵۰) اور اپنی عبادت گزاری کی کثرت کی بنا پر فرشتوں میں گھلا ملا رہتا تھا۔ جب فتنہ و فساد کی بنا پر فرشتوں نے جنوں کو سمندروں کی طرف مار بھگایا تو اس وقت بھی یہ فرشتوں میں ہی شامل تھا، اور جن بھی چونکہ مکلف مخلوق ہیں اور قوت اختیار و ارادہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا جنوں کے بعد ابلیس خود خلافت ارضی کی آس لگائے بیٹھا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنا دیا تو یہ اندر ہی اندر جلتا بھنتا رہا اور جب فرشتوں کو حکم سجدہ ہوا تو اس کے اندرونی حسد و کینہ نے جوش مارا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اکڑ گیا اور آدمؑ پر اپنی فضیلت کا برملا اظہار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ

پھر ہم نے آدم[۴۸] سے کہا کہ: تم اور تمہاری[۴۹] بیوی دونوں جنت میں آباد ہو جاؤ[۵۰] اور جہاں سے چاہو (اسکے پھل) جی بھر کے کھاؤ۔ البتہ اس درخت[۵۱] کے پاس نہ پھٹکنا ورنہ تم دونوں[۵۲] ظالموں میں شمار ہو گے (۳۵)

شروع کر دیا (۷: ۱۲) اس وجہ سے راندۂ درگاہ الٰہی اور کافر قرار پایا۔ گویا اس کا جرم صرف یہی نہ تھا کہ اس نے سجدہ نہیں کیا بلکہ اس سے زیادہ جرم یہ تھا کہ تکبر کی بنا پر حکم الٰہی کے مقابلہ میں اپنی برتری بیان کرنا شروع کر دی۔

[۴۸] ۞ آدم اور نظریہ ارتقاء:۔ واضح رہے کہ آدمؑ سلسلہ ارتقاء کی کڑی نہیں جیسا کہ آج کل ڈارون کا نظریہ ارتقاء کالجوں وغیرہ میں پڑھایا جاتا ہے کہ انسان بندر کی اولاد یا اس کا چچیرا بھائی ہے۔ جب کہ آدمؑ کا پتلا اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا (۳۸: ۷۵) پھر اس میں اپنی روح میں سے پھونکا (۱۵: ۲۹، ۳۸: ۷۲) اسی نفخ روح سے انسان میں فہم، قوت ارادہ و اختیار و تمیز و استنباط پیدا ہوئی، جو دوسری کسی مخلوق میں نہیں پائی جاتی۔

[۴۹] ۞ حوا کی پیدائش پر ایک اعتراض اور اس کا جواب:۔ سیدہ حوا جنہیں سیدنا آدم کی پسلی سے پیدا کیا گیا۔ بعض "مساوات مرد و زن" کو شریعت سے ثابت کر دکھانے والے حضرات یہ کہتے ہیں کہ سیدہ حوا کو بھی اسی مٹی یا مادہ سے پیدا کیا گیا جس سے سیدنا آدمؑ کو پیدا کیا گیا اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ ﴿خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ میں هَا کی ضمیر مونث ہے۔ اگر حوا آدم سے پیدا ہوتی تو ضمیر مذکر ہونی چاہئے تھی۔ یہ دلیل دو لحاظ سے غلط ہے۔ ایک اس لیے "ھا" کی ضمیر (نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ) کی طرف ہے جو مونث ہے اور دوسرے اس لحاظ سے کہ احادیث صریحہ میں موجود ہے کہ سیدہ حوا کو پسلی سے پیدا کیا گیا۔ لہٰذا اسے سیدھا کرنے کی کوشش نہ کرو ورنہ توڑ دو گے۔ پس اس سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔ (بخاری۔ کتاب الانبیاء باب خلق آدم و ذریتہ و قول اللہ تعالیٰ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً)

[۵۰] ۞ جنت ارضی یا سماوی؟ یہ بحث بھی جاری ہے کہ یہ جنت ارضی تھی یا سماوی، بعض لوگ اسے ارضی سمجھتے اور اس کا مقام عدن یا فلسطین قرار دیتے ہیں۔ مگر ہمارے خیال میں یہ الجنہ وہی ہے جو مسلمانوں میں معروف ہے اور وہ اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق پیدا کی جا چکی ہے۔ اس جنت میں آدم و حوا کو آباد ہونے کا حکم دیا گیا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کا اصل ٹھکانہ یہی ہے۔ تاہم یہاں آباد کرنے سے اس بات کا امتحان بھی مقصود تھا کہ آدم (اور اسی طرح اس کی اولاد) شیطانی ترغیبات کے مقابلہ میں اللہ کی کس قدر اطاعت کرتے ہیں؟

[۵۱] اس آزمائش کے لیے جنت سے ایک درخت کا انتخاب کیا گیا کہ اس درخت کے پاس نہ پھٹکنا۔ اس کے علاوہ تم جنت کے تمام درختوں کے پھل کھا سکتے ہو۔ یہ شجرۂ ممنوعہ گندم کا تھا، یا انگور کا یا کسی اور چیز کا؟ یہ بحث لاحاصل ہے اور پیش نظر مقصد کے لحاظ سے یہ بتانے کی ضرورت بھی نہ تھی۔

[۵۲] ۞ ظلم کا لغوی مفہوم:۔ ظلم کا لغوی معنی کسی چیز کو ناجائز طریقہ سے اس کے اصل مقام سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا ہے اور یہ لفظ بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی ہر ناانصافی کی بات خواہ وہ حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہو یا حقوق العباد سے، ظلم ہے، بالفاظ دیگر ہر گناہ پر ظلم کے لفظ کا اور گنہگار پر ظالم کے لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اس آیت میں ظلم سے مراد اللہ رب العزت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ

آخر کار شیطان [۵۳] نے اسی درخت کی ترغیب دیکر آدم و حوا دونوں کو ورغلادیا۔ اور جس حالت میں وہ تھے۔ انھیں وہاں سے نکلوا کر [۵۴] ہی دم لیا۔ تب ہم نے کہا: تم سب یہاں سے اتر (نکل) جاؤ کیونکہ تم ایک

کی نافرمانی بھی ہے اور اپنے نفس پر زیادتی بھی جس کی وجہ سے جنت سے نکلنا پڑا۔

[۵۳] ❁ شیطان کی حقیقت:۔ یہ شیطان دراصل ابلیس ہی تھا جو جنوں کی جنس سے تھا اور آگ سے پیدا ہوا تھا۔ شیطان کی حقیقت یوں سمجھئے کہ فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور جن آگ سے یا نار سے۔ اور نور اور نار دونوں کا مادہ ایک ہی ہے، یعنی نور اور روشنی نور میں بھی ہوتی ہے اور نار میں بھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ اگر حدت اور تمازت (گرمی کی شدت) کم ہو یا ندارد ہو اور روشنی کا عنصر ہی غالب ہو تو یہ نور ہے اور روشنی کا عنصر کم اور حدت و تمازت کا عنصر غالب ہو تو یہ نار ہے۔ اب جنوں کی ایک قدر مشترک تو فرشتوں سے ملتی ہے یعنی وہ اپنی شکلیں بدل سکتے ہیں اور اسی بنا پر ابلیس فرشتوں میں شامل ہو جاتا تھا، اور ایک قدر مشترک انسانوں سے ملتی ہے یعنی جن اور انسان دونوں مکلف مخلوق ہیں (۵۱:۵۶) اور صاحب اختیار و ارادہ ہیں۔ اسی بنا پر ابلیس نے تو سجدہ سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن فرشتوں میں سے کوئی ایسا کر ہی نہیں سکتا تھا۔ اب جنوں یا انسانوں میں سے جو کوئی اس قوت اختیار و ارادہ کا غلط استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی پر اتر آئے وہ شیطان ہے۔ گویا شیطان جن بھی ہوتے ہیں اور انسان بھی۔ پھر شیطان کا لفظ ہر بدروح، خبیث اور موذی چیز پر بھی استعمال ہونے لگا۔ سانپ کو اسی وجہ سے جان (۱۰:۲۷) بھی کہا جاتا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جو شیطان جنوں سے ہوگا۔ وہ دوسروں کو بدراہ اور گمراہ کرنے کے لحاظ سے انسانی شیطان سے زیادہ وسائل رکھتا ہے۔ جن شیطان اپنی شکلیں بدل کر اندر داخل ہو کر اور وسوسہ ڈال کر بھی دوسروں کو گمراہ کر سکتا ہے۔ جب کہ انسانی شیطان ان باتوں پر قادر نہیں ہوتا۔

❁ فرشتوں کی مختلف اقسام اور ان کی ذمہ داریاں:۔ فرشتوں اور جنوں کی بہت سی اقسام اور صفات قرآن اور احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں۔ فرشتوں کی پہلی قسم مقربین فرشتے ہیں۔ جن میں سے کچھ فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ چار ہیں۔ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ لوگوں کا حساب لینے کے لیے نزول اجلال فرمائیں گے تو اس وقت وہ فرشتے آٹھ ہوں گے۔ پھر کچھ فرشتے ایسے ہیں جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے عرش کے گرد گھیرا ڈالے رہتے ہیں۔ انہیں مقربین میں سے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو بہت سے فرشتوں کے سردار ہیں۔ مثلاً فرشتوں کی ایک قسم رسولوں یا پیغامبروں کی ہے۔ ان کے سردار جبریل ہیں۔ جن کی بہت سی صفات قرآن میں مذکور ہیں۔ وہ بڑے زور آور اور امین ہیں۔ ان کا نام روح، روح الامین اور روح القدس بھی ہے انبیاء علیہم السلام کے دلوں پر یہی جبریل اللہ کا کلام لے کر نازل ہوتے رہے ہیں۔ دوسرے سردار میکائیل یا میکال ہیں جو بادلوں، بارشوں اور برق و رعد وغیرہ پر مامور ہیں۔ تیسرے سردار عزرائیل ہیں جن کا دوسرا نام عزازیل بھی ہے، اور قرآن میں انہیں ملک الموت بھی کہا گیا ہے۔ یہ بھی جان نکالنے والے فرشتوں کی پوری جمعیت کے سردار ہیں کیونکہ کسی شخص کی جان نکالنے کے لیے ایک نہیں بلکہ کئی فرشتے آتے ہیں۔ ان میں ایک سردار اسرافیل ہیں جو قیامت کو ہونے والے واقعات اور نفخۂ صور اول اور نفخۂ صور ثانی اور بعض کے نزدیک نفخۂ صور ثالث پر مامور ہیں۔ ان سب فرشتوں کو ملاء اعلیٰ بھی کہتے ہیں۔

پھر ان کے بعد سات آسمانوں کے اندر لاتعداد فرشتوں کی جمعیت موجود ہے جو آسمانوں یا کائنات یا اجرام فلکی کے انتظام و انصرام پر مامور ہیں۔ جب اللہ کی طرف سے کوئی حکم نازل ہوتا ہے تو ان میں ایک کھلبلی سی مچ جاتی ہے اور گھبراہٹ اور ہیبت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طاری ہو جاتی ہے اور وہ گھبراہٹ اس وقت دور ہوتی ہے۔ جب اللہ کا حکم متعلقہ آسمان تک پہنچ جاتا ہے اور نیچے والے فرشتے اوپر والوں سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے کونسا حکم نازل ہوا تھا؟ انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ حکم جو بھی ہے ٹھوس حقائق پر مبنی ہے اور پھر وہ اس کی بجا آوری پر مستعد ہو جاتے ہیں۔ پھر کچھ ایسے فرشتے ہیں جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل اور تقدیس میں مصروف رہتے ہیں۔

ان کے بعد وہ فرشتے ہیں جو آسمان دنیا کے نیچے اور ہماری زمین کے قریب رہتے ہیں۔ ان میں وہ فرشتے بھی شامل ہیں جو ہر انسان کی حفاظت کے لیے اللہ نے مامور کئے ہیں۔ وہ بھی ہیں جو انسانوں کے اعمال نامے لکھنے والے ہیں۔ وہ بھی ہیں جو اللہ کے بندوں کی بروقت مدد کو پہنچتے ہیں، وہ بھی ہیں جو اللہ کی راہ میں چلنے والوں مثلاً جہاد یا طلب علم کی خاطر سفر کرنے کے راستہ میں اپنے پر بچھاتے ہیں۔ ایسے فرشتوں کو ملائک ارضیہ بھی کہا جاتا ہے پھر کچھ فرشتے جنت کو سجانے اور اس کے انتظام و انصرام میں مصروف ہیں اور کچھ جہنم پر مامور ہیں۔ ان کی تعداد انیس ہے یعنی جہنم میں انیس قسم کے عذاب ہوں گے۔ جن کا انتظام ایک ایک فرشتہ کے سپرد ہے۔ ان انیس فرشتوں کے سردار کا نام مالک ہے اور اس جہنم کے عذاب پر پورے عملے یا محکمے کا نام زبانیہ ہے۔

❁ صفات کے لحاظ سے فرشتوں کی اقسام:۔ صفات کے لحاظ سے بھی فرشتوں کی کئی اقسام ہیں۔ کچھ فرشتے دو پروں والے ہیں کچھ تین والے، کچھ چار والے۔ حتیٰ کہ جبریل امین کو جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی اصلی شکل میں دیکھا تو ان کے چھ سو پر تھے، اور یہ تو ہم بتا چکے ہیں کہ فرشتوں کی پیدائش نور سے ہوئی ہے جو نہایت لطیف چیز ہے۔ سب سے لطیف تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ پھر حاملین عرش اور گھیرا ڈالنے والے اور مقربین فرشتے ہیں۔ پھر ان کے بعد آسمانوں کے فرشتے، پھر ان کے بعد ملکوت ارضیہ کی باری آتی ہے۔ گویا نور اور اس کی لطافت کے بھی کئی درجے ہیں۔ ملکوت ارضیہ نسبتاً کم لطیف ہوتے ہیں۔ تاہم ان سب فرشتوں میں چند صفات مشترک پائی جاتی ہیں۔ مثلاً سب فرشتوں کی تخلیق نور سے ہوئی ہے۔ سب فرشتے اللہ کے فرمانبردار اور عبادت گزار ہیں اور ان کی یہ عبادت اضطراری ہے اختیاری نہیں۔ یعنی وہ اللہ کی نافرمانی کر ہی نہیں سکتے کیونکہ ان میں شر کا مادہ موجود ہی نہیں ہے۔ نیز یہ سب فرشتے غیر مرئی ہیں انسانوں کو نظر نہیں آ سکتے اور یہ سب فرشتے اپنی شکلیں بدل سکتے اور ہر مقام پر پہنچ سکتے ہیں۔

❁ جنوں کی اقسام اور صفات:۔ جنوں کا قصہ یہ ہے کہ ان کی پیدائش نور کے بجائے نار یا آگ سے ہوئی ہے۔ جو نور سے بہرحال کم تر لطیف چیز ہے۔ پھر لطافت اور صفات کے لحاظ سے ان کی بھی کئی اقسام ہیں۔ کچھ ایسے جن ہیں جو آدمیوں کی بستیوں میں رہتے ہیں۔ انہیں عامر کہتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک قسم ہے جو ہر انسان کے ساتھ لگی رہتی اور اسے برے کاموں پر اکساتی اور وسوسے ڈالتی رہتی ہے۔ اسے ہماری زبان میں ہمزاد کہتے ہیں۔ اس قسم کو شیطان کہتے ہیں۔ جس کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ پھر کچھ ایسے جن ہیں جو لڑکوں بالوں کو ستاتے ہیں۔ ان کو اہل عرب ارواح کہتے ہیں اور ہم بھوت پریت یا آسیب کہتے ہیں اور جو جنگل میں آواز دیتے اور چیختے چلاتے ہیں ان کو ہاتف کہتے ہیں اور جو مسافروں کو بھولی ہوئی راہ بتا دیتے ہیں ان کو رجال الغیب کہتے ہیں اور کبھی جنگل میں مشعل سی دکھائی دیتی ہے ان کو شہابہ کہتے ہیں۔

جن بھی انسان کی طرح مکلف مخلوق ہے یعنی ان کی فطرت میں خیر و شر دونوں چیزیں موجود ہیں۔ ان میں کچھ جن صالح اور ایماندار ہیں اور اکثر شریر اور بدکردار ہیں۔ ان کو شیطان کہتے ہیں اور جو بہت زیادہ سرکش ہوں ان کو مارد کہتے ہیں اور جسامت کے لحاظ سے جو بہت عظیم الجثہ اور طاقتور ہوں انہیں عفریت کہتے ہیں۔ جنوں میں لطیف تر وہ جن ہیں جن کی رسائی آسمانی دنیا تک بھی ہو سکتی ہے اور کثیف وہ ہیں جو زمین پر ہی رہتے ہیں۔ بعض لوگوں کے خیال کے مطابق ابلیس ایک صالح اور عبادت گزار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن تھا جو ملائکہ ارضیہ کے ساتھ گھلا ملا رہتا تھا۔ جب فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو آدمؑ سے رقابت کی بنا پر اس کے شر کی رگ بھڑک اٹھی تھی۔ اس کی انا نے گوارا نہ کیا۔ کہ ایک ارضی مخلوق کی برتری تسلیم کرے، اور یہی انا اور تکبر اسے لے ڈوبا، اور چونکہ جنوں میں بھی توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہے۔ لہٰذا ابلیس کی اور پھر اس کی اولاد کی پہلے دن سے آدم اور اس کی اولاد سے ٹھن گئی، اور چونکہ اس سجدہ آدمؑ کے مقابلہ میں ابلیس نے ایک صالح جن کا کردار ادا نہیں کیا تھا بلکہ شیطان جن کا کیا تھا۔ لہٰذا قرآن میں ابلیس کو ہی کئی مقامات پر شیطان کہا گیا ہے۔

❁ فرشتوں کے وجود کے منکرین اور ان کی تاویلات:۔ فرشتوں اور ابلیس کے متعلق ہمیں یہ لمبی چوڑی تفصیل اس لیے دینا پڑی کہ یہ قصہ آدم و ابلیس کے اہم کردار ہیں۔ نیز اس لیے بھی فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا از روئے قرآن نہایت ضروری اور ایمان بالغیب کا ایک حصہ ہے۔ لیکن ان تمام تر قرآنی تصریحات کے علی الرغم مسلمانوں میں سے ہی کچھ لوگ فرشتوں کے خارجی وجود اور ذاتی تشخص کے قائل نہیں۔ ہمارے ملک میں اس طبقہ کے سرخیل سر سید احمد خان ہیں۔ جن کا کچھ ذکر سورہ فاتحہ کے آخر حاشیہ میں گزر چکا ہے۔

❁ سر سید کی مغربی افکار سے مرعوبیت:۔ وہ مغربی افکار و نظریات سے سخت مرعوب تھے۔ انہوں نے معجزات اور خرق عادت امور کا ہی انکار نہیں کیا بلکہ فرشتوں اور جنوں کے بارے میں بھی کئی قسم کی تاویلات کر کے ان کا انکار کر دیا اور جب علماء کی طرف سے شدید گرفت ہوئی تو اپنی ایک تقریر میں فرمایا کہ "صاحبو! میرا عقیدہ بھی وہی ہے جو سلف کا ہے۔ مگر اس وقت اسلام پر علوم جدیدہ سے وہ مصیبت برپا ہے جو بنی عباس کے دور میں یونانی فلسفہ سے برپا تھی۔ جس طرح اس وقت کے علماء نے ان کے جواب دینے کے لیے علم کلام بنایا۔ میں نے ان اعتراضات کے رفع کرنے کے لیے کلام جدید کی بنیاد ڈالی اور موجودہ دور کی مصیبت پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ پہلے تو علماء حجروں میں بیٹھ کر خیالی دلائل بنا کر ہی رفع کر دیتے تھے اور اب تو مخالفین دوربینوں وغیرہ آلات کے ذریعہ سے مشاہدہ کرا دیتے ہیں۔" آپ کے اس اقتباس سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ مغربی افکار سے کس قدر مرعوب تھے نیز یہ کہ آپ نے اسلام کا حلیہ بگاڑنے کی جو ٹھان رکھی تھی اس کے اصل محرکات کیا تھے؟ پھر آپ کی دلیل پر بھی غور فرمایئے دوربینوں سے صرف محسوسات اور مادی اشیاء کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے جبکہ فرشتے اور جن دونوں محسوسات کے دائرہ سے خارج ہیں۔ بلکہ بلا خوف و تردید ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے کوئی بھی ایسا نظریہ پیش نہیں کیا جس کا سائنسی آلات یا علوم جدیدہ سے ابطال کیا جا سکے۔ بہر حال آپ نے فرشتوں اور جنوں سے متعلق جو انہونی تاویلات پیش فرمائیں ان کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں اور میں یہ تاویلات تفصیل کے ساتھ اپنی تصنیف آئینہ پرویزیت میں پیش کر چکا ہوں۔ البتہ فرشتوں سے متعلق ان تاویلات کا جائزہ لینا چاہتا ہوں جو ان کے ہونہار جانشین پرویز صاحب نے اپنی تصنیف قصہ آدم و ابلیس میں پیش کی ہیں پرویز صاحب مختلف مقامات پر فرشتوں سے مختلف تاویلات یا مرادیں پیش فرما دیتے ہیں جو کچھ اس طرح ہیں:

❁ ملائکہ سے مراد خارجی قوائے فطرت:۔ ملائکہ سے مراد و مفہوم وہ قوتیں ہیں جو کائنات کی عظیم القدر مشینری کو چلانے کے لیے مامور ہیں یعنی قوائے فطرت اس لیے قانون خداوندی کی زنجیر کے ساتھ جکڑی ہوئی ہیں کہ ان سے انسان کام لے سکے۔ اسی لیے قصہ آدمؑ میں کہا گیا ہے کہ ملائکہ نے آدم کو سجدہ کر دیا۔ مطلب یہ کہ فطرت کی قوتیں انسان کے تابع فرمان بنا دی گئی ہیں۔ (ابلیس و آدم ص ۱۴۴)

اب سوال یہ ہے کہ اگر ملائکہ سے مراد فطرت کی قوتیں لیا جائے تو یہ فطرت کی قوتیں ہرگز انسان کے تابع فرمان نہیں ہیں۔ طوفان باد و باراں سے سینکڑوں انسان مر جاتے ہیں۔ مکانات منہدم ہو جاتے ہیں۔ چھتیں اڑ جاتی ہیں۔ آفات ارضی و سماوی سے تیار شدہ فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ کیا انسان کا ان فطرت کی قوتوں پر اس وقت کوئی بس چلتا ہے؟ پھر انسان ایسے "ملائکہ" کا مسجود کیسے ہوا؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا سوال یہ ہے کہ ان کائنات کی قوتوں کا تو کوئی دہریہ بھی منکر نہیں ہوتا۔ پھر ایسے "ملائکہ" پر ایمان بالغیب لانے کا کیا مطلب ہوا؟

قرآن پاک میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے (۶۹:۱۷) اب اس کی تشریح پرویز صاحب کی زبان سے سنئے:

۲۔ ❁ حاملین عرش ملائکۃ کی وضاحت:۔ "عرش وہ مرکز حکومت خداوندی ہے۔ جہاں کائنات کی تدبیر امور ہوتی ہے اور چونکہ یہ تدبیر امور ملائکہ کی وساطت سے سرانجام پاتی ہے۔ اس لیے ملائکہ، عرشِ الٰہی کے اٹھانے والے اور کمربستہ اس کے گرد گھومنے والے ہیں۔" (ایضاً ص ۱۴۷)

اب دیکھئے اس تشریح میں پرویز صاحب نے قرآن کریم کے دو مختلف مقامات کی آیات کو گڈمڈ کر کے پیش کر دیا ہے۔ آٹھ فرشتوں کے عرش الٰہی کو اٹھانے کا ذکر سورۃ الحاقہ (۶۹) کی ساتویں آیت میں ہے اور گھومنے والے فرشتوں کا ذکر سورہ زمر (۳۹) کی آخری آیت نمبر ۷۵ میں ہے اور یہ گھومنے والے حافین کا ترجمہ کیا گیا ہے، جو ویسے بھی غلط ہے اس کا صحیح ترجمہ گھیرا ڈالے ہوئے ہے نہ کہ گھومنے والے۔ علاوہ ازیں گھیرا ڈالنا یا گھومنا الگ عمل ہے اور عرش کو اٹھانا الگ عمل ہے، جو عرش کو اٹھائے ہوں وہ گھوم نہیں سکتے اور جو گھوم رہے ہوں گے وہ اٹھانے والے نہیں ہوں گے، جو کچھ بھی ہو ان دونوں آیات سے فرشتوں کا خارجی وجود اور ذاتی تشخص دونوں باتیں ثابت ہو رہی ہیں جو آپ کے پہلے نظریہ "قوائے فطرت" کے برعکس ہیں۔

۳۔ "لہٰذا یہ ملائکہ ہماری اپنی داخلی قوتیں ہیں۔ یعنی ہمارے اعمال کے اثرات جو ہماری ذات پر مرتب ہوتے رہتے ہیں اور جب انسانی اعمال کے نتائج محسوس شکل میں سامنے آتے ہیں قرآن اسے قیامت سے تعبیر کرتا ہے۔ (ایضاً ص ۱۶۲)

❁ ملائکہ سے مراد داخلی قوتیں:۔ اب دیکھئے اس مختصر سے اقتباس میں پرویز صاحب نے بہت سے پیچیدہ مسائل کو حل فرما دیا۔ مثلاً:

۱۔ ہماری داخلی قوتیں، قوت باصرہ، لامسہ، ذائقہ، سامعہ، دافعہ، حافظہ وغیرہ یا کچھ بھی ہیں۔ اگر یہی قوتیں ملائکہ ہیں تو پھر ان پر ایمان بالغیب لانے کا قرآنی مطالبہ ہی غلط قرار پاتا ہے۔ اسلئے کہ ان داخلی قوتوں کو تو کافر اور دہریے بھی تسلیم کرتے ہیں۔

۲۔ آپ کی پہلی تعریف کے مطابق ملائکہ سے مراد خارجی قوتیں تھا۔ اب اس تعریف کے لحاظ سے ملائکہ سے مراد انسان کی داخلی قوتیں بن گیا۔

۳۔ اب ان داخلی قوتوں سے بھی مراد یہ ہے کہ "ہمارے اعمال کے اثرات جو ہماری ذات پر مرتب ہوتے رہتے ہیں۔ گویا ملائکہ کی تیسری تعریف "ہماری ذات پر مرتب ہونے والے اثرات ہیں۔

۴۔ قیامت کا مفہوم آپ نے یہ بتایا کہ جب انسانی اعمال کے نتائج محسوس شکل میں سامنے آجائیں تو قرآن اسے قیامت سے تعبیر کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک کسان اگر بیج بوتا ہے تو جب اس سے کونپل نکل آئے یا زیادہ سے زیادہ فصل پک کر تیار ہو جائے اور اس کے عمل کا نتیجہ محسوس شکل میں سامنے آگیا تو گویا قرآن کی رو سے اس کی قیامت آگئی۔ اس تصریح سے آپ کے قیامت پر ایمان لانے کے تصور پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

"ان مقامات سے ظاہر ہے کہ جو طبعی تغیرات انسان کے جسم میں رونما ہوتے ہیں اور جن کا آخری نتیجہ انسان کی طبعی موت ہوتی ہے۔ انہیں بھی ملائکہ کی قوتوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔" (ایضاً ص ۱۵۹)

❁ ملائکہ سے مراد طبعی تغیرات:۔ اب دیکھئے یہ طبعی تغیرات دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو کسی عمل کے نتیجہ کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ مثلاً پانی پینے سے پیاس بجھ جاتی ہے۔ کھانا کھانے سے بھوک مٹ جاتی ہے۔ سیر اور ورزش سے جسم مضبوط اور صحت بحال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہتی ہے۔ دوسرے طبعی تغیرات وہ جن میں انسان کے عمل کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ جیسے اس کا بچہ سے جوان ہونا، پھر بوڑھا ہونا، پھر مر جانا۔ یہ سب امور ایسے ہیں جن کا ایمان بالغیب سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ طبعی ہیں، اور واقع ہو کر رہیں گے پھر ان طبعی تغیرات کو ملائکہ سے تعبیر کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ ان طبعی تغیرات کو تو دہریے بھی تسلیم کرتے ہیں۔ پھر ایسے ملائکہ پر ایمان بالغیب لانے کا کیا مطلب؟

۴۔ "ان مقامات (یعنی بدر کے موقعہ پر تین ہزار ملائکہ کا نزول یا ایسی ہی دوسری آیات) پر غور کیجئے۔" ملائکہ کی مدد" کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس سے جماعت مومنین کے دلوں کو تسکین ملی تھی اور ان کے عزائم پختہ ہو گئے تھے۔ دوسری طرف دشمنوں کے دل خوف زدہ ہو گئے تھے اور ان کے حوصلے چھوٹ گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان مقامات میں ملائکہ سے مراد وہ نفسیاتی محرکات ہیں جو انسانی قلوب میں اثرات مرتب کرتے ہیں۔ (ایضاً ص ۱۵۵)

❁ ملائکہ سے مراد نفسیاتی محرکات:۔ اب دیکھئے اس اقتباس میں بھی پرویز صاحب نفسیاتی محرکات کو داخلی قسم کی کوئی شے قرار دے کر فریب دینے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ جب معاملہ داخلی قسم کا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اسی انداز میں پیش فرماتے ہیں۔ جیسے مومنوں کے لیے فرمایا ﴿فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ﴾ (۹:۴۰) اور کافروں کے لیے فرمایا ﴿وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ﴾ (۵۹:۲) لیکن یہ میدان بدر کا معاملہ داخلی قسم کا نہیں ہے۔ بلکہ یہ خارجی امداد یا محرکات تھے۔ جیسے اگر ایک انسان دوسرے کو گالی دے تو وہ سیخ پا ہو جاتا ہے یا کوئی دوسرے کا خوف رفع کر دے تو وہ مطمئن بھی ہو جاتا ہے اور اس مصیبت کو رفع کرنے کا مشکور بھی ہوتا ہے۔ یہی صورت حال بدر میں پیش آئی تھی۔ اب اگر اس سے وہی مطلب لیا جائے جو پرویز صاحب فرما رہے ہیں۔ تو تین سو تیرہ مجاہدین کے لیے پانچ ہزار ملائکہ کی مدد کی کیا صورت بن سکتی ہے؟

"اگر ایک طرف ملائکہ ایمان و استقامت کی بنا پر اللہ کی رحمتوں کی نور افشانی کرتے ہیں تو دوسری طرف کفر و سرکشی کے لیے عذاب خداوندی کے حامل بھی ہوتے ہیں" عذاب خداوندی" سے مفہوم یہ ہے۔ غلط قوموں کی پرورش کے تباہ کن نتائج۔ لہٰذا اس باب میں ملائکہ سے مراد وہ قوتیں ہیں جو قانون خداوندی کے مطابق انسانی اعمال کے نتائج مرتب کرنے کے لیے سرگرم عمل رہتی ہیں۔ (ایضاً ۱۵۸)

❁ رحمت اور عذاب کے فرشتے: اب دیکھئے لوطؑ کے پاس فرشتے آئے اور لوطؑ کو بستی سے نکل جانے کو کہا۔ جب وہ نکل گئے تو ان فرشتوں نے قوم لوط علیہ السلام کی بستی کو لواطت کے جرم میں الٹ مارا۔ اب اگر محض قوانین خداوندی اور علت و معلول کا سہارا لیا جائے تو ہر لوطی قوم کا یہی انجام ہونا ضروری ہے کیونکہ قوانین خداوندی میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ انگلستان میں یہی عمل قوم لوط موجود ہے اور اسے قانونی جواز کی سند بھی حاصل ہے۔ اب قوانین خداوندی کے مطابق ان قوتوں (ملائکہ) کو یقیناً ان کے اعمال کا نتیجہ وہی مرتب کرنا چاہیے تھا جیسا کہ قوم لوط کے اعمال کا مرتب ہوا۔ مگر ایسا نہیں ہو رہا۔ جس کا واضح نتیجہ یہ ہے کہ اعمال کو مرتب کرنے والی ہستی کوئی باشعور ہستی ہے جو اپنی مشیت کے مطابق ہی نتائج مرتب کرتی ہے جو اپنے ہی بنائے قوانین کی پابند نہیں ہے اور نہ ہی ملائکہ بے جان و بے شعور قوتیں ہیں جو لگے بندھے نتائج مرتب کریں۔ وہ فرشتے جاندار اور باشعور ہستیاں ہیں اور قانون خداوندی کی نہیں بلکہ خداوند کے حکم کی اطاعت کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہی فرشتے جب سیدنا ابراہیمؑ اور سیدنا لوطؑ کے پاس آتے ہیں تو رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں اور وہی فرشتے قوم لوط کے لیے عذاب کے فرشتے بن جاتے ہیں۔

"دو، تین چار پروں سے اپنی قوت کے اعتبار سے ملائکہ کے مختلف مدارج و طبقات کا ذکر مقصود ہے۔" (ایضاً ۱۶۷)

❁ دو دو، تین تین، چار چار پروں والے فرشتے اور ان کی قوت اور مدارج:۔ گویا پرویز صاحب کے نزدیک جیسے کوئی بجلی کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٣٦﴾ فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ

دوسرے کے دشمن ہو۔ اور اب تمہیں ایک معین وقت (موت یا قیامت) تک زمین میں رہنا اور گزر بسر کرنا ہے۔" (۳۶)

پھر آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات [۵۶] سیکھ کر توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ بلا شبہ

موٹر ۲ ہارس پاور کی ہوتی ہے۔ کوئی تین ہارس پاور کی اور کوئی چار کی۔ یہی صورت حال فرشتوں کی بھی ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ قوت اور مدارج یہ دونوں عربی زبان کے لفظ ہیں اور قرآن میں انہی معروف معانی میں استعمال بھی ہوتے ہیں۔ پھر آخر فرشتوں کے لیے قوت اور درجہ کی بجائے اجنحہ (بازو، پر) کے لفظ استعمال کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

علاوہ ازیں چڑیا کے بھی دو پر ہوتے ہیں اور چیل کے بھی۔ لیکن ان دونوں کے دو دو پر ہونے کے باوجود قوت میں بڑا فرق ہے۔ اور مختلف مدارج کا معاملہ تو پرویز صاحب ہی بہتر جانتے ہیں۔ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں کہ ہر انسان کے دو دو ہی بازو ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں سے ہر ایک کی قوت میں فرق ہوتا ہے اور مدارج میں بھی۔ مدارج کا انحصار بازوؤں پر نہیں بلکہ تقویٰ پر ہوتا ہے

سو یہ ہے فرشتوں پر ایمان بالغیب، اصل مسئلہ یہ تھا کہ آیا فرشتے کوئی الگ مخلوق ہیں یا نہیں اور ان کا کوئی خارجی تشخص ہے یا نہیں؟ چونکہ یہ مسئلہ مافوق العادت (Super Natural) ہے اس لیے آپ کو ہر مقام پر تاویلات کرنا پڑیں، پرویز نے جتنی بھی ملائکہ کی تعبیریں پیش کی ہیں۔ یہ سب انسانوں حتیٰ کہ کافروں اور دہریوں میں بھی مسلم ہیں۔ لہٰذا ان کا نہ ایمان بالغیب سے کوئی تعلق ہے اور نہ قرآن کے واضح ارشادات ہیں۔

[۵۴] ❁ شیطان کی آدم کو فریب دہی:۔ مندرجہ بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شیطان (ابلیس) نے جو آدم کا پہلے دن سے ہی رقیب اور دشمن بن گیا تھا۔ آدم کو گمراہ کرنے اور اللہ کی نافرمانی پر آمادہ کرنے کے لیے کیا کچھ نہ کیا ہوگا شیطان وسوسے ڈالتا رہا اور سیدنا آدمؑ بچتے ہی رہے۔ آخر ایک مدت گزرنے کے بعد شیطان نے آدم علیہ السلام کو کئی طرح کے سبز باغ دکھا کر اسے اپنے دامن تزویر میں پھانس ہی لیا۔ اس لیے آدمؑ سے کہا: اللہ کی قسم! میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور جس درخت سے تم بچ رہے ہو اسے کھاؤ گے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں رہو گے اور اللہ کے مقرب بن جاؤ گے۔" سیدنا آدمؑ اس کے فریب میں آ گئے، درخت کے پھل کو کھایا تو فوراً جنتی لباس چھن گیا اور جنت کے پتوں سے اپنے بدن کو ڈھانپنے لگے اور فوراً انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔

ضمناً یہ بحث بھی نکلی کہ انبیاء سے خطا سرزد ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿فَنَسِيَ آدَمُ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا﴾ (۲۰:۱۱۵) آدمؑ (مدت مدید گزرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عہد کو) بھول گئے تھے اور ہم نے اس میں (نافرمانی کا) ارادہ نہیں پایا۔ گویا معلوم ہوا کہ انبیاء سے بھول چوک لغزش یا نافرمانی ہو سکتی ہے۔ عمداً نہیں اور عصمتِ انبیاء کا مطلب صرف یہ ہے کہ اگر انبیاء سے کوئی غلطی یا خطا سرزد ہو تو وہ معاف کر دی جاتی ہے اور اگر کوئی قابل تلافی معاملہ ہو تو بذریعہ وحی اس کی تلافی بھی کر دی جاتی ہے۔

[۵۵] یعنی شیطان کے روز اول سے انسان کا دشمن ہونے کی وجہ تو واضح طور پر بیان ہو چکی ہے لہٰذا انسان اگر شیطان کو فی الواقع دشمن سمجھے گا تو تب ہی اس کی نجات کی توقع ہو سکتی ہے اور بغض و عداوت کا مقام دنیا تو ہو سکتا ہے۔ جنت نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا سب کو جنت سے نکالا اور دنیا میں چلے جانے کا حکم دے دیا گیا۔

[۵۶] وہ کلمات یہ تھے ﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (۷:۲۳) آدمؑ و حوّا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں کہنے لگے: "اے ہمارے پروردگار! ہم اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہیں اور اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں فرمائے گا تو ہم تو خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

ان کلمات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے خود ہی سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۲۳ میں کر دیا ہے۔ اس کے باوجود بعض واعظ حضرات اس آیت کی تشریح میں ایک موضوع حدیث بیان کیا کرتے ہیں یہ حدیث مرفوع بنا کر پیش کی جاتی ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"جب سیدنا آدم علیہ السلام جنت سے نکال کر دنیا میں بھیجے گئے تو ہر وقت روتے اور استغفار کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آسمان کی طرف دیکھا اور عرض کی: "اے باری تعالےٰ! سیدنا محمد ﷺ کے وسیلہ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ وحی نازل ہوئی کہ تم محمد ﷺ کے متعلق کیسے جانتے ہو؟ عرض کیا۔ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد ﷺ سے اونچی کوئی ہستی نہیں ہے۔ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھ رکھا ہے۔" وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ تمہاری اولاد میں سے ہیں۔ وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کیے جاتے۔ (ریاض السالکین ۳۰۲)

اب دیکھئے اس میں مندرجہ بالا باتیں قابل غور ہیں:

❁ سیدنا آدم کا وسیلہ پکڑنا:۔ ۱۔ اس حدیث میں یہ ذکر کہیں نہیں آیا کہ پھر سیدنا آدم علیہ السلام کی نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے توبہ قبول ہوئی بھی یا نہیں؟ الٹا اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر سیدنا آدمؑ کو اور بھی مایوس کر دیا کہ اگر وہ نہ ہوتے تو تم بھی نہ ہوتے، کسی سائل کو اگر ایسا جواب دیا جائے تو بتائیے اس کے دل پر کیا بیتتی ہے؟

❁ موضوع حدیث کی عجمی ترکیب:۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے اس جواب کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کے نام پر ایک موضوع حدیث گھڑی گئی یعنی یہ حدیث قدسی ہے اور اس کا متن یوں ہے: عن ابن عباس یقول اللہ وبعزتی و جلالی لو لاک ماخلقت الدنیا ترجمہ: "ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم ﷺ نہ ہوتے تو میں اس دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا" (ریاض السالکین ص ۲۴۴) اس قدسی موضوع حدیث کا مفہوم ایک دوسری روایت میں ان الفاظ میں ہے۔ لَوْلاَكَ لَمَا خَلَقْتُ الأَفْلاَكَ ترجمہ: "اگر تم ﷺ نہ ہوتے تو میں کائنات کی کوئی بھی چیز پیدا نہ کرتا۔" (ریاض السالکین ص ۱۰۱) ان حدیثوں کو ابن الجوزی نے موضوع قرار دیا ہے۔ دیکھئے موضوعات ابن الجوزی جلد ۱ ص ۲۸۹ نیز ان احادیث کے موضوع ہونے پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ لولاک کی ترکیب عربی نہیں بلکہ عجمی ہے۔ عربی قواعد کے مطابق لو لا انت آنا چاہئے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام غزوہ خندق کے دوران خندق کی مٹی ڈھوتے وقت یہ شعر گنگنا رہے تھے: اللّٰهُمَّ لَوْ لاَ أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا (بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۂ خندق) گویا لولاک کی ترکیب ہی غلط ہے، جو اس کے موضوع ہونے پر دلیل ہے۔

ان موضوعات کا مقصد صرف رسول اللہ ﷺ کی شان کی عظمت یا قدامت بیان کرنا نہیں بلکہ کچھ اور بھی مقاصد ہیں جو ان حضرات کے نزدیک بہت اہم ہیں مثلاً:

۱۔ اللہ سے خواہ کتنے ہی برس رو رو کر مغفرت طلب کی جائے وہ اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک کسی کا وسیلہ نہ پکڑا جائے اور (۲) یہ وسیلہ اپنے نیک اعمال کا نہیں کسی بزرگ ہستی کا ہی ہو سکتا ہے۔ خواہ وہ ابھی تک وجود میں نہ آئی ہو یا خواہ اس دنیا میں موجود ہو یا اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہو۔ کاش سیدنا آدم علیہ السلام کو اتنی مدت رونے سے پہلے ہی یہ باتیں معلوم ہو جاتیں۔ شیعہ حضرات نے جب موضوعات کا وسیع میدان دیکھا تو وہ ان حضرات سے بھی چار ہاتھ آگے نکل گئے۔ ان کی قدسی حدیث کا متن یوں ہے لو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿٣٧﴾ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ
هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ
النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٣٩﴾ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا ع

وہ بندوں کی توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے (۳۷)

ہم نے کہا: تم سب کے سب [۵۷] یہاں سے نکل جاؤ۔ پھر جو میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے اور جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۳۸) اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کیا اور انہیں جھٹلایا [۵۸] وہی اہل دوزخ ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے (۳۹) ع

اے بنی اسرائیل! [۵۹] میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تمہیں عطا کی تھیں۔ اور تمہارا مجھ سے جو عہد

لاعلی ماخلقتك یعنی اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا: اگر علیؓ نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔"

[۵۷] ۞ کیا نیکی اور بدی کے نتائج لازمی ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ گناہ معاف کر دیا۔ مگر جنت سے اخراج کا حکم بحال رہنے دیا، بلکہ اسے مکرر بیان فرمایا کیونکہ آدمؑ کو جنت میں رہنے کے لیے نہیں بلکہ زمین میں خلافت کے لیے پیدا کیا گیا تھا اور یہی کچھ اقتضائے مشیت الٰہی تھا۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیکی اور بدی کے نتائج لازمی نہیں جو بہر حال انسان کو بھگتنا پڑیں یہ ایک گمراہ کن نظریہ ہے۔ نیکی کی جزا اور بدی کی سزا دینا کلیتاً اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، بھلائی پر انعام بھلائی کا طبعی نتیجہ نہیں بلکہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ چاہے تو دے چاہے تو نہ دے اور چاہے تو کئی گنا زیادہ دے دے۔ اسی طرح وہ چاہے تو کسی کا گناہ معاف کر دے، اور چاہے تو سزا دے دے۔ وہ حکیم بھی ہے اور عادل بھی۔ لہٰذا ان صفات کے مطابق وہ سب کچھ کرنے کا پورا اختیار رکھتا ہے۔

۞ کفارہ مسیح کا عقیدہ:۔ اللہ تعالیٰ کا سیدنا آدم کی توبہ قبول کرنے سے نصاریٰ کے اس غلط عقیدہ کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ آدمؑ کے اس گناہ کے داغ کو بنی نوع انسان کے دامن سے دور کرنے کے لیے خدا کو اپنا اکلوتا بیٹا بھیج کر کفارہ ادا کرنے کے لیے سولی پر چڑھانا پڑا۔

[۵۸] ۞ جنت میں دوبارہ داخلہ:۔ ساتھ ہی یہ بھی وضاحت فرمائی کہ بنی نوع انسان کیلئے میری طرف سے ہدایت (وحی) آتی رہے گی اور جو لوگ اس کے مطابق عمل کریں گے۔ انہیں کچھ غم واندوہ نہ ہوگا اور وہ اس جنت کے وارث ہوں گے، جہاں سے آدم علیہ السلام وغیرہم کو نکالا گیا تھا۔ البتہ جو لوگ ہماری وحی کا انکار کریں گے اور شیطان سے دوستی رکھیں گے تو وہ دائمی طور پر دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

[۵۹] ۞ بنی اسرائیل سے خطاب کا آغاز:۔ یہاں سے خطاب کا رخ عوام الناس کے بجائے بنی اسرائیل کی طرف ہو گیا ہے جو چودھویں رکوع تک چلتا ہے۔ یہود مدینہ میں بکثرت آباد تھے۔ چونکہ سیدنا اسحاق علیہ السلام سے لے کر ان میں تقریباً چار ہزار نبی آ چکے تھے۔ اس لیے تمام عرب پر ان کے علم و فضل کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ ان پر اللہ تعالیٰ نے بے شمار انعامات کئے تھے۔ مگر کچھ مدت گزرنے پر ان میں بہت سے عیوب پیدا ہو گئے تھے اپنے اس علمی تفوق کی بنا پر اور اس حسد کی بنا پر کہ آنے والا نبی اسحاقؑ کی اولاد سے نہیں، انہوں نے دعوت اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ اگلی آیات میں ان کا مفصل ذکر آ رہا ہے۔ اسرائیل کا معنی عبداللہ ہے اور یہ یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا اور بنو اسرائیل سے مراد ان کی اولاد یا یہودی قوم ہے۔ جن کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِعَهْدِيٓ أُوفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ﴿٤٠﴾ وَآمِنُوا بِمَآ أَنزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا
تَكُونُوٓا أَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهِۦ ۖ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَٰتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ ﴿٤١﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ
تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤٢﴾ وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَآتُوا الزَّكَوٰةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّٰكِعِينَ ﴿٤٣﴾ أَتَأْمُرُونَ

تھا[۶۰] اسے تم پورا کرو اور میرا تم سے جو عہد تھا اسے میں پورا کروں گا۔ اور فقط مجھ ہی سے ڈرتے رہو(۴۰) اور اس
کتاب پر ایمان لاؤ جو میں نے نازل کی ہے (یعنی قرآن پر) یہ کتاب اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو تمہارے
پاس ہے۔ لہٰذا اس کے سب سے پہلے[۶۱] منکر تم ہی نہ بنو۔ نہ ہی میری آیات کو تھوڑی سی قیمت کے عوض بیچ
ڈالو۔ اور ڈرو تو صرف مجھ ہی سے ڈرو(۴۱) اور نہ ہی حق و باطل کی آمیزش کرو اور دیدہ دانستہ سچی بات کو نہ چھپاؤ۔
(۴۲) اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ[۶۲] ادا کرو۔ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ تم بھی رکوع کیا کرو(۴۳) تم لوگوں کو

لیے تورات نازل ہوئی۔

[۶۰] ۞ بنی اسرائیل کا کتاب اللہ سے سلوک:۔ وہ عہد یہ تھا کہ تم تورات کے احکام کے پابند رہو گے اور میں جو پیغمبر بھیجوں اس پر ایمان لا کر اس کا ساتھ دو گے اور اللہ کا عہد یہ تھا کہ ملک شام تمہارے قبضہ میں رہے گا۔ بنی اسرائیل نے اس اقرار کو قبول تو کر لیا مگر بعد میں اس پر قائم نہ رہے، بدنیتی کی، رشوت لے کر غلط مسئلے بتائے، حق کو چھپایا۔ آنے والے نبیوں کی اطاعت کے بجائے ان میں سے بعض کو قتل ہی کر ڈالا اور اپنی ریاست جمائی اور تورات میں جہاں کہیں رسول اللہ ﷺ کی توصیف تھی اسے بھی بدل ڈالا۔

[۶۱] عقائد، اخبار انبیاء اور احوال آخرت تمام الہامی کتابوں میں تقریباً ایک ہی جیسے ہیں۔ فرق ہوتا ہے تو صرف بعض احکام میں جو احوال و ظروف کے تقاضوں کے مطابق ہوتا ہے۔ لہٰذا قرآن جب تورات کی تصدیق کر رہا ہے تو اس کے پہلے منکر تم ہی نہ بن جاؤ۔ امی اہل عرب اور تمہاری اولاد تو تمہاری ہی روش پر چلیں گے۔ اس طرح سب کے گناہ کا حصہ تم پر بھی ہوگا۔ اور حدیث میں ہے کہ:

۞ اہل کتاب کے ایمان لانے پر دوہرا اجر:۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں کے لیے دوہرا ثواب ہے ایک تو وہ اہل کتاب جو اپنے پیغمبر پر ایمان لایا، پھر محمد ﷺ پر ایمان لایا۔ دوسرے وہ غلام جو اللہ کا بھی حق ادا کرے اور اپنے مالکوں کا بھی، تیسرے وہ شخص جس کے پاس ایک لونڈی ہو جس سے وہ محبت کرتا ہو اسے اچھی طرح ادب سکھائے پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔" عامر شعبی نے صالح سے کہا ہم نے یہ حدیث تمہیں مفت بتا دی جبکہ لوگ اس سے کم درجہ کی حدیث کے لیے مدینہ جایا کرتے تھے۔ (بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل اُمته واهله)

[۶۲] نماز اور زکوٰۃ، ہر زمانہ میں دین اسلام کے اہم ارکان رہے ہیں۔ لیکن یہود میں نماز باجماعت کا اہتمام نہیں تھا اور ان کی نماز میں رکوع بھی نہیں تھا۔ یہود نے نماز ادا کرنا بالکل چھوڑ ہی دیا تھا اور زکوٰۃ ادا کرنے کے بجائے سود کھانا شروع کر دیا تھا۔ اس آیت میں انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے۔ کہ اب تمام امور میں نبی آخر الزمان کی اتباع کرو۔ اس آیت اور اس سے اگلی تین آیات میں خطاب یہود اور مسلمانوں میں مشترک ہے۔ ہماری شریعت میں بھی نماز باجماعت ادا کرنا بہت فضیلت رکھتا ہے اور بلا عذر ترک جماعت کبیرہ گناہ ہے۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٤٤﴾ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ

تو نیکی کا حکم کرتے ہو مگر اپنے آپ کو بھول ہی جاتے ہو[۶۳] حالانکہ تم کتاب (تورات) کی تلاوت کرتے ہو؟ کیا تم کچھ بھی عقل سے کام نہیں لیتے؟(۴۴)

نماز باجماعت کی فضیلت اور فوائد:۔ ۱۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "جماعت کی نماز اکیلے شخص کی نماز سے ستائیس گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔" (بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلوۃ الجماعۃ)

۲۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کیا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پھر نماز کا حکم دوں، اس کے لیے اذان کہی جائے پھر کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو امامت کرائے پھر میں (جماعت سے) پیچھے رہنے والوں کے ہاں جا کر ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر ان لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ انہیں (جماعت میں شامل ہونے پر) ایک موٹی ہڈی یا دو اچھے کھر ملیں گے تو عشاء کی نماز میں ضرور آتے۔ (بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب صلوۃ الجماعۃ)

نماز کے فضائل اور اہمیت:۔ ۳۔ سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بھلا دیکھو اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہتی ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ نہائے تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل کچیل رہ جائے گا؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں کچھ میل کچیل باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بس یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان نمازوں کی وجہ سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

۴۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ہر نماز اپنے سے پہلی نماز تک کے، جمعہ اپنے سے پہلے جمعہ تک کے اور رمضان اپنے سے پہلے رمضان تک کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے۔ (مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء والصلوۃ عقبہ)

۵۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "جس نے نماز کی حفاظت کی اس کے لیے نماز قیامت کے دن نور، برہان اور نجات کا باعث ہو گی اور جس نے نماز کی حفاظت نہ کی اس کے لیے اس دن نہ نور ہو گا، نہ برھان اور نہ نجات اور قیامت کے دن وہ قارون، فرعون، ہامان، اور ابی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔ (احمد، دارمی، بیہقی، بحوالہ مشکوٰۃ مطبوعہ نور محمد ص ۵۸)

۶۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں نے حد کا ایک گناہ کیا ہے۔ مجھے حد لگائیے۔ آپ ﷺ نے اس سے کچھ نہیں پوچھا۔ اتنے میں نماز کا وقت آ گیا اور اس نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ وہ شخص پھر کھڑا ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے ایک حدی گناہ کیا ہے۔ آپ ﷺ کتاب اللہ کے مطابق مجھے سزا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟" وہ کہنے لگا: ہاں پڑھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو بس اللہ نے تیرا گناہ اور تیری سزا کو معاف کر دیا۔" (بخاری، کتاب المحاربین باب إذا أقرّ بالحد)

[۶۳] بعض یہودی علماء اپنے عزیزوں کو جو مسلمان ہو گئے تھے۔ کہتے تھے کہ اسی دین (اسلام) پر قائم رہو کیونکہ یہ دین برحق ہے۔ مگر بعض دنیوی مفادات کی بنا پر خود مسلمان نہیں ہوتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی اور یہ حکم سب کے لیے عام ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَي الْخٰشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـــًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا

اور (مشکل پڑنے پر) صبر [۶۴] اور نماز سے مدد لو۔ بلاشبہ نماز گرانبار ہے مگر ان عاجزی کرنے والوں پر گرانبار نہیں (۴۵) جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے (عنقریب) ملنے [۶۵] والے ہیں اور اسی کی طرف واپس جانے والے ہیں (۴۶)

اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو بھی یاد کرو جو میں نے تمہیں عطا کی تھی اور تمہیں تمام اقوام [۶۶] عالم سے بڑھ کر نوازا تھا (۴۷) اور اس دن سے ڈرتے رہو جب نہ تو کوئی کسی دوسرے کے کام آسکے گا، نہ اس کے حق میں سفارش قبول کی جائے گی، نہ ہی اسے معاوضہ لے کر چھوڑ دیا جائے گا اور نہ ہی ان (مجرموں) کو

[۶۴] ۞ پریشانیوں اور مصائب کا علاج:۔ مصیبت اور پریشانی کی حالت میں صبر اور نماز کو اپنا شعار بنانے کا حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی یاد میں جس قدر طبیعت مصروف ہو اسی قدر دوسری پریشانیاں خود بخود کم ہو جاتی ہیں۔ بعض لوگوں نے یہاں صبر سے روزہ بھی مراد لیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ ﷺ کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو خود بھی نماز میں مشغول ہوتے اور اپنے اہل بیت کو بھی اس کی دعوت دیتے تھے۔

اور صبر کسے کہتے ہیں یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی زبانی سنیے۔

۞ صبر کی تعریف:۔ انس بن مالک ؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ایک عورت پر گزر ہوا جو ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا "اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔" وہ کہنے لگی۔ "جاؤ اپنا کام کرو تمہیں مجھ جیسی مصیبت تو پیش نہیں آئی۔" وہ عورت آپ ﷺ کو پہچانتی نہ تھی۔ اسے لوگوں نے بتایا کہ وہ تو نبی ﷺ تھے۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کے دروازے پر حاضر ہوئی۔ وہاں کوئی دربان موجود نہ تھا۔ وہ اندر جا کر کہنے لگی۔ "میں نے آپ ﷺ کو پہچانا نہ تھا (میں صبر کرتی ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا: صبر تو اس وقت کرنا چاہیے جب صدمہ شروع ہو۔" (بخاری کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور)

[۶۵] یعنی جو لوگ مرنے کے بعد اپنے پروردگار سے ملنے اور اس کے حضور جواب دہی کا یقین رکھتے ہیں۔ ان کے لیے نماز کی ادائیگی کبھی مشکل نہیں ہوا کرتی بلکہ اگر کوئی نماز چھوٹ جائے یا نماز میں تاخیر ہو جائے تو ان کی طبیعت گرانبار ہو جاتی ہے اور جب تک وہ نماز ادا نہ کر لیں انہیں چین نہیں آتا اور جو لوگ روز آخرت پر پورا یقین نہیں رکھتے، ان کے لیے نماز ایک مصیبت اور مفت کی بیگار ہوتی ہے۔

[۶۶] یعنی ایک وہ وقت تھا جب تمام اقوام پر بنی اسرائیل کے علم و فضیلت کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ لیکن اللہ کی اس نعمت کا ان پر الٹا اثر ہوا، بجائے اس کے کہ وہ شکر ادا کرتے اور اس کے حضور سرنگوں ہوتے اور تقویٰ اختیار کرتے وہ از راہ تکبر یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم چونکہ انبیاء کی اولاد ہیں۔ لہٰذا اللہ کے محبوب اور چہیتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں عذاب نہیں ہوگا اور یہ بات ان کے عقیدہ میں راسخ ہو گئی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ
يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ
الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ

کہیں سے [۶۷] مدد پہنچ سکے گی (۴۸)

پھر (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی تھی۔ یہ لوگ تمہیں سخت دکھ دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو تو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ اور تمہاری اس حالت میں تمہارے رب کی طرف سے ایک [۶۸] بڑی آزمائش تھی (۴۹)

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تمہاری خاطر سمندر کو پھاڑ (کر اس میں راستہ بنا) دیا تھا۔ اس طرح ہم نے تمہیں تو آل فرعون سے نجات دے دی اور ان کو اس سمندر میں غرق کر دیا [۶۹] اور یہ سب کچھ تم دیکھ رہے تھے (۵۰)

اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو چالیس راتوں کے وعدہ پر (میقات پر) بلایا تو ان کی

[۶۷] ۞ سفارش پر تکیہ کرنا نری بے وقوفی ہے:۔ ان کے اسی غلط عقیدہ کا اس آیت میں جواب دیا گیا ہے، کہ عذاب سے نجات کی جو چار صورتیں ممکن ہیں ان میں سے کوئی بھی تمہارے کام نہ آسکے گی۔ یعنی کوئی شخص دوسرے کا بوجھ اٹھانے کو تیار نہ ہوگا، نہ کسی کی سفارش کام آئے گی، نہ وہ فدیہ دے کر چھوٹ سکے گا اور نہ ہی اللہ کے مقابلہ میں وہاں اس کا کوئی حامی و مددگار ہوگا۔ لہٰذا خوب سمجھ لو کہ محض انبیاء کی اولاد ہونے کی بنا پر تم کبھی اپنی کرتوتوں کی سزا سے بچ نہ سکو گے۔

یہ درست ہے کہ قیامت کے دن انبیاء اور صلحاء گنہگاروں کے لیے سفارش کریں گے لیکن اس سفارش کی شرائط ایسی ہیں کہ سفارش پر تکیہ کرنا مشکل ہے مثلاً یہ کہ سفارش وہی کرے گا جسے اللہ تعالیٰ اجازت دے گا، اور اتنی ہی کر سکے گا جتنی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی، یا صرف اسی گناہ کے لیے سفارش کر سکے گا۔ جس کا اللہ کی طرف سے اذن ہوگا، اور صرف اسی شخص کے حق میں کر سکے گا جس کے حق میں سفارش کرنا منظور ہوگا۔

[۶۸] ۞ فرعون کی بنی اسرائیل کو تعذیب کی وجہ:۔ فرعون نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر اس کے نجومیوں نے یہ دی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہوگا جو تمہیں اور تمہاری سلطنت کو غارت کر دے گا۔ فرعون نے اس کا حل یہ سوچا کہ اپنی مملکت میں حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل کے ہاں جو بچہ پیدا ہو اسے مار ڈالا جائے اور جو لڑکیاں پیدا ہوں انہیں اپنی لونڈیاں بنا لیا جائے۔ اپنی حکومت کو بچانے کے لیے اس کی یہ تدبیر انتہائی ظالمانہ تھی۔ مگر جو کام اللہ کو منظور تھا وہ ہو کے رہا اور فرعون کے سر پر چڑھ کر ہوا۔ موسیٰ پیدا ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون کے منہ پر جوت مارا کہ موسیٰ علیہ السلام کی پرورش بھی اس کے گھر میں ہوئی۔ ﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (۱۲:۲۱)

[۶۹] بنی اسرائیل پر بیتے ہوئے تاریخی واقعات چونکہ بہت مشہور اور زبان زد خاص و عام تھے۔ لہٰذا یہاں ان کا اجمالی ذکر ہی آیا ہے۔ البتہ بعض دوسرے مقامات پر ان کی تفصیل بھی بیان کر دی گئی ہے۔ انہیں میں سے ایک واقعہ بنی اسرائیل کی نجات اور فرعون کی غرقابی کا بھی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾
وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ
ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ
لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ
نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

غیر موجودگی میں تم نے بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم فی الواقع ظالم تھے(۵۱) پھر اس کے بعد ہم نے تمہارا یہ جرم بھی معاف کر دیا کہ شاید اب تم شکر گزار بن جاؤ(۵۲) اور (اسی میقات کے دوران) ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور قانون فیصل دیا تاکہ تم ہدایت کی راہ پاسکو(۵۳)

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے (واپس آکر) اپنی قوم سے کہا: "اے میری قوم! تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا ہے۔ لہٰذا اپنے خالق کے حضور توبہ کرو اور اپنی جانوں کو ہلاک [۷۰] کرو۔ تمہارے رب کے ہاں یہی بات تمہارے حق میں بہتر ہے۔ چنانچہ اللہ نے تمہاری توبہ قبول کرلی۔ کیونکہ وہ توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے(۵۴)

اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب تم نے موسیٰ سے کہا کہ: "ہم تو جب تک اللہ کو علانیہ دیکھ نہ لیں تمہاری بات نہیں مانیں گے" [۷۱] پھر تمہارے دیکھتے ہی دیکھتے تم پر بجلی گری (جس نے تمہیں ختم کر دیا)(۵۵) پھر تمہاری موت

❁ بنی اسرائیل کی گئوسالہ پرستی:۔ فرعون کی غرقابی کے بعد بنی اسرائیل جب جزیرہ نمائے سینا میں پہنچ گئے، تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو چالیس راتوں کے لیے کوہ طور پر طلب فرمایا تاکہ اس نئی آزاد شدہ قوم (بنی اسرائیل) کو عملی ہدایات واحکام عطا کئے جائیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے جانے کے بعد اس قوم نے گئوسالہ پرستی شروع کر دی۔ مصر میں گئوسالہ پرستی کا عام رواج تھا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل انحطاط کا شکار ہوگئے اور رفتہ رفتہ قبطیوں (فرعونیوں) کے غلام بن گئے۔ انہیں کی بود وباش اپنانے میں عافیت سمجھی اور منجملہ دوسری رذیلہ امراض کے گئوسالہ پرستی کو بھی اپنالیا۔ فرعون سے نجات پاجانے کے بعد تاحال گئوسالہ پرستی کے جراثیم ان سے ختم نہیں ہوئے تھے۔

[۷۰] ❁ گئوسالہ پرستوں کا قتل عام:۔ موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور سے تورات لے کر واپس لوٹے تو انہیں بنی اسرائیل کی اس گئوسالہ پرستی کا علم ہوا اور اس بات سے سخت دکھ ہوا۔ قوم سے کہا کہ اب اس ظلم کی سزا یہ ہے کہ جن جن لوگوں نے بچھڑے کی پرستش کی تھی انہیں چن چن کے مار ڈالو۔ اس وقت بنی اسرائیل کے تین گروہ بن گئے تھے۔ ایک وہ جنہوں نے بچھڑے کی پرستش کی تھی۔ دوسرے وہ جو انہیں گئوسالہ پرستی سے منع کرتے تھے۔ تیسرے وہ جو غیر جانبدار رہے۔ نہ خود گئوسالہ پرستی کی اور نہ ہی کرنے والوں کو منع کیا۔ انہیں حکم یہ دیا گیا کہ منع کرنے والے بچھڑا پوجنے والوں کو قتل کریں اور جو غیر جانبدار رہے انہیں معاف کر دیا گیا۔

[۷۱] یہ بنی اسرائیل کے لوگ کچھ ایسے بدنہاد واقع ہوئے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر بھی اعتبار نہیں کرتے تھے۔ جب موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر کوہ طور سے واپس لوٹے اور قوم کے سامنے کتاب پیش کی تو کہنے لگے۔ ہمیں یہ کیسے معلوم ہو کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ
كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾

کے بعد ہم نے تمہیں [۷۲] زندہ کر اٹھایا کہ شاید اب ہی تم شکر گزار بن جاؤ(۵۶) اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا۔ [۷۳] اور (تمہارے کھانے کو) من و سلویٰ اتارا (اور کہا) یہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں۔ اور (دیکھو! تمہارے اسلاف نے) ہم پر تو کوئی ظلم نہ کیا تھا بلکہ وہ اپنے آپ ہی پر ظلم کرتے رہے تھے(۵۷)

یہ کتاب واقعی منزل من اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ فی الواقع آپ سے ہم کلام ہوا تھا۔ اس صورت حال سے موسیٰ علیہ السلام سخت پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ ستر آدمیوں کو بھی اپنے ساتھ طور پہاڑ پر لے آؤ۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر آدمی منتخب کیے اور انہیں اپنے ہمراہ طور پر لے گئے کہ وہ خود بقائمی ہوش و حواس کلام الٰہی کو سن لیں۔ پھر جب انہوں نے کلام الٰہی سن لیا تو کہنے لگے: موسیٰ (علیہ السلام) پردے میں سننے کا ہمیں کچھ اعتبار نہیں اور ہم تو جب تک اللہ کو صاف صاف دیکھ نہ لیں، تمہاری بات پر اعتبار نہیں کریں گے۔"

❁ منتخب ستر آدمیوں کی موت اور دوبارہ زندگی:۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ ان کا یہ مطالبہ ناقابل عمل اور انتہائی جہالت پر مبنی تھا۔ موسیٰ علیہ السلام جب خود بھی اللہ کی تجلی کی تاب نہ لا سکے اور بے ہوش ہو کر گر گئے تھے، اور پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو گیا تھا۔ تو بھلا یہ کس کھیت کی مولی تھے۔ ان کے اس مطالبہ پر ان پر بجلی گری شاید یہ بھی اللہ کی تجلی ہی کی کوئی صورت ہو) اور آن کی آن میں انہیں بھسم کر ڈالا۔

[۷۲] اب موسیٰ علیہ السلام کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ اکیلے واپس جا کر قوم کو کیا کہیں گے۔ چنانچہ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور فرمایا: اے اللہ! اگر تیری یہ مشیت تھی تو آج سے پہلے انہیں اور مجھے بھی ہلاک کر دیا ہوتا، کیا آج تو ان نادان لوگوں کی بات پر ہمیں ہلاک کرتا ہے؟" (۷:۱۵۵) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کی دعا قبول فرما کر انہیں از سر نو زندہ کر دیا۔

[۷۳] ❁ بنی اسرائیل کا جہاد سے انکار:۔ یہ واقعہ تفصیل سے سورہ مائدہ میں آئے گا۔ مختصر یہ کہ موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو لے کر وادی سینا میں پہنچے تو اس وقت یہ قوم لاکھوں کی تعداد میں تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے ملک شام پر حملہ کرنے کے لیے کہا (یہی وہ ملک تھا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا) تو کہنے لگے! موسیٰ علیہ السلام وہاں تو جابر قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ لہٰذا ہم ان کے مقابلہ کی سکت نہیں رکھتے، اور اگر یہ حملہ ایسا ہی ضروری ہے تو تم اور تمہارا پروردگار دونوں جا کر ان سے جنگ کرو ہم تو یہاں ہی بیٹھتے ہیں۔" ان کا یہ جواب دراصل اس بزدلی کی وجہ سے تھا جو مدتوں فرعون کی غلامی میں رہنے کی وجہ سے ان میں پیدا ہو چکی تھی۔

❁ جہاد سے انکار کی سزا:۔ اس جواب پر اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ملک شام کی فتح چالیس سال تک کیلئے موخر کر دی۔ تاکہ اس عرصہ میں یہ بزدل نسل مرکھپ جائے اور آئندہ جو نسل اس بیابان اور آزادانہ فضا میں پیدا ہو۔ اس میں کچھ ہمت اور جرأت پیدا ہو اور جہاد کے قابل بن جائیں۔ اب سوال یہ تھا کہ اس بیابان میں نہ کوئی مکان تھے اور نہ سامان خورد و نوش اور لوگ لاکھوں کی تعداد میں تھے۔

❁ ابر، من و سلویٰ اور بارہ چشمے:۔ اندریں صورت اللہ تعالیٰ نے اس طویل مدت کے لیے آسمان کو ابر آلود رکھا، ورنہ یہ سارے لوگ دھوپ کی شدت سے تباہ و برباد ہو جاتے اور خوراک کا یہ انتظام فرمایا کہ کثیر تعداد میں من و سلویٰ نازل فرمایا۔ من ایک میٹھی چیز تھی جو دھنیے کے بیج جیسی تھی اور رات کو اوس کی شکل میں نازل ہوتی تھی اور سلویٰ بٹیر کی قسم کے پرندے تھے جنہیں یہ لوگ بھون کر اور کباب بنا کر کھاتے تھے اور یہ غذائیں بلا مشقت انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثیر مقدار میں اس طویل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۸ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝۵۹ وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۭ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ

اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب ہم نے انہیں کہا تھا کہ: ''اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور جہاں سے جی چاہے سیر ہو کر کھاؤ پیو، البتہ جب اس بستی کے دروازے سے گزرنے [۷۴] لگو تو سجدہ کرتے ہوئے گزرنا اور حِطّۃ کہتے جانا۔ ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے اور نیکوکاروں پر مزید فضل و کرم کریں گے۔'' (۵۸) مگر ان ظالموں نے وہ بات ہی بدل دی جو ان سے کہی گئی تھی۔ سو ہم نے ان ظالموں پر ان کی نافرمانیوں کی بنا پر آسمان [۷۵] سے عذاب نازل کیا (۵۹)

اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لیے پانی کی دعا کی تو ہم نے انہیں کہا کہ: ''فلاں چٹان پر اپنا عصا مارو۔'' [۷۶] چنانچہ اس چٹان سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور (قوم موسیٰ کے بارہ قبیلوں میں سے) ہر

عرصہ میں ملتی رہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قوم پر خاص انعامات تھے۔ ورنہ جو مایوس کن جواب انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا۔ اگر اللہ چاہتا تو اس کی پاداش میں انہیں ہلاک کر دیتا اور پھر اس جزیرہ میں اس طرح زندگی بسر کرنا بھی ان کے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہوا تھا۔ اسی جنگل میں سیدنا ہارونؑ کی وفات ہوئی۔ پھر ایک سال بعد سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بھی وفات ہوئی تھی۔

[۷۴] پھر جب یہ تربیت کا عرصہ گزر گیا اور انہوں نے ایک بستی کو فتح کر لیا تو ہم نے انہیں ہدایت کی کہ اس شہر میں اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر اور منکسرانہ انداز سے داخل ہونا اور اللہ تعالیٰ سے استغفار بھی کرنا (یعنی بدنی اور قولی دونوں طرح کی عبادت کرنا اور (حِطّۃٌ) کا ایک یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں پر تم فتح پاؤ، ان میں قتل و غارت نہ شروع کرنا بلکہ انہیں معاف کر دینا (جیسا کہ فتح مکہ کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے یہی کچھ کیا تھا) تاکہ ہم تمہاری خطائیں معاف کر کے تمہیں انعامات سے نوازیں۔

[۷۵] بنی اسرائیل کا فتح کے وقت تکبر:۔ مگر ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو پس پشت ڈال کر اس کے بالکل الٹ کام کیے۔ بستی میں داخل ہوتے وقت سجدہ ریز ہونے کے بجائے اکڑتے ہوئے اور سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے، اور توبہ و استغفار کرنے کے بجائے دنیوی مال و دولت کے پیچھے پڑ گئے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے۔ سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ''بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا تھا کہ شہر کے دروازے میں جھک کر داخل ہونا اور زبان سے (حطۃ) (یعنی گناہوں کی بخشش مانگنا) لیکن وہ اپنی سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور (حِطَّۃٌ) کے بجائے حَبَّۃٌ فی شعرۃ (دانہ بالی کے اندر) کہنے لگے۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

مسلم میں حبۃ فی شعرۃ کے بجائے حنطۃ فی شعرۃ (گندم اپنی بالی کے اندر) کے الفاظ ہیں۔ (مسلم، کتاب التفسیر)

❁ طاعون کا عذاب:۔ بنی اسرائیل جب شہر پر قابض ہوئے وہاں بدکاریاں شروع کر دیں جس کی سزا اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ دی کہ آسمان سے عذاب (طاعون کی وبا کی صورت میں) نازل فرمایا جس کے نتیجہ میں ایک روایت کے مطابق ستر ہزار یہود مر گئے۔

[۷۶] ❁ بارہ چشموں کا پھوٹنا:۔ یہ واقعہ بھی اسی وادی سینا میں پیش آیا۔ سایہ اور غذا کے علاوہ انہیں پانی کی بھی شدید ضرورت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٦٠﴾ وَ

قبیلہ نے اپنا اپنا گھاٹ جان لیا۔ (ساتھ ہی ہم نے انہیں یہ کہہ دیا تھا کہ) "اللہ کے عطا کردہ رزق سے کھاؤ، پیو، مگر (ایک دوسرے کی چیزیں غصب کر کے) [۷۷] زمین میں فساد نہ مچاتے پھرنا" (۶۰)

تھی اور وہاں دور تک کہیں پانی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام سے پانی کی شکایت کی تو موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے پانی کے لیے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک چٹان سے اتنی کثیر اور وافر مقدار میں پانی نکالا جو اس لاکھوں کے لشکر کی روزانہ ضروریات کے لیے کافی ہوتا تھا۔ یہ قوم بارہ قبیلوں میں منقسم تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس چٹان میں ۱۲ ہی چشمے رواں کر دیے۔ کوئی شگاف بڑا تھا، کوئی چھوٹا اور یہی صورت ان بارہ قبیلوں کے افراد کی تعداد کی تھی۔ پانی کی اس طرح تقسیم سے ان میں پانی پر باہمی جھگڑے کے امکانات ختم ہو گئے۔ یہ چٹان اب بھی جزیرہ نمائے سینا میں موجود ہے۔ جسے سیاح جا کر دیکھتے ہیں اور چشموں کے شگافوں کے نشان اب بھی اس میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

[۷۷] یعنی یہ خداداد مفت کی نعمتیں جو تمہیں مہیا ہیں۔ ایک دوسرے سے چھین کر یا چرا کر خواہ مخواہ فتنہ اور جھگڑے کے مواقع پیدا نہ کرتے رہنا۔

❁ فساد فی الارض کیا ہے؟ فساد فی الارض کی مذمت تو سبھی کرتے ہیں، مگر فساد فی الارض ہے کیا چیز؟ اس بات کی تعیین میں ہر شخص کے نقطہ نظر کے مطابق اختلاف واقع ہو جاتا ہے۔ عموماً فساد فی الارض کا مطلب چوری، ڈاکہ، لوٹ مار، قتل و غارت اور ایک دوسرے کے حقوق کو غصب کرنا ہی سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ فساد فی الارض کا صرف ایک پہلو ہے۔ مدینہ کے مسلمانوں نے منافقوں سے کہا کہ زمین میں فساد نہ کرو، تو وہ کہنے لگے کہ ہم مفسد کب ہیں؟ بلکہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ (۱۱:۲) موسیٰ علیہ السلام فرعون، قارون اور ہامان کو مفسد قرار دیتے تھے تو فرعون اور اس کے درباری سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور آپ ﷺ کے پیروکاروں کو فسادی قرار دیتے تھے۔ فرعون کے درباریوں نے فرعون سے کہا کہ کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یونہی چھوڑ دے گا کہ وہ زمین میں فساد مچاتے پھریں اور تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دیں؟" تو اس فرعون نے اس قسم کے فساد فی الارض کی اصلاح کا طریقہ سوچ کر کہا کہ "ہم لوگ ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھیں گے اور ہم ان لوگوں پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔" (۷:۱۲۷)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے نقطہ نظر کے مطابق فساد فی الارض اور اصلاح دونوں کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ فساد فی الارض حقیقتاً ہے کیا چیز؟ اس سوال کا جواب بالکل آسان ہے اور وہ یہ ہے کہ حکومت اور اس کے نظام امن میں خلل ڈالنے والا مفسد یا فسادی ہوتا ہے۔ فرعون کو چونکہ موسیٰ علیہ السلام اور آپؑ کی قوم سے بغاوت کا خطرہ تھا۔ لہٰذا اس نے انہیں مفسد قرار دے دیا اور شرعی نقطہ نظر سے حاکم مطلق اور مقتدر اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لحاظ سے جو شخص بھی اللہ کے اور بندوں کے آپس میں باہمی حقوق پر ڈاکہ ڈالے گا۔ وہ فساد فی الارض کا مجرم ہوگا اور اسی لحاظ سے اللہ کے ساتھ شرک کرنا فساد فی الارض کی سب سے بڑی قسم قرار پاتا ہے اور اللہ کے دین کے خلاف معاندانہ سرگرمیاں یا خفیہ مشورے کرنا یا بغاوت کرنا بھی اتنا ہی شدید جرم ہے جتنا ڈاکہ ڈالنا یا چوری و زنا کرنا۔ اس فرق کو ہم یوں بھی واضح کر سکتے ہیں کہ شرک اور زنا بالرضا ایک دنیادار معاشرہ میں جرم نہیں سمجھا جاتا۔ جب کہ شرعی نقطہ نظر سے یہی باتیں فساد فی الارض میں سرفہرست شمار ہوتی ہیں۔ نیز ایک دین بیزار حکومت کے خلاف جہاد کرنا اس حکومت کے نظریہ کے مطابق بغاوت اور بہت بڑا جرم ہے۔ جبکہ شرعی نقطہ نظر سے یہ فساد فی الارض کے خاتمہ کا آغاز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۭ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ۭ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ۭ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۤ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ

اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب تم نے موسیٰؑ سے کہا تھا: "موسیٰ! ہم ایک ہی طرح کے کھانے پر ہرگز صبر نہیں کر سکتے لہٰذا ہمارے لیے اپنے ربّ سے ان چیزوں کے لیے دعا کرو جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں جیسے ساگ، ترکاری، گیہوں، مسور اور پیاز (وغیرہ)۔ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا: "کیا تم بہتر چیز کے بدلے گھٹیا چیز تبدیل کرنا چاہتے ہو؟ (یہی بات ہے تو) کسی شہر کی طرف نکل چلو، جو تم چاہتے ہو وہاں تمہیں [۷۸] مل جائیگا۔" اور (انجام کار) ان پر ذلت [۷۹] اور بدحالی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں آگئے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کرنے لگے تھے۔

ہوتا ہے۔ اس وضاحت سے آپ قرآن میں مختلف مقامات پر مذکور فساد فی الارض کا مفہوم آسانی سے سمجھ سکیں گے۔

[۷۸] ❁ بنی اسرائیل کا من و سلویٰ پر قناعت نہ کرنا:۔ یہ بھی اسی جنگل کا واقعہ ہے جہاں ایک طویل مدت کیلئے بنی اسرائیل کو محصور کیا گیا تھا۔ انہیں من و سلویٰ جیسی نعمتیں بلا مشقت مل رہی تھیں۔ مگر وہ ان چیزوں کو کھاتے کھاتے اکتا گئے تھے تو زمینی پیداوار کا مطالبہ کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ "جو چیز تمہیں یہاں سے بلا مشقت مل رہی ہے وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے جو تم مانگ رہے ہو اور وہ مشقت کے بعد ہی تمہیں حاصل ہوگی۔" لیکن جب ان لوگوں نے اپنے مطالبہ پر اصرار کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے بالآخر ان کا مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ "اگر یہی چاہتے ہو تو فلاں شہر میں چلے جاؤ، وہاں تمہیں یہ چیزیں میسر آجائیں گی۔"

موسیٰ علیہ السلام کا صرف یہی مطلب نہ تھا کہ من و سلویٰ جو تمہیں بلا مشقت مل رہا ہے وہ بامشقت گندم اور ساگ وغیرہ سے بہتر ہے، بلکہ یہ بھی تھا کہ جنگل کی آزادانہ فضا تم سے بزدلی دور کرنے، شجاعت پیدا کرنے اور جہاد کے لیے مستعد ہونے اور فارغ رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے لحاظ سے شہر کی مصروف اور آرام پرستانہ زندگی سے بہرحال بہتر ہے اور تم اپنے لیے ایک بہتر چیز کے بجائے ایک گھٹیا بات کا مطالبہ کر رہے ہو۔

[۷۹] ❁ ذلت اور مسکنت کا مفہوم:۔ ذلت اور بدحالی کے علاوہ اللہ کا غضب یہ ہوا کہ ان کی ٹریننگ اور تربیت کی مدت کو پھیلا کر چالیس سال تک بڑھا دیا گیا۔ ورنہ اگر اللہ اور اس کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کی مرضی پر چلتے تو ممکن تھا کہ چالیس سال گزرنے سے پہلے ہی شام کا ملک فتح کرنے کے قابل ہو جاتے۔ مگر ان لوگوں کی عادت ہی یہ بن گئی تھی کہ جو بات اپنی مرضی کے خلاف دیکھتے تو فوراً نافرمانیوں پر اتر آتے تھے حتیٰ کہ بعض انبیاءؑ تک کو قتل کرتے رہے اور اللہ کے غضب، ذلت اور مسکنت کی دوسری صورت یہ ہے کہ یہودی قوم کئی بار دوسری قوموں سے پٹ چکی ہے۔ مالدار ہونے کے باوجود آج بھی سخت انفرادی قلت سے دو چار ہے اور ایک چھوٹے سے خطہ میں ان کی حکومت قائم ہوئی بھی ہے تو وہ دوسری قوموں کے سہارے پر اپنے وجود کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ اخلاقی انحطاط اس قدر ہے کہ آج بھی بے حیائی، فحاشی، سود خوری اور حرام خوری اس قوم کا طرہ امتیاز ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا
وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـــِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ
رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا
مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا
فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي

اور ان باتوں کا سبب یہ تھا کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرتے اور (حدودِ شریعت سے) آگے نکل نکل جاتے تھے۔" (۶۱)

جو لوگ (بظاہر) ایمان لائے ہیں اور جو یہودی ہیں یا عیسائی [۸۰] یا صابی (بے دین) ہیں، ان میں سے جو بھی (فی الحقیقت) اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور عمل بھی اچھے کرے تو ایسے ہی لوگوں کو اپنے رب کے ہاں سے اجر ملے گا۔ اور ان پر نہ تو کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (۶۲)

اور (اے بنی اسرائیل! وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب ہم نے تم پر طور پہاڑ کو بلند کر کے [۸۱] تم سے پختہ عہد لیا تھا (اور کہا تھا کہ:) "جو کتاب ہم نے تمہیں دی ہے اس پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونا اور جو احکام اس میں درج ہیں انہیں خوب یاد رکھنا۔ اس طرح شاید تم پرہیزگار بن جاؤ (۶۳) مگر بعد ازاں تم اس عہد سے بھی پھر گئے۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو تم خسارہ اٹھانے [۸۲] والوں سے ہو جاتے (۶۴)

اور تم اپنے ان لوگوں کو بھی خوب جانتے ہو جنہوں نے سبت (ہفتہ کے دن چھٹی منانے کے قانون) کے

[۸۰] ❁ اہل کتاب کے مزعومہ عقائد:۔ یہود و نصاریٰ دونوں کہا کرتے تھے کہ ﴿نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ﴾ (۱۸:۵) ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور چہیتے ہیں۔ یہود یہ بات اس لیے کہتے تھے کہ وہ پیغمبروں کی اولاد ہیں اور نصاریٰ اس لیے کہ وہ اللہ کے بیٹے (مسیح ابن مریم) کی امت ہیں جو ان کے عقیدہ کے مطابق امت کے گناہوں کے کفارہ میں سولی پر چڑھ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے اس مزعومہ عقیدہ پر کاری ضرب لگاتے ہوئے فرمایا: کہ "کوئی شخص خواہ یہودی ہو یا عیسائی ہو یا صابی (اپنا دین بدلنے والا ہو) جو بھی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے گا اور جوابدہی کے ڈر سے صالح عمل کرے گا۔ نجات صرف اسی کی ہوگی۔ نسبی رشتے اور تعلقات اس دن کسی کام نہ آ سکیں گے۔

[۸۱] ❁ میثاق بنی اسرائیل کی کیفیت:۔ یہ واقعہ بھی بنی اسرائیل کے اس دور سے تعلق رکھتا ہے۔ جب ان کے ستر منتخب افراد پر بجلی گرا کر انہیں ہلاک کیا گیا اور پھر دوبارہ زندہ کیا گیا تھا۔ ان کو بھی اور ان کے ساتھ بنی اسرائیل کے دوسرے لوگوں کو بھی طور کے دامن میں کھڑا کیا گیا اور طور پہاڑ کو ان پر اس طرح جھکا دیا گیا جیسے وہ ان کے اوپر ایک سائبان ہے۔ اب پیچھے سمندر تھا اور آگے سروں کے اوپر سائبان کی طرح طور پہاڑ، اس وقت ان سے پوچھا گیا بتاؤ تورات پر عمل کرتے ہو یا نہیں؟ اور اقرار کرتے ہو تو پھر پوری مضبوطی سے عہد و پیمان کرو، ورنہ ابھی اس پہاڑ کو تمہارے اوپر گرا کر تمہیں کچل دیا جائے گا۔" اس وقت بنی اسرائیل کو اپنی نافرمانیوں اور غلطیوں اور عہد شکنیوں کا احساس ہوا اپنے گناہوں سے توبہ کی اور تورات پر عمل پیرا ہونے کا پختہ اقرار کیا۔ اور یہ اس لیے کیا گیا تھا تاکہ تم لوگوں میں کچھ پرہیزگاری کی صفت پیدا ہو۔

[۸۲] اتنے پختہ اقرار کرنے کے باوجود اے یہود! تم نے پھر عہد شکنی کی۔ اس کے باوجود اللہ نے تم پر رحم کیا جو تمہیں زندہ رہنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ﴿٦٥﴾ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٦٦﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۖ قَالُوا

بارے میں زیادتی کی تھی۔ لہٰذا ہم نے ان سے کہا کہ "بندر [۸۳] بن جاؤ کہ تم پر دھتکار پڑتی رہے۔" (۶۵)

پھر ہم نے اس واقعہ کو ان لوگوں کے لیے بھی عبرت بنا دیا جو اس وقت موجود تھے اور ان کے لیے بھی جو بعد میں آئیں گے اور اسے ڈرنے والوں کے لیے نصیحت بنا دیا (۶۶)

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ: "اللہ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔" تو وہ

دیا، ورنہ تمہارے جرائم کی فہرست اتنی طویل ہے جو تمہاری تباہی کی مقتضی تھی۔

[۸۱] ۞ اصحاب سبت کا انجام:۔ بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ ہفتہ کے دن کاروبار نہیں کریں گے بلکہ چھٹی کریں گے اور اس دن آرام اور اللہ کی عبادت کیا کریں گے اور تورات میں یہ بھی وضاحت ہے کہ جو شخص اس مقدس دن کی حرمت کو توڑے گا، وہ واجب القتل ہے۔ لیکن یہود پر اخلاقی انحطاط کا دور آیا تو یہود اس دن کھلے بندوں اپنا کاروبار جاری رکھتے اور تجارت وغیرہ کیا کرتے۔ اس سلسلہ میں سورہ اعراف میں ایک مخصوص بستی کا ذکر بھی آیا ہے جو سمندر کے کنارے آباد تھی اور ان لوگوں کا پیشہ ماہی گیری تھا۔ لیکن اکثر ایسا ہوتا کہ چھ دن تو مچھلیاں پانی میں چھپی رہتیں اور ہفتہ کے دن پانی کی سطح پر سینہ تان کر تیرتی پھرتیں۔ اب ان ماہی گیروں نے یہ حیلہ سازی کی کہ ساحل کے ساتھ کھائیاں کھود لیں۔ اس میں پانی آتا تو ساتھ مچھلیاں بھی آ جاتیں اور دوسرے دن یہ لوگ ان مچھلیوں کو پکڑ لیتے، ان بستی والوں کے تین گروہ بن گئے۔ ایک تو مجرم گروہ تھا جو اس حیلہ سے مچھلیاں پکڑتا تھا۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو انہیں اس حیلہ سازی سے منع کرتا تھا اور تیسرا گروہ وہ تھا جو خود مچھلیاں پکڑتا تو نہیں تھا لیکن پکڑنے والوں کو منع بھی نہیں کرتا تھا اور منع کرنے والوں سے کہتا تھا کہ "تم ان لوگوں کو کیوں منع کرتے ہو جو باز آنے والے نہیں اور ان پر عذاب نازل ہونے والا ہے اور منع کرنے والے یہ جواب دیتے کہ "ہم اس لیے منع کرتے ہیں کہ ہم اپنے رب کے حضور معذرت پیش کر سکیں اور دوسرے یہ کہ شاید یہ لوگ باز ہی آ جائیں۔ (۷:۱۶۴)

۞ بندر بننے کی تاویل کرنے والے:۔ پھر جب اس قوم پر عذاب نازل ہوا تو اس عذاب سے صرف منع کرنے والا گروہ بچا لیا گیا۔ خاموش رہنے والے اور مجرم دونوں گروہوں پر عذاب نازل ہوا اور وہ عذاب یہ تھا کہ "تم ذلیل و خوار بندر بن جاؤ۔" اب معجزات کے منکر اور نیچری حضرات یہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی عادات و خصائل تو بندروں جیسے ہو گئے تھے۔ لیکن ان کی صورتیں مسخ نہیں ہوئی تھیں (یعنی وہ فی الواقع بندر نہیں بنے تھے) یہ توجیہ اس لحاظ سے غلط ہے کہ ایک تو قرآن کے ظاہری الفاظ سے یہ گنجائش نہیں نکلتی۔ دوسرے مابعد کی آیت اس توجیہ کی توثیق کے بجائے تردید کر رہی ہے۔ کیونکہ اگر ان کی شکلیں بدستور انسانوں کی ہی رہیں، تو وہ اس وقت کے موجود لوگوں اور پچھلوں کے لیے سامان عبرت کیسے بن سکتے تھے اور پرہیزگاران سے کیا سبق لے سکتے تھے؟

حقیقت یہ ہے کہ وہ فی الواقع بندر بن گئے تھے تاہم ان کے دماغ وہی رہے۔ ان میں فہم و شعور انسانی موجود تھا۔ وہ ایک دوسرے کو پہچانتے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر روتے تھے مگر کلام نہیں کر سکتے تھے۔ پھر تین دن کے بعد سب مر گئے اور یہ واقعہ سیدنا داؤدؑ کے دور میں پیش آیا تھا۔ (نیز دیکھئے سورہ اعراف آیت نمبر ۱۶۴)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن
لَنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا
تُؤْمَرُونَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ
فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ
عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ﴿٧٠﴾ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا
ع ٨ تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾

موسیٰ سے کہنے لگے: "کیا تو ہم سے دل لگی کرتا ہے؟" موسیٰ نے جواب دیا: "میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ جاہلوں [۸۴] کی سی باتیں کروں۔" (۶۷)

وہ کہنے لگے: "موسیٰ! اپنے پروردگار سے درخواست کیجئے کہ وہ ہم پر یہ واضح کر دے کہ وہ گائے کیسی ہونی چاہیے؟" موسیٰ نے انہیں جواب دیا کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے ایسی ہونی چاہیے جو نہ تو بوڑھی ہو اور نہ بچھیا، بلکہ درمیانی عمر کی جوان ہو۔ لہٰذا تمہیں جو حکم دیا جا رہا ہے اس پر عمل کرو۔" (۶۸)

وہ پھر کہنے لگے! "موسیٰ اپنے پروردگار سے درخواست کیجئے کہ وہ ہمارے لیے اس کے رنگ کی بھی وضاحت کر دے۔" موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے شوخ زرد رنگ کی ہو جو دیکھنے والوں کا دل خوش کر دے۔" (۶۹) وہ کہنے لگے: موسیٰ "ہمارے لیے اس گائے کی مزید وضاحت کی درخواست کیجئے کیونکہ (ایسی گائیں تو بہت ہیں اور مطلوبہ) گائے ہم پر مشتبہ ہو گئی ہے۔" اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور اس کا پتا لگا لیں گے۔" (۷۰) موسیٰ نے کہا کہ! "وہ گائے ایسی ہونی چاہیے جس سے خدمت نہ لی جاتی ہو جو نہ تو زمین جوتتی ہو اور نہ کھیتی کو پانی پلاتی ہو، صحیح و سالم ہو اور اس میں کوئی داغ نہ ہو۔" وہ کہنے لگے: "موسیٰ! اب تم نے ٹھیک پتہ بتلا دیا۔" (اتنی لیت و لعل کے بعد) انہوں نے گائے ذبح کی جبکہ معلوم ایسا ہو رہا تھا کہ وہ یہ کام نہیں

[۸۴] ۞ <u>گائے کو ذبح کرنے کے حکم پر بنی اسرائیل کی کٹ حجتیاں:</u>۔ بنی اسرائیل میں ایک مالدار شخص مارا گیا جسے اس کے بھتیجوں نے جنگل میں موقعہ پا کر قتل کیا اور رات کے اندھیرے میں کسی دوسرے شخص کے مکان کے سامنے پھینک دیا۔ اس کے قاتل کا کچھ پتہ نہیں چلتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اس قوم کو حکم دو کہ وہ ایک گائے ذبح کریں۔ پھر اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کی لاش پر ماریں تو مقتول خود بول کر اپنے قاتل کا نام اور پتہ بتا دے گا۔ موسیٰؑ نے جب اپنی قوم کو اللہ کا حکم سنایا تو وہ کہنے لگے "کیا ہم سے دل لگی کرتا ہے؟"

گائے کو ذبح کرنے کا حکم دراصل بنی اسرائیل کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھنے کے مترادف تھا۔ گوسالہ پرستی کے جراثیم اور گائے بیل سے محبت اور اسے دیوتا سمجھنے کا عقیدہ تا ہنوز ان میں موجود تھا۔ لہٰذا ایک تکلیف تو انہیں یہ ہوئی کہ جس چیز کو قابل پرستش سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی چیز کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ دوسرے انہیں یہ یقین نہیں تھا کہ اس طرح گائے کے گوشت کا ٹکڑا مارنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ۭ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۭ

کریں گے۔ [۸۵] (۷۱)

اور (اے بنی اسرائیل! وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب تم نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا۔ پھر تم یہ الزام ایک دوسرے کے سر تھوپ کر جھگڑا کر رہے تھے۔ اور جو کچھ تم چھپانا چاہتے تھے اللہ اسے ظاہر کرنے والا تھا (۷۲) سو ہم نے حکم دیا کہ اس ذبح شدہ گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کی لاش پر مارو۔ [۸۶] (چنانچہ مقتول نے بول کر اپنے

سے مردہ لاش جی اٹھے گی اور بول کر قاتل کا پتہ بتا دے گی۔ لہٰذا موسیٰ علیہ السلام سے یوں کہہ دیا کہ ہم سے دل لگی کرتا ہے۔" موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں تو تمہیں اللہ کا حکم بتا رہا ہوں، دل لگی نہیں کر رہا۔ کیونکہ ایسی دل لگی کرنا جاہلوں کا کام ہے۔" اگر بنی اسرائیل ایک فرمانبردار قوم ہوتے اور کوئی سی گائے بھی ذبح کر دیتے تو حکم کی تعمیل ہو جاتی، مگر کٹ حجتی اور ٹال مٹول، حتیٰ کہ نافرمانی ان کی رگ رگ میں بھری ہوئی تھی۔ کہنے لگے اچھا ہمیں اپنے پروردگار سے پوچھ کر بتاؤ وہ گائے کیسی ہونی چاہیے؟" اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا۔ "وہ گائے جوان ہونی چاہیے، بوڑھی یا کم عمر نہ ہو۔ پھر دوسری مرتبہ یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر ہمیں بتاؤ کہ اس کا رنگ کیسا ہونا چاہیے؟" اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ "وہ گہرے زرد رنگ کی ہونی چاہیے، جو دیکھنے والے کے دل کو خوش کر دے۔" اب بھی حکم بجا لانے پر طبیعت آمادہ نہ ہوئی تو تیسری مرتبہ یہ سوال کر دیا کہ ایسی صفات کی گائیں تو ہمارے ہاں بہت سی ہیں ہمیں پوچھ کر بتایا جائے کہ "اس کی مزید صفات کیا ہوں؟" تاکہ ہمیں کسی متعین گائے کا علم ہو جائے جس کی قربانی اللہ تعالیٰ کو منظور ہے۔" اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا کہ "وہ گائے ایسی ہونی چاہیے جس سے ابھی تک کھیتی باڑی کا کام لینا شروع ہی نہ کیا گیا ہو یعنی نہ وہ ہل کے آگے جوتی گئی ہو اور نہ کنویں کے آگے۔ تندرست ہو اور صحیح و سالم ہو۔ یہ نہ ہو کہ کسی بیماری یا کمزوری کی وجہ سے کام نہ لیا جا رہا ہو اور اس میں کوئی داغ بھی نہ ہو۔"

۞ **گائے ذبح کرنے میں کٹ حجتیوں کی سزا:۔** غرض یہ کہ یہ قوم جتنے سوال کرتی گئی، پابندیاں بڑھتی ہی گئیں۔ ان ساری پابندیوں کے بعد بس اب ان کے ہاں صرف ایک ہی گائے رہ گئی جو تقریباً سنہری رنگ کی بے داغ اور جواں تھی اور ایسی ہی گائے ہوتی تھی جسے پوجاپاٹ کے لیے انتخاب کیا جاتا تھا۔ اب ایک تو انہیں اپنے معبود کشی کی ذہنی کوفت تھی۔ دوسرے یہ کہ جس شخص کی یہ گائے تھی وہ ایک نیک بخت آدمی تھا جو اپنی ماں کی بہت خدمت کرتا تھا۔ جب اسے اس کی اہمیت معلوم ہوئی تو اس نے منہ بھر کر اس گائے کے دام مانگے، اس کی قیمت یہ ٹھہری کہ گائے کو ذبح کرنے کے بعد اس کی کھال میں جتنا سونا آئے وہ اس کی قیمت ہو گی۔ چنانچہ ان لوگوں کو وہ قیمت ادا کرنا پڑی۔ اتنے سوال و جواب کے بعد انکار یا مزید کٹ حجتی کرنا بھی محال تھا اور اس کے بعد بالآخر انہیں اس گائے کو ذبح کرنا ہی پڑا۔ حالانکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے پہلے حکم پر ہی گائے ذبح کرنے کو آمادہ ہو جاتے تو وہ کوئی بھی گائے ذبح کر سکتے تھے۔

[۸۶] ۞ **لاش کا زندہ ہو کر قاتل کا پتہ بتانا:۔** قاتلوں کا جرم صرف یہی نہیں تھا کہ انہوں نے مال و دولت کے لالچ میں آ کر اپنے چچا کو قتل کر ڈالا تھا۔ بلکہ ان کا دوسرا جرم یہ تھا کہ لاش کو کسی دوسرے شخص کے دروازے پر پھینک دیا تھا تاکہ ان پر شبہ نہ ہو سکے اور تیسرے یہ کہ خود شبہ سے بچنے کی خاطر اس قتل کا الزام دوسروں پر تھوپ رہے تھے۔ گائے ذبح ہونے کے بعد اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر اس مقتول کی میت پر مارا گیا تو اس کے زخم سے خون بہنے لگا۔ جسم میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور اس لاش نے بول کر قاتل یا قاتلوں کا نام اور پتا بتا دیا۔ اس کے بعد پھر سے اس پر موت طاری ہو گئی۔ اس طرح جن جرائم کو یہ قوم چھپائے رکھنا چاہتی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں ظاہر کر دیا۔ چنانچہ قصاص میں یہ دونوں بھتیجے مارے گئے اور انہیں اپنے چچا کے ورثہ میں سے بھی کچھ نہ ملا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا
يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ
يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا

قاتل کا پتہ بتادیا۔) اللہ تعالیٰ اسی طرح مردوں کو زندہ کرے گا اور تمہیں اپنی نشانیاں [۸۷] دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو (۷۳) (ایسی واضح نشانیاں دیکھنے کے بعد) پھر تمہارے دل سخت ہو گئے، اتنے سخت جیسے پتھر ہوں یا ان سے بھی سخت تر کیونکہ پتھروں میں [۸۸] سے تو کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں۔ اور کچھ ایسے ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلنے لگتا ہے۔ اور کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے ڈر سے (لرز کر) گر پڑتے ہیں۔ اور جو کچھ کرتوت تم کر رہے ہو اللہ ان سے بے خبر نہیں (۷۴)

(مسلمانو!) کیا تم ان (یہود) سے یہ توقع رکھتے ہو کہ وہ تمہاری خاطر ایمان لائیں گے؟ حالانکہ ان میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے ہیں۔ پھر اس کو سمجھ لینے کے بعد دیدہ دانستہ اس میں تحریف [۸۹] کر ڈالتے ہیں (۷۵) یہ لوگ جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی (محمد ﷺ) پر ایمان لے آئے ہیں۔

[۸۷] اس واقعہ سے کئی امور کا انکشاف ہو گیا مثلاً:

۱۔ یہ گائے بالکل اسی قسم کی تھی جسے معبود سمجھ کر اس کی پوجا کی جاتی تھی یہ گائے ذبح ہوتے وقت اپنے آپ کو بھی نہ بچا سکی تو دوسروں کا کیا بگاڑ یا سنوار سکتی تھی۔ پھر ذبح کرنے والوں کو نہ ذبح سے پہلے کچھ نقصان پہنچا اور نہ ذبح کے بعد۔

۲۔ جس بات کو یہ لوگ چھپائے رکھنا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ سے اسے ظاہر کر دیا۔

۳۔ انہیں یہ یقین ہو گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ اتنے دنوں کے بعد اس لاش کو زندہ کر سکتا ہے تو ہمیں بھی دوبارہ زندہ کر کے ہمارا محاسبہ کر سکتا ہے۔

[۸۸] یعنی یہ معجزہ اور کئی سابقہ معجزات دیکھنے کے بعد تمہارے دل میں اللہ کا خوف پیدا نہ ہوا۔ بلکہ تمہارے دل سخت سے سخت تر ہوتے چلے گئے بلکہ پتھروں سے بھی زیادہ سخت۔ کیونکہ کچھ پتھر (پہاڑ) ایسے ہیں جن سے نہریں پھوٹتی ہیں اور وہ عام لوگوں کے لیے نفع کا سبب بنتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن سے کوئی چشمہ ہی جاری ہو جاتا ہے یہ پہلے کی نسبت گو کم نفع بخش ہیں تاہم نفع بخش ضرور ہیں، اور گرنے والے پتھروں میں اللہ کا خوف اور تاثر موجود ہوتا ہے مگر تم جیسے نافرمان لوگوں سے دوسروں کو کچھ فائدہ پہنچنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ جن کے دلوں میں اللہ کا ڈر قطعاً مفقود ہے۔

[۸۹] نبی آخر الزمان ﷺ سے متعلقہ آیات کو چھپانا اور ان میں تحریف:۔ یہ خطاب دراصل مدینہ کے سادہ دل نو مسلموں سے ہے جو یہود سے کئی بار یہ سن چکے تھے کہ ایک نبی آخر الزمان آنے والا ہے اور جو لوگ ان کا ساتھ دیں گے وہ ساری دنیا پر چھا جائیں گے۔ "اب یہ لوگ تو ایمان لے آئے مگر یہود نے یہ کام کیا کہ تورات میں جو حلیہ نبی آخر الزمان کا مذکور تھا۔ اس میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خَلَا بَعۡضُهُمۡ اِلٰی بَعۡضٍ قَالُوۡۤا اَتُحَدِّثُوۡنَهُمۡ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ لِيُحَآجُّوۡكُمۡ بِهٖ عِنۡدَ رَبِّكُمۡ ؕ
اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَا يَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ ﴿۷۷﴾ وَمِنۡهُمۡ اُمِّيُّوۡنَ
لَا يَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِىَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ ﴿۷۸﴾ فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ
بِاَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ لِيَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ فَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا كَتَبَتۡ

النصف

اور جب خلوت میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کیا تم مسلمانوں کو وہ (راز کی) باتیں بتاتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولی[۹۰] ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کے ہاں ان باتوں کو تمہارے خلاف بطور حجت پیش کر دیں؟ تمہیں کچھ بھی عقل نہیں رہی؟(۷۶) کیا وہ (یہود) یہ نہیں جانتے[۹۱] کہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں اور جسے وہ ظاہر کرتے ہیں(۷۷)

اور ان (یہود) میں ایک گروہ[۹۲] ان پڑھ لوگوں کا ہے جو کتاب (تورات) کا علم نہیں رکھتے۔ ان کے پاس جھوٹی آرزوؤں کے سوا کچھ نہیں اور جو بات بھی کرتے ہیں ظن و تخمین سے کرتے ہیں(۷۸) ایسے لوگوں کے لیے ہلاکت ہے جو کتاب (فتویٰ وغیرہ) تو اپنے ہاتھوں سے (اپنی مرضی کے مطابق) لکھتے ہیں۔ پھر کہتے یہ ہیں کہ یہی اللہ کے ہاں سے (نازل شدہ حکم) ہے۔ تاکہ اس سے تھوڑے سے دام[۹۳] لے سکیں۔ ان کے ہاتھ کی تحریر

تحریف کر ڈالی اور ایمان نہ لانے کی وجہ یہ بتائی کہ اس کا حلیہ تورات میں مذکور حلیہ سے مختلف ہے۔

[۹۰] اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی آخر الزمان کو پہچاننے کے لیے تورات وغیرہ میں خاصا مواد موجود تھا۔ جسے یہ لوگ نبی آخر الزمان کے مدینہ آنے سے پہلے لوگوں میں مشہور کر چکے تھے اور ان میں کچھ لوگ نبی آخر الزمان کے مدینہ تشریف لانے کے بعد بھی بیان کر دیتے تھے اور ان سے کہہ دیتے کہ ہم بھی اس پیغمبر پر ایمان لاتے ہیں۔ مگر وہ جب اپنے گرو گھنٹالوں کے ہاں جاتے تو وہ انہیں یہ کہتے کہ تم مسلمانوں کو تورات کی ایسی باتیں کیوں بتاتے ہو جو تمہارے اپنے خلاف جاتی ہیں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ کے حضور مسلمان تم پر حجت قائم کر دیں کہ یہ لوگ پورا علم ہونے کے باوجود بھی ایمان نہ لائے تھے۔ مسلمانوں سے بات کرنے سے پہلے کچھ سوچ تو لیا کرو۔

[۹۱] بالفاظ دیگر ان یہود علماء کا یہ خیال تھا کہ بس مسلمانوں کے بتانے سے ہی اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن اس حقیقت کا پتہ چلے گا ورنہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق ان کی معرفت اتنی کمزور ہے کہ انہیں یہ بھی یقین نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی کھلی اور چھپی سب باتوں کو خوب جاننے والا ہے اور ان باتوں کو بھی جو یہ اب اپنے ساتھی یہودیوں سے کر رہے ہیں۔

[۹۲] ❁ ان پڑھ یہود کے مذموم عقائد:۔ یہ ان کے عوام کا حال تھا جو تورات کو پڑھ بھی نہیں سکتے تھے۔ نہ انہیں یہ معلوم تھا کہ وہ کون سے اصول و احکام ہیں جن پر نجات اخروی کا مدار ہے وہ بس اپنی جھوٹی توقعات میں مگن ہیں جو یہ تھیں کہ ہم لوگ چونکہ انبیاء کی اولاد اور اللہ کے چہیتے ہیں۔ لہٰذا ہم دوزخ میں نہیں جائیں گے دوزخ میں جانے کے لیے دوسری مخلوق تھوڑی ہے؟ ہمیں اگر عذاب ہوا بھی تو بس چند دن کے لیے جتنے دن بچھڑے کی پوجا کی گئی تھی۔

[۹۳] ❁ غلط فتووں کی کمائی:۔ علماء یہود کا یہ حال تھا کہ انہوں نے تورات کی شروح اور علماء کے فتاویٰ کو بھی تورات میں ہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ ﴿٧٩﴾ وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ
أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٨٠﴾
بَلَىٰ مَن كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٨١﴾
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٨٢﴾ ع

بھی ان کے لیے بربادی کا سامان ہے اور ان کی یہ کمائی بھی ان کے لیے ہلاکت کا سبب ہے (۷۹) وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ گنتی کے چند ایام کے سوا انہیں دوزخ کی آگ ہرگز نہ چھوئے گی۔ آپ ﷺ ان سے پوچھئے کہ "کیا تم نے اللہ سے کوئی ایسا عہد [۹۴] لے رکھا ہے جس کی وہ خلاف ورزی نہ کرے گا؟ یا تم اللہ پر ایسی باتیں جڑ دیتے ہو جن کا تمہیں علم ہی نہیں؟ (۸۰)

بات یہ ہے کہ جس نے بھی برے کام کیے، پھر اس کے گناہوں نے اس کا گھیرا کر لیا تو ایسے ہی لوگ اہل دوزخ ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے (۸۱) اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو یہی لوگ جنت کے مستحق ہیں جس میں [۹۵] وہ ہمیشہ رہیں گے (۸۲) ع

خلط ملط کر ڈالا تھا۔ پھر عام لوگوں سے اسے یوں بیان کرتے تھے گویا یہ سب کچھ ہی منزل من اللہ ہے۔ اور اس سے غرض محض دنیوی مال و دولت کا حصول ہوتا تھا اور ان کے مفسروں کی تاویلات، مفکروں کے فلسفیانہ خیالات اور فقہاء کے قانونی اجتہادات اور اپنے قومی تاریخی واقعات، یہ سب چیزیں بائیبل میں شامل کر دی تھیں اور اس سب کچھ پر ایمان لانا فرض قرار دیا گیا تھا۔ ایسے مجموعہ میں سے انہیں کسی بھی قسم کا فتویٰ دینے یا لکھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی تھی اور جرائم کی نوعیت کے لحاظ سے اپنے فتووں کے منہ مانگے دام وصول کرتے تھے۔

[۹۴] ۞ یہود کی عذاب اخروی کے متعلق غلط فہمی اور اس کا جواب:۔ یہودیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ ہم چونکہ انبیاء کی اولاد اور اللہ کے محبوب ہیں لہٰذا ماسوائے چند دن کے انہیں دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ ان کے اس باطل عقیدہ کا جواب اللہ تعالیٰ نے کئی طرح سے دیا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ اس عقیدہ کی اصل کیا ہے؟ کیا اللہ نے تم سے کوئی ایسا وعدہ لے رکھا ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو دکھاؤ تو سہی۔ یا بس تم اللہ پر ایسی ہی جھوٹی باتیں جڑ دیتے ہو؟ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اے یہود! اگر تم فی الواقع اس دعوے میں سچے ہو کہ تم اللہ کے چہیتے ہو اور ماسوائے چند دن کے تمہیں دوزخ کی آگ چھو بھی نہیں سکے گی تو پھر تم مرنے کی آرزو کیوں نہیں کرتے یا بالفاظ دیگر ان دنیا کے جھنجٹوں سے نکل کر جنت میں جانے کی آرزو کیوں نہیں کرتے؟ اور چونکہ یہود مرنے کے لیے مطلقاً آمادہ نہیں بلکہ طویل مدت تک دنیا میں ہی رہنا چاہتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہود اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں اور تیسرا جواب انہیں یہ دیا گیا کہ اللہ کا قانون جزاء و سزا سب کے لیے یکساں ہے۔ یہاں نسبی رشتے کچھ کام نہیں آئیں گے جس شخص کو اس کی بداعمالیوں نے گھیر لیا وہ یقیناً دوزخ میں ہی جائے گا۔ پھر ہمیشہ اس میں رہے گا اور اس قانون میں اے یہود! تمہارے لیے کوئی تخصیص نہیں۔

[۹۵] یہاں اہل ایمان کا اور جنت کا ذکر محض اس لیے کیا گیا ہے کہ قرآن کا انداز ہی یہ ہے کہ دوزخ کے ساتھ جنت کا بھی ذکر کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ اس کے بعد پھر بنی اسرائیل کا ذکر شروع ہو رہا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا
وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۸۳
وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَاۗءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ
وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝۸۴ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ
دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۭ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو گے اور والدین سے، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں سے اچھا برتاؤ کرو گے، لوگوں سے بھلی باتیں کہو گے، نماز کو قائم کرو گے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے۔ پھر تم میں سے ماسوائے چند آدمیوں کے باقی سب اس عہد [۹۶] سے پھر گئے۔ اور (اب تک تم اس عہد سے) اعراض کر رہے ہو۔ (۸۳)

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا تھا کہ تم آپس میں خونریزی نہ کرو گے اور نہ اپنے بھائی بندوں کو ان کے گھروں سے جلاوطن کرو گے۔ پھر تم نے ان باتوں کا اقرار کیا تھا اور اس چیز کی تم خود گواہی بھی دیتے ہو (۸۴)

پھر تم ہی وہ لوگ ہو جو اپنوں کو قتل کرتے ہو اور اپنے ہی لوگوں میں سے کچھ لوگوں کو ان کے گھروں سے جلاوطن کر دیتے ہو۔ پھر از راہ ظلم و زیادتی ان کے خلاف چڑھ چڑھ کر آتے ہو۔ اور اگر وہ لوگ قیدی بن کر آ جائیں تو ان کا فدیہ ادا کر کے انہیں چھڑا لیتے ہو۔ [۹۷] حالانکہ ان کا نکالنا ہی تم پر حرام تھا۔ کیا تم کتاب کے بعض

[۹۶] گو بظاہر یہ خطاب یہود مدینہ سے ہے۔ تاہم یہ ایسے احکام ہیں جو ہر شریعت میں غیر متبدل رہے ہیں اور ہماری شریعت میں بھی بعینہ موجود ہیں۔ رہا عہد کرنے کے بعد بنی اسرائیل کی عہد شکنی کا قصہ تو یہ ان کی عادت ثانیہ بن چکی تھی اور ان کی تاریخ ایسی عہد شکنیوں سے بھری پڑی ہے۔

[۹۷] مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی آمد سے بیشتر مشرکین مدینہ کے دو مشہور قبائل اوس اور خزرج مدینہ میں آباد تھے اور یہ آپس میں ہمیشہ لڑتے رہتے تھے اور یہود مدینہ کے دو قبائل بنو قریظہ اور بنو نضیر ان عرب قبائل کے حلیف بن کر ان کو باہم لڑاتے رہنے کا کردار ادا کیا کرتے تھے۔ بنو قریظہ تو قبیلہ اوس کے حلیف تھے اور بنو نضیر قبیلہ خزرج کے۔ یہود گو تعداد میں کم تھے مگر یہ مالدار قوم تھی اور اوس و خزرج کو لڑا کر اپنا سیاسی تفوق بھی برقرار رکھتے تھے اور اسلحہ بھی بیچتے تھے۔ جس کے یہ تاجر تھے۔ ان یہود کی بالکل وہی مثال سمجھئے جو آج سے کچھ مدت پیشتر روس اور امریکہ کی تھی۔ یہ دونوں طاقتیں اسلام کی دشمن تھیں اور آپس میں بھی ان میں اختلاف تھا لیکن اسلام دشمنی میں دونوں متحد ہو کر مسلمان ممالک کو آپس میں لڑاتی رہتی تھیں۔ ان میں سے کوئی ایک، ایک مسلمان ملک کا حلیف بن جاتا اور دوسرا دوسرے کا۔ اس طرح یہود کئی طرح کے فوائد اٹھاتے تھے۔ ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٨٥﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ

احکام مانتے ہو اور بعض کا انکار کر دیتے ہو؟ بھلا جو لوگ ایسے کام کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا میں ذلیل [۹۸] و خوار ہوں اور قیامت کے دن وہ سخت عذاب کی طرف دھکیل دیئے جائیں؟ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں (۸۵)

یہی لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی کو خریدا۔ لہٰذا ان سے نہ تو عذاب [۹۹] ہلکا کیا جائے

کا اسلحہ بھی فروخت ہوتا تھا اور سیاسی تفوق بھی برقرار رہتا تھا۔

❁ یہود کا اپنے قبیلہ کے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑانا:۔ اللہ تعالیٰ نے یہود سے چار عہد لیے تھے (۱) وہ ایک دوسرے کا خون نہ کریں گے (۲) ایک دوسرے کو جلاوطن نہ کریں گے (۳) ظلم اور زیادتی پر مدد نہ کریں گے (۴) اور فدیہ دے کر قیدیوں کو چھڑایا کریں گے۔ اب قبیلہ اوس و خزرج کی جنگ میں بنو قریظہ اور بنو نضیر بھی آپس میں حلیف ہونے کی حیثیت سے لڑتے اور ایک دوسرے کے گلے کاٹتے تھے۔ اب ایک جنگ میں مثلاً اوس اور بنو قریظہ کو فتح ہوئی تو لازماً بنو نضیر کے قیدی بھی ان کے ہاتھ آتے تھے اور بنو نضیر ان کا فدیہ ادا کر کے انہیں چھڑا لیتے تھے۔ جب ان سے اس کی وجہ پوچھی جاتی تو کہتے کہ قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑانا اللہ کا حکم ہے اور جب ان سے پوچھا جاتا کہ ان سے جو جنگ کرتے ہو تو وہ اللہ کے کس حکم کے تحت کرتے ہو؟ تو کہتے کیا کریں اپنے دوستوں (حلیفوں) کو ذلیل نہیں کر سکتے۔ گویا تین کام تو اللہ کے حکم کے خلاف کرتے تھے اور ایک کام اللہ کے حکم کے مطابق جس کا سبب بھی وہ خود ہی بنتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انکی ایسی حرکات پر گرفت کرتے ہوئے فرمایا کہ "کیا تم اللہ کی کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہو اور کچھ حصے کا انکار کر دیتے ہو؟"

جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی شخص بعض احکام شرعیہ کی تعمیل کرے اور جو حکم اس کی طبیعت یا عادت یا مرضی کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دے تو بعض احکام کی تعمیل اسے کچھ فائدہ نہیں دے سکتی اور ایسا انکار دراصل پوری کتاب اللہ کا انکار ہوتا ہے۔ ایسے لوگ حقیقتاً اپنے نفس کے پیروکار ہوتے ہیں۔ کتاب اللہ کے نہیں ہوتے۔

[۹۸] ❁ دور نبوی ﷺ میں یہود کا انجام:۔ دنیا میں یہ یہود عبرتناک انجام سے دوچار ہوئے۔ بنو نضیر تو ۴ھ میں اس ذلت سے دوچار ہوئے جس کا تفصیلی ذکر سورۂ حشر میں کیا گیا ہے۔ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے بعض باغات کو نذر آتش کر دیا۔ اور وہ قلعہ بند ہو کر اپنے گھروں کو خود بھی برباد اور توڑ پھوڑ رہے تھے۔ کیونکہ انہیں اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ اب جلاوطنی ان کا مقدر بن چکی ہے اور وہ یہ گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ مسلمان ان کے تعمیر شدہ مکانات سے فائدہ اٹھائیں۔ اس طرح لڑائی کے بغیر ہی انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ انہیں فوری جلاوطنی کا حکم دیا گیا تو انہوں نے شام کا رخ کیا اور جزیہ کا حکم نازل ہونے کے بعد ان سے جزیہ وصول کیا جاتا رہا اور بنو قریظہ پر جنگ خندق (احزاب ۵ھ) کے فوراً بعد چڑھائی کی گئی اور ان کے مردوں کو تہ تیغ کر دیا گیا اور عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنا لیا گیا، اور آخرت کو جو عذاب انہیں ہو گا وہ تو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

[۹۹] یعنی یہود مسلمانوں سے جو کچھ بھی بد عہدیاں کرتے رہے، سب چند روزہ دنیوی مفادات کی خاطر کرتے رہے اور آخرت کے عذاب کا کچھ خیال نہ کیا۔ نیز اس آیت سے ان لوگوں کا یہ مذہب غلط ثابت ہوتا ہے کہ آخرت میں جہنم کا عذاب اس قدر ہلکا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۠
وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا
تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ
لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

ع ۱۱

گا اور نہ ہی انہیں کوئی مدد مل سکے گی (۸۶) اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب دی۔ پھر اس کے بعد [۱۰۰] پے در پے رسول بھیجے اور عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کو واضح معجزے [۱۰۱] عطا کئے اور روح القدس سے ان کی تائید کی۔ پھر جب بھی کوئی رسول کوئی ایسی چیز لایا جو تمہاری خواہش کے خلاف تھی تو تم اکڑ بیٹھے۔ رسولوں کا ایک گروہ ایسا تھا جسے تم نے جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو تم [۱۰۲] نے قتل کر ڈالا (۸۷)

اور یہود یہ کہتے ہیں کہ انکے دل غلافوں میں [۱۰۳] محفوظ ہیں (جن میں کوئی نیا عقیدہ داخل نہیں ہو سکتا) (بات یوں نہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ نے انکے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی ہے۔ لہٰذا (ان میں سے) تھوڑے [۱۰۴] ہی ایمان لاتے ہیں (۸۸)

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایسی کتاب آ گئی جو اس کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے

ہو جائے گا کہ دوزخیوں کو کچھ تکلیف نہ رہے گی۔ کیونکہ وہ اس کے عادی بن جائیں گے۔

[۱۰۰] ۞ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہونے والے انبیاء:۔ ان میں سے جن انبیاء و رسل کا نام قرآن میں آیا ہے وہ یہ ہیں۔ (بہ ترتیب زمانی) ہارون، ذی الکفل، الیاس الیسع، داؤد، سلیمان، لقمان، (اختلافی) عزیر، یونس، زکریا۔ یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام جنہیں سریانی زبان میں یسوع کہتے ہیں۔

[۱۰۱] ۞ معجزات سیدنا عیسیٰ:۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ کوڑھی اور اندھے کو فقط ہاتھ لگا کر تندرست کر دیتے تھے۔ مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتے تو وہ اڑنے لگتا تھا اور آپ لوگوں کو یہ بھی بتا دیتے تھے کہ وہ کیا کچھ کھا کر آئے ہیں اور کیا کچھ گھر میں چھوڑ کر آئے ہیں اور ان تمام کاموں میں روح القدس یعنی جبریل علیہ السلام کی تائید آپ کے شامل حال رہتی تھی۔

[۱۰۲] ۞ یہود اور انبیاء کا قتل:۔ جیسے ان لوگوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی جھٹلایا اور رسول اللہ ﷺ کو بھی اور سیدنا زکریا اور سیدنا یحییٰ علیہما السلام کو قتل کر دیا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مروا ڈالنے کے درپے ہو چکے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی سے انہیں اوپر اپنے ہاں اٹھا لیا۔

[۱۰۳] ۞ یہود کا قول کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں:۔ انسان کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنی بری صفات کو بھی خوبصورت بنا کر دکھانے کی کوشش کرتا ہے اور حقیقت کا اعتراف کر لینا اس کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے۔ الا ماشاء اللہ یہی حالت یہودیوں کی تھی۔ وہ دین اسلام کو برحق سمجھ لینے کے باوجود اسے قبول تو اس لیے نہیں کرتے تھے کہ اس طرح ان کا مذہبی تفوق و اقتدار خطرہ میں پڑ جاتا تھا بلکہ چھن جاتا تھا مگر بظاہر اسے یوں پیش کرتے تھے کہ ہمارے عقائد اتنے مضبوط ہیں کہ وہ کوئی نیا عقیدہ قبول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٨٩﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ بَغْيًا أَن يُنَزِّلَ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ فَبَاءُو بِغَضَبٍ

جو ان (یہود) کے پاس ہے اور اس سے پیشتر وہ کفار کے مقابلہ میں (آنے والے نبی کے ذریعہ سے) فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے، تو جب ان کے پاس وہ چیز (کتاب یا رسول، محمد ﷺ) آگئی، جسے انہوں نے پہچان بھی لیا تو اس کا انکار کر دیا۔[۱۰۵] سو ایسے کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔(۸۹) کیسی بُری چیز ہے جس کی خاطر انہوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا۔ (اور وہ بری چیز یہ ہے) کہ وہ محض اس ضد اور[۱۰۶] حسد کی بنا پر اللہ کی نازل کردہ ہدایت کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل (وحی) سے اپنے جس بندے کو خود چاہا، اس پر نازل کر دیا۔ لہٰذا اب یہ اللہ کے غضب[۱۰۷] پر

نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دجل و فریب کی قلعی کھولتے ہوئے فرمایا: بات یوں نہیں بلکہ یہ اپنے کفر اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ملعون بن چکے ہیں اور یہ اس لعنت کا اثر ہے کہ ان کے دل حق بات کو قبول نہیں کرتے۔

[۱۰۴] جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے عقیدت مندوں کی جماعت اور بعض علماء ﴿فَقَلِيلٌ مَّا يُؤْمِنُونَ﴾ کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی کتاب تورات میں سے بھی بہت تھوڑی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اکثر احکام کا انکار کر دیتے ہیں۔

[۱۰۵] ۞ آنے والے نبی کے واسطہ سے یہود کا نصرت طلب کرنا:۔ یعنی رسول اللہ کی بعثت سے قبل یہی یہود جب عرب قبائل سے، جنہیں یہ لوگ ازراہ حقارت امی اور اجڈ سمجھتے تھے، پٹتے تو اکثر اللہ تعالیٰ سے یوں دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! اپنے موعود نبی آخر الزمان کو مبعوث فرما کہ ہم اس کے ساتھ مل کر ان کافروں پر فتح حاصل کریں۔ پھر جب وہ نبی موعود آگیا اور انہوں نے اسے کتاب اللہ (تورات) میں مذکور نشانیوں کے مطابق پوری طرح پہچان بھی لیا تو اس کا انکار کر دیا۔ اور حقیقتاً کافر تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے اور جن لوگوں کو یہ ان پڑھ اور اجڈ کہا کرتے تھے انہوں نے یہود ہی سے سنی ہوئی باتوں کے مطابق نبی آخر الزمان پر ایمان لانے میں سبقت کی تھی۔

[۱۰۶] ان یہود کے بغض و عناد کی اصل وجہ یہ تھی کہ نبی آخر الزمان ان کی قوم سے کیوں نہیں آیا۔ اور اس قوم میں کیوں پیدا ہوا ہے، جسے یہ ان پڑھ، اجڈ اور اپنے سے حقیر تر سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کاموں کی حکمتیں خود بہتر سمجھتا ہے اور اپنے بندوں میں سے جسے مناسب سمجھتا ہے رسالت سے نوازتا ہے۔ تم اس کے فضل کے ٹھیکیدار تو نہیں کہ تم سے اللہ پوچھ کر اور جسے تم چاہو اسے رسالت عطا فرمائے۔

[۱۰۷] یہود کے جرائم کی فہرست تو بہت طویل ہے جن میں سرفہرست ایک نبی کی موجودگی میں بچھڑے کی پرستش، انبیاء کا قتل اور دیدہ دانستہ نبی آخر الزمان کی رسالت کا انکار ہے اور ایسے جرائم کی سزا تو جتنی بھی ہو وہ کم ہے۔ ضمناً اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر عذاب ذلت کے لیے نہیں ہوتا بلکہ گنہگار مسلمانوں کو جو عذاب ہوگا وہ انہیں گناہوں سے پاک کرنے کے لیے ہوگا۔ ذلیل و رسوا کرنے کے لیے نہ ہوگا۔ البتہ کافروں کو جو عذاب دیا جائے گا وہ بغرض تذلیل ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا
مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ
مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا
مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا

غضب کے مستحق ہو گئے ہیں۔ اور (ایسے) کافروں کو ذلت کا عذاب ہوگا (۹۰) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کتاب (قرآن) اتاری ہے اس پر ایمان لاؤ۔ تو کہتے ہیں۔ "ہم تو اسی پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی تھی۔ اور جو کچھ اس (تورات) کے علاوہ ہو اسے وہ نہیں مانتے۔" حالانکہ وہ (قرآن) برحق ہے جو اس (تورات) کی بھی تصدیق کرتا ہے جو ان کے پاس ہے۔ (اے پیغمبر!) آپ ان سے پوچھئے کہ اگر تم (اپنی ہی کتاب پر) ایمان لانے والے ہو تو اس سے پیشتر اللہ کے نبیوں کو[۱۰۸] کیوں قتل کرتے رہے ہو؟ (۹۱)

تمہارے پاس موسیٰ (علیہ السلام) کیسے واضح معجزے[۱۰۹] لے کر آئے تھے پھر تم نے ان کی عدم موجودگی میں بچھڑے کو معبود بنا ڈالا اور تم تو ہو ہی ظالم لوگ (۹۲)

اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب ہم نے طور پہاڑ کو تمہارے اوپر اٹھا کر تم سے اقرار لیا (اور حکم دیا تھا) کہ جو کتاب تمہیں دی جا رہی ہے اس پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونا اور اس کے احکام غور سے سننا تو (تمہارے اسلاف) کہنے لگے کہ ہم نے یہ حکم سن لیا اور (دل میں کہا) ہم مانیں گے نہیں۔[۱۱۰]

[۱۰۸] یہود اپنے قول کے مطابق انجیل اور قرآن پر تو اس لیے ایمان نہیں لاتے تھے کہ یہ کتابیں ان کی طرف نازل نہیں ہوئیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر تم تورات پر ایمان لاتے ہو تو تورات میں کہیں یہ لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی ایسا نبی آئے جو تورات کی تصدیق کرتا ہو اور تورات ہی کے مطابق تمہاری رہنمائی کرتا ہو تو تم اسے قتل کر سکتے ہو؟ اگر یہ بات نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارا تورات پر بھی ایمان نہیں۔ لہٰذا ہر لحاظ سے تم بے ایمان اور کافر ہو۔

[۱۰۹] یہ واضح معجزات صرف عصائے موسیٰ اور ید بیضا ہی نہ تھے۔ بلکہ بے شمار دوسرے معجزات بھی تھے جیسے سمندر کا پھٹ جانا، اور فرعون کی غرقابی۔ چٹان سے بارہ چشموں کا پھوٹ نکلنا، جنگل میں من و سلویٰ کا نزول وغیرہ وغیرہ۔ اتنے واضح معجزات دیکھنے کے بعد بھی تم اللہ کی الوہیت پر ایمان نہ لائے اور موسیٰؑ کی غیر حاضری میں تمہیں تھوڑا سا موقعہ ملا تو فوراً پھر سے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے؟

[۱۱۰] ❁ میثاق کے وقت بھی تمہارے دل میں چور تھا۔ یعنی جب تم سے تمہارے سروں پر طور پہاڑ کو جھکا کر تورات کے احکام پر عمل پیرا ہونے کا عہد لیا جا رہا تھا۔ جس کا پہلا اور بنیادی حکم یہی تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرو گے اور نہ کسی کو اللہ کا شریک بناؤ گے تو تمہارے اسلاف نے کہا تھا کہ ہم نے یہ احکام سن لیے ہیں، اس وقت بھی تمہارے دل میں چور موجود تھا۔ کیونکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَعَصَيْنَا ۚ وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۚ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ
إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٩٣﴾ قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ
دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٩٤﴾ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ
أَيْدِيهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٩٥﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَىٰ حَيَاةٍ ۛ وَمِنَ
الَّذِينَ أَشْرَكُوا ۛ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ ۖ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ

ان کے اسی کفر کی وجہ سے بچھڑے کی محبت ان کے دلوں میں ڈال دی گئی تھی۔ آپؐ ان سے کہئے کہ اگر تم مومن ہو تو تمہارا یہ [۱۱۱] ایمان تمہیں کیسی بری باتوں کا حکم دیتا ہے (۹۳)

آپ (ﷺ) ان یہود سے کہئے کہ اگر آخرت کا گھر دوسرے تمام لوگوں کو چھوڑ کر صرف تمہارے ہی [۱۱۲] لیے مخصوص ہے اور اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو تو پھر مرنے (اور مر کر فوراً اسے حاصل کرنے) کی آرزو تو کرو (۹۴) لیکن یہ لوگ ایسی آرزو کبھی بھی نہیں کریں گے۔ وجہ یہ ہے کہ جو گناہوں کے کام انہوں نے (وہاں کے لیے) آگے بھیجے ہوئے ہیں (ان کا انہیں علم ہے) اور اللہ تو ایسے ظالموں کو خوب جانتا ہے (۹۵) اور (حقیقت حال تو اس کے بالکل برعکس ہے) آپ انہیں زندہ [۱۱۳] رہنے کے لیے سب لوگوں سے زیادہ حریص پائیں گے، ان لوگوں سے بھی زیادہ حریص جو مشرک ہیں۔ ان میں سے تو ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے ہزار سال عمر ملے۔ اور اگر اسے اتنی عمر مل بھی جائے تو وہ اسے عذاب سے بچا تو نہ سکے گی۔

گئوسالہ پرستی کے جراثیم تمہارے دلوں میں موجود تھے۔ اور تم نے تورات کے احکام کو دل سے قطعاً تسلیم نہیں کیا تھا۔

[۱۱۱] یعنی ایمان کا تقاضا تو یہ ہوتا ہے کہ انسان مشرکانہ اعمال و عقائد کو یکسر چھوڑ کر نیکی اور بھلائی کے کاموں کی طرف سبقت کرے۔ مگر تمہارا یہ ایمان کس قسم کا ایمان ہے جو مشرکانہ افعال، بدعہدیوں اور نافرمانیوں کی طرف لے جاتا ہے۔ تمہارے اسلاف بھی یہی کچھ کرتے رہے اور تم بھی انہی کی ڈگر پر چل رہے ہو۔

[۱۱۲] ۞ آخرت سے متعلق یہود کی تمنا:۔ یہ یہود کی دنیا سے محبت پر ایک نہایت عمدہ پیرایہ میں تعریض ہے۔ کیونکہ جن لوگوں کو آخرت سے لگاؤ ہوتا ہے وہ دنیا پر اس قدر رتچھے ہوئے نہیں ہوتے اور نہ ہی موت سے ڈرتے ہیں۔ مگر یہودیوں کا حال اس کے بالکل برعکس تھا اور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دلیل سے یہود کے اس غلط دعویٰ کا رد فرمایا جو وہ کہتے تھے کہ آخرت کا گھر ہمارے ہی لیے مخصوص ہے

[۱۱۳] ۞ یہود کی جینے کی ہوس:۔ مشرکین نہ آخرت کے قائل تھے نہ عذاب و ثواب کے اور نہ جنت و دوزخ کے لہٰذا ان کو مرنے کے بعد کوئی خطرہ نظر نہیں آتا تھا۔ جب کہ یہود روز جزا کے قائل تھے، اور اپنی بدکرداریوں کا حال بھی انہیں خوب معلوم تھا۔ لہٰذا وہ تادیر دنیا میں زندہ رہنے کے لیے مشرکوں کی نسبت بہت زیادہ حریص تھے اور علیٰ حیوٰۃ کے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود کو بس دنیا کی زندگی کی ہوس ہے۔ وہ زندگی خواہ عزت کی ہو یا ذلت کی۔ اس سے انہیں کچھ غرض نہیں۔ حالانکہ یہی لمبی زندگی آخرت میں انہیں بچانا تو درکنار ان کے لیے اور زیادہ عذاب کا سبب بن جائے گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُعَمَّرَ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ
بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ
وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ
اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ
مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا
مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۘ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا

اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے جو کام وہ کر رہے ہیں(۹۶)

آپ (ﷺ) ان یہود سے کہہ دیجئے کہ جو شخص [۱۱۴] جبریل علیہ السلام کا دشمن ہے (اسے معلوم ہونا چاہیے) کہ جبریل ہی نے تو اس قرآن کو اللہ کے حکم سے آپؐ کے دل پر اتارا ہے۔ جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق [۱۱۵] کرتا ہے اور اس میں مومنوں کے لیے ہدایت اور کامیابی کی خوشخبری ہے(۹۷) جو شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کے رسولوں کا، جبریل کا اور میکائیل کا دشمن ہو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ خود (ایسے) کافروں کا [۱۱۶] دشمن ہے(۹۸) ہم نے آپکی طرف نہایت واضح آیات نازل کی ہیں، جنکا بدکرداروں کے سوا کوئی بھی انکار نہیں کرتا(۹۹) کیا (ہمیشہ ایسا ہی نہیں ہوا کہ) جب بھی ان یہود نے کوئی عہد کیا تو انہی کے ایک گروہ نے اسے پس پشت ڈال دیا۔ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ان میں سے اکثر اس پر ایمان ہی نہیں لاتے(۱۰۰) اور جب بھی ان کے پاس اللہ کیطرف سے کوئی ایسا رسول آیا جو ان کے پاس موجود کتاب کی تصدیق بھی کرتا تھا تو انہی اہل کتاب کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو یوں اپنے

[۱۱۴] ❁ یہود کی جبریل دشمنی کی وجہ:۔ یہود یہ سمجھتے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام ہمارا دشمن ہے۔ وہ کہتے تھے کہ یہی وہ فرشتہ ہے جو کئی بار ہم پر عذاب اور ہمارے دشمنوں کو ہم پر غالب کرتا رہا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن سلام نے جب مدینہ میں آپ کے تشریف لانے کی خبر سنی تو اس وقت وہ باغ میں میوہ چن رہے تھے۔ اسی وقت آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا "میں آپ سے تین باتیں پوچھتا ہوں جنہیں پیغمبر کے سوا کوئی نہیں بتا سکتا آپ بتایئے کہ: قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟ اور بہشتی لوگ بہشت میں جا کر سب سے پہلے کیا کھائیں گے؟ اور بچہ اپنے ماں باپ سے صورت میں کیوں ملتا جلتا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا؟ ابھی ابھی جبریل نے مجھے یہ باتیں بتائی ہیں" عبداللہ بن سلام نے کہا: "جبرائیل نے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، ابن سلام نے کہا: سارے فرشتوں میں سے وہی تو یہودیوں کا دشمن ہے۔" اس وقت آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ﴾ (بخاری، کتاب التفسیر، سورہ البقرۃ)

[۱۱۵] یعنی جب جبریل ہی نے یہ قرآن اتارا ہے جو تمہاری کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہے تو پھر جبریل سے دشمنی رکھنے کے کیا معنی؟

[۱۱۶] ❁ جبریل دشمنی کا جواب:۔ وجہ یہ ہے کہ فرشتے تو اللہ کے حکم کے بغیر کوئی کام کر ہی نہیں سکتے اور جو فرشتوں کا دشمن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَعْلَمُونَ ﴿١٠١﴾ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ
الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ

پس پشت[117] ڈال دیا۔ جیسے وہ (اسے) جانتے ہی نہیں (۱۰۱)

اور یہ یہود (تورات کے بجائے) ان جنتروں منتروں کے پیچھے لگ گئے۔ جو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دور حکومت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ایسا کفر کبھی نہیں کیا بلکہ کفر تو وہ شیطان[118] لوگ کرتے تھے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ نیز یہ یہود اس چیز کے بھی پیچھے لگ گئے جو بابل میں ہاروت[119] اور

ہے وہ دراصل اللہ کا دشمن اور کافر ہے، اور اللہ خود فرشتوں سے دشمنی رکھنے والے کافروں کا دشمن ہے۔

[۱۱۷] یہود کا آیات کو پس پشت ڈال دینا:۔ یہاں دوبارہ یہود کے اس کردار پر گرفت کی گئی ہے کہ تورات میں مذکور نشانیوں کے مطابق یہود نے نبی آخر الزمان کو پوری طرح پہچان تو لیا۔ مگر ایمان لانے سے انکار کرنے کے بعد انہوں نے اس کتاب کے ان حصوں کو یوں فراموش کر دیا جیسے وہ انہیں کبھی جانتے ہی نہ تھے۔

[۱۱۸] اس آیت میں یہود کے ایک اور مکروہ کردار کو واضح کیا گیا ہے۔ یہود پر جب اخلاقی اور مادی انحطاط کا دور آیا تو انہوں نے تورات اور اس کے احکام کو پس پشت ڈال دیا اور جادو ٹونے، طلسمات، عملیات اور تعویذ گنڈوں کے پیچھے پڑ گئے اور ایسی تدبیریں ڈھونڈھنے لگے جن سے مشقت اور جدوجہد کے بغیر محض پھونکوں اور منتروں سے سارے کام بن جایا کریں۔

چنانچہ وہ جادو وغیرہ سیکھنے سکھانے میں مشغول ہو گئے۔ یہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت کی بات ہے۔ انہیں جب یہود کے اس رجحان کا علم ہوا تو انہوں نے ایسے ساحروں سے ان کی سب کتابیں چھین کر داخل دفتر کر دیں۔

یہود کا سیدنا سلیمان پر جادو کا الزام:۔ اب سلیمانؑ کو جو معجزات عطا ہوئے تھے وہ حکمت الٰہی کے مطابق ایسے عطا ہوئے جو جادو اور جادوگروں کی دسترس سے باہر تھے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے تمام سرکش جنوں کو آپ کے لیے مسخر کر دیا تھا اور سلیمانؑ ان جنوں سے سخت مشقت کا کام لیتے تھے۔ ہوائیں آپ کے لیے مسخر تھیں جو آن کی آن میں آپ کا تخت مہینوں کی مسافت پر پہنچا دیتی تھیں۔ پرندے بھی آپ کے مسخر تھے اور آپ ان سے بھی کام لیتے تھے۔ آپ پرندوں کی بولی سمجھتے تھے اور پرندے بھی آپ . . . . کی بات سمجھ جاتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ جب سلیمان علیہ السلام فوت ہوئے تو ان شیطان یہودیوں نے کہا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام تو یہ سب کچھ جادو کے زور پر کرتے تھے اور اس کی دلیل یہ پیش کی کہ سلیمانؑ کے دفتر میں جادو کی بے شمار کتابیں موجود ہیں۔

جادو سیکھنا سکھانا کفر ہے:۔ گویا جو کام سلیمان علیہ السلام نے اس فتنہ کے سدباب کیلئے کیا تھا۔ ان یہودیوں نے اسی فتنہ کو ان کی سلطنت کی بنیاد قرار دے کر ان پر ایک مکروہ الزام عائد کر دیا اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اسی الزام کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کفر کا کام سلیمان نے نہیں کیا تھا بلکہ ان شیطان لوگوں نے کیا تھا جو جادو سیکھتے سکھاتے تھے ضمناً اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جادو سیکھنا اور سکھانا کفر ہے۔

[۱۱۹] ہاروت و ماروت کا قصہ اور جادو سیکھنے والوں کا ہجوم:۔ سلیمان علیہ السلام کے جادو کو روکنے کے لیے اس اقدام کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہود کی ایک دوسرے طریقہ سے آزمائش فرمائی اور وہ یہ تھی کہ بابل شہر میں (جہاں آج کل کوفہ ہے) دو فرشتوں ہاروت اور ماروت کو پیروں، فقیروں کے بھیس میں نازل فرمایا اور اس آزمائش سے مقصد یہ تھا کہ آیا ابھی تک یہود کے اذہان سے جادو اور ٹونے ٹوٹکے کی عقیدت اور محبت زائل ہوئی ہے یا نہیں۔ جب یہودیوں کو ان پیروں اور فقیروں کی بابل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا
مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ
وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ

ماروت دو فرشتوں پر اُتاری گئی تھی۔ یہ فرشتے کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو تمہارے لیے آزمائش ہیں سو تو کافر نہ بن۔ پھر بھی یہ لوگ ان سے ایسی باتیں سیکھتے جن سے وہ مرد اور اس کی بیوی کے [۱۲۰] درمیان جدائی ڈال سکیں۔ حالانکہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو بھی نقصان نہ پہنچا سکتے تھے۔ اور باتیں بھی ایسی سیکھتے [۱۲۱] جو انہیں دکھ ہی دیں، فائدہ نہ دیں۔ اور وہ یہ بات بھی خوب جانتے تھے کہ جو ایسی باتوں کا خریدار

میں آمد کا علم ہوا تو فوراً ان کی طرف رجوع کرنے لگے۔ ان فرشتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ اگر تمہارے پاس کوئی شخص یہ ٹونے ٹوٹکے سیکھنے آئے تو پہلے اس کو اچھی طرح خبردار کر دینا کہ یہ ایک کفر کا کام ہے اور ہم محض تمہارے امتحان کے لیے آئے ہیں۔ لہٰذا تم کفر کا ارتکاب مت کرو۔ پھر بھی اگر کوئی سیکھنے پر اصرار کرے تو اسے سکھا دینا۔ چنانچہ جو لوگ بھی ان کے پاس جادو سیکھنے آتے، فرشتے اسے پوری طرح متنبہ کر دیتے، لیکن وہ اس کفر کے کام سے باز نہ آتے اور سیکھنے پر اصرار کرتے اور ایسے ٹونے ٹوٹکے سیکھنے والوں کے ان فرشتوں کے ہاں ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے رہتے تھے۔

[۱۲۰] ۞ جادو کے ذریعہ میاں بیوی میں جدائی ڈالنا: طرفہ تماشہ یہ کہ ان سیکھنے والوں میں سے اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو ایسا عمل سیکھنا چاہتے تھے۔ جس سے میاں بیوی کے درمیان جدائی ہو جائے اور پھر وہ بیوی اس سیکھنے والے پر عاشق ہو جائے اور میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دینا ہی سوسائٹی کا سب سے بڑا مفسدہ ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ ابلیس سمندر میں اپنے تخت پر بیٹھا رہتا ہے اور اپنے چیلوں اور چانٹوں کو ملک میں فساد پیدا کرنے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے روزانہ بھیجتا رہتا ہے۔ شام کو یہ سب اکٹھے ہو کر ابلیس کے حضور اپنے اپنے کارنامے بیان کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ میں نے فلاں فتنہ کھڑا کیا اور کوئی کہتا ہے کہ میں نے فلاں شر بپا کیا مگر ابلیس انہیں کچھ اہمیت نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں کیا، پھر ایک اور چیلا آ کر کہتا ہے کہ میں فلاں میاں بیوی میں جدائی ڈال کے آیا ہوں تو ابلیس خوش ہو کر اسے شاباش دیتا اور گلے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تھا کرنے کا کام جو اس نے سرانجام دیا ہے۔" (مسلم، کتاب صفة المنافقين، باب تحريش الشيطان و بعثة سرايا لفتنة الناس..... الخ) اس حدیث کے مضمون پر غور کرنے سے یہ بات خوب سمجھ میں آ جاتی ہے کہ اس دور میں یہود میں اخلاقی انحطاط کس نچلے درجہ تک پہنچ چکا تھا کہ وہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالنے کا عمل ہی نہیں سیکھتے تھے۔ (جس سے ان کی ذات کو کچھ فائدہ نہ تھا) بلکہ اس کے آگے ایسا عمل اور جنتر منتر بھی سیکھتے تھے۔ جس سے وہ جدا شدہ بیوی اس منتر کروانے والے پر عاشق ہو جائے۔

[۱۲۱] اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ ۞ جادو کیوں کفر ہے؟ جادو سے عموماً لوگوں کو نقصان پہنچانا ہی مقصود ہوتا ہے۔ کسی کے بھلے کے لیے کبھی کوئی جادو نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی کرواتا ہے۔ اس سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے وہ جادو کرنے والے اور کروانے والے دونوں کے دشمن بن جاتے ہیں اور بہت سے لوگ اسی وجہ سے جادوگروں کے دشمن ہوتے ہیں اور جادوگر خود بھی ہمیشہ نامراد رہتا ہے۔ جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى﴾ (۲۰:۶۹)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْ خَلَاقٍ ۛ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا
وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا ۱۲ ع ۱۲
تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ مَا يَوَدُّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ
وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ مَا نَنْسَخْ مِنْ

بنا، اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں کتنی بری چیز تھی جسے انہوں نے اپنی جانوں کے عوض خریدا۔ کاش وہ اس بات کو جانتے ہوتے (۱۰۲) اور اگر یہ لوگ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ کے ہاں انہیں جو ثواب ملتا وہ بہت بہتر تھا۔ کاش وہ [۱۲۲] جانتے ہوتے (۱۰۳)

اے ایمان والو! رَاعِنَا نہ کہا کرو بلکہ (اس کے بجائے) اُنْظُرْنَا کہہ لیا کرو۔ اور (بات کو پہلے ہی) توجہ سے سنا کرو۔ [۱۲۳] اور کافروں کے لیے دکھ دینے والا عذاب ہے (۱۰۴) جو لوگ کافر ہیں خواہ وہ اہل کتاب سے ہوں یا مشرکین سے، ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں چاہتا کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے کوئی بھلائی [۱۲۴] نازل ہو۔ اور اللہ تو جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے اور وہ بڑا ہی فضل کرنے والا ہے (۱۰۵)

۲۔ یہ ضروری نہیں کہ جادو وغیرہ کا اثر ضرور ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہو تو اثر ہوگا ورنہ نہیں ہوتا۔

۳۔ یہود کو پوری طرح علم تھا کہ یہ کفر کا کام ہے اور آخرت میں انہیں اس کی سزا مل کر رہے گی۔

[۱۲۲] ۞ عالم بے عمل جاہل ہے:۔ پہلی آیت میں فرمایا کہ "یہود کو اس بات کا علم تھا اور اس آیت میں فرمایا "کاش وہ جانتے ہوتے۔" اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عالم اپنے علم کے خلاف گناہ کا کام کرتا ہے تو وہ درحقیقت عالم نہیں بلکہ جاہل ہے۔ لہٰذا وہ عالم کہلانے کا مستحق نہیں۔

[۱۲۳] ۞ یہود کی شرارتیں رَاعِینَا کہنا:۔ یہود جب کبھی آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھتے اور آپ ﷺ کے ارشادات سنتے اور کسی بات کو دوبارہ سننے یا سمجھنے کی ضرورت پیش آتی تو ازراہ عناد (رَاعِنَا) کہنے کی بجائے زبان کو مروڑ دے کر رَاعِینَا کہا کرتے۔ (رَاعِنَا) کا مطلب ہے ہماری طرف توجہ کیجئے۔ یعنی بات ذرا دھرا دیجئے اور رَاعِینَا کا معنی ہے "ہمارے چرواہے۔" اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہود کی شرارت پر مطلع کرتے ہوئے فرمایا کہ تم (رَاعِنَا) کہنا چھوڑ دو بلکہ اس کے بجائے اُنْظُرْنَا کہہ لیا کرو (اس کا معنی بھی وہی ہے جو راعنا کا ہے) اگر بات کو پہلے ہی توجہ سے سن لیا کرو کہ انظرنا بھی کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے تو یہ زیادہ مناسب ہے اور یہ شرارتی یہود تو ہیں ہی کافر۔ جو یقیناً دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔

[۱۲۴] ۞ یہود اور مشرکوں کا مسلمانوں کے مقابلہ میں گٹھ جوڑ:۔ یہودیوں کو اصل تکلیف تو یہ تھی کہ نبی آخر الزمان ان میں کیوں مبعوث نہیں ہوئے۔ آپ ﷺ اولاد اسماعیل علیہ السلام سے اور ایسی قوم میں پیدا ہوئے جنہیں یہود اپنے سے بہت کمتر اور حقیر سمجھتے تھے اور مشرکوں کو یہ تکلیف تھی کہ آپ ﷺ خالصتاً ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے۔ جس کی زد ان پر، ان کے معبودوں پر، ان کے آباؤ اجداد پر اور ان کی چودھراہٹ پر پڑتی تھی۔ لہٰذا یہود اور مشرکین دونوں ہی پیغمبر اسلام، اسلام اور مسلمانوں کے شدید دشمن تھے۔ وہ مسلمانوں کے لیے کوئی بھلائی کی بات کیسے گوارا کر سکتے تھے، اور یہاں بھلائی اور رحمت سے مراد بالخصوص وہ احکام الٰہی ہیں جو مسلمانوں کی طرف نازل

000950
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۭ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ

ہم جب بھی کسی آیت کو منسوخ[۱۲۵] کرتے یا اسے بھلا دیتے ہیں تو اس جیسی یا اس سے بہتر آیت لاتے (بھی) ہیں۔ کیا آپ جانتے نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۱۰۶)

کئے جا رہے تھے۔ لہٰذا یہ دونوں فریق مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جاتے تھے۔

[۱۲۵] ❁ نسخ کی بحث:۔ یہود جن جن طریقوں سے لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کا کردار ادا کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ قرآن کو مشکوک قرار دیا جائے۔ وہ لوگوں سے کہتے کہ اگر قرآن بھی منزل من اللہ ہے اور تورات تو منزل من اللہ ہے ہی۔ پھر قرآن اور تورات کے احکام میں اختلاف کیوں ہے؟ اس اعتراض کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ قرآن میں ایک حکم نازل ہوتا ہے پھر اس کی جگہ کوئی اور حکم آجاتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کو یہ علم نہیں کہ میں پہلے کیا حکم دے چکا ہوں اور اب کیا دے رہا ہوں؟ یہود کے ایسے ہی اعتراضات کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دیا ہے اور فرمایا کہ عیب نہ پہلے حکم میں تھا اور نہ دوسرے حکم میں ہے۔ حالات اور موقع کی مناسبت سے جس طرح کے احکام کی ضرورت ہوتی ہے، ویسے ہی دیے جاتے ہیں اور تمہیں یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ مالک الملک ہے وہ جیسے چاہے حکم دے سکتا ہے۔ پہلے کے احکام منسوخ بھی کر سکتا ہے اور نئے دے بھی سکتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی آیات میں تبدیلی دو طرح سے قرآن میں واقع ہوئی ہے۔ ایک نسخ سے دوسرے بھلا دینے سے۔ یہاں ہم ان دونوں قسموں کی تفصیل بیان کریں گے:

متقدمین نے نسخ کا مفہوم بہت وسیع معنوں میں لیا۔ وہ احکام میں تدریج کو بھی نسخ کے معنوں میں لیتے تھے اور اس طرح انہوں نے آیات منسوخہ کی تعداد پانچ سو تک شمار کر دی جب کہ احکام میں تدریج پر نسخ کا اطلاق درست نہیں۔ نسخ سے مراد کسی حکم کا اٹھ جانا ہے اس لحاظ سے شاہ ولی اللہ صاحب نے آیات منسوخہ صرف پانچ شمار کی ہیں۔ جن کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

❁ قرآن سے نسخ کی مثالیں:۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۱ میں فرمایا کہ ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ ..... بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ اس آیت کی رو سے میت پر والدین اور اپنے قریبی رشتہ داروں کے حق میں مرنے سے پہلے وصیت کرنا فرض تھا۔ پھر جب سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۱ اور ۱۲ میں اللہ تعالیٰ نے میراث کے حصے خود ہی والدین اور اقربین کے حق میں مقرر فرما دیے تو اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور میت پر وصیت کرنا فرض نہ رہا۔ بلکہ اب وہ صرف غیر ذوی الفروض کے حق میں ہی وصیت کر سکتا ہے اور وہ بھی زیادہ سے زیادہ تہائی مال تک، نیز یہ وصیت فرض نہیں بلکہ اختیاری ہے اور مستحب ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۵ میں زانیہ عورت کی یہ سزا مقرر فرمائی کہ بقیہ عمر اسے گھر میں مقید رکھا جائے۔" اور ساتھ ہی یہ بھی ذکر فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی نئی سزا مقرر فرما دے۔ پھر جب سورۂ نور نازل ہوئی جس میں زانی مرد کو اور زانی عورت کو سو سو کوڑے مارنے کا ذکر ہے تو اس حکم سے پہلی سزا کا حکم اٹھ گیا۔ یعنی وہ منسوخ ہو گئی۔

۳۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۰ کی رو سے میت کے وارثوں پر فرض تھا کہ وہ اس کی بیوہ کو ایک سال گھر سے نہ نکالیں اور اس کا خرچ برداشت کریں۔ بعد میں جب بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر ہو گئی۔ نیز آیت میراث کی رو سے خاوند کے ترکہ میں بیوی کا حصہ بھی مقرر ہو گیا تو اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اب بیوہ کے حق میں تو یہ حکم ہوا کہ وہ بس عدت کے ایام اپنے مرنے والے شوہر کے ہاں گزارے۔ بعد میں وہ آزاد ہے اور اس دوران نان و نفقہ بھی وارثوں کے ذمہ اور ترکہ سے ہی ہو گا اور سال بھر کے خرچہ کا مسئلہ میراث میں حصہ ملنے سے حل ہو گیا۔

مندرجہ مثالیں ایسی ہیں جن میں سابقہ آیت کا حکم قطعاً منسوخ ہے۔ اب ہم کچھ ایسی مثالیں بیان کرتے ہیں۔ جن میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں قسم کے حکم حالات کے تقاضوں کے تحت ساتھ ساتھ چلتے ہیں مثلاً:

۱۔ سورۂ انفال (جو جنگ بدر کے فوراً بعد نازل ہوئی تھی) کی آیت نمبر ۶۵ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جرأت ایمانی کا معیار مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مسلمان کو دس کافروں پر غالب آنا چاہیے۔ یہ حکم ان مسلمانوں کے لیے تھا جو علم و عمل میں پختہ اور ہر طرح کی سختیاں برداشت کر چکے تھے اور ان کا اللہ تعالیٰ پر توکل کامل تھا۔ بعد میں اسلام لانے والے مسلمان جن کی تربیت بھی پوری طرح نہ ہو سکی تھی۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے معیار میں کافی تخفیف کرتے ہوئے اگلی آیت میں فرمایا کہ ان میں سے بھی ایک مسلمان کو کم از کم دو کافروں پر ضرور غالب آنا چاہیے۔ اب اس بعد والے حکم سے پہلا حکم منسوخ نہیں ہوا۔ بلکہ جب بھی کسی خطہ میں تحریک جہاد شروع ہوگی تو حالات کے مطابق دونوں قسم کے احکام لاگو ہوں گے۔

۲۔ سورہ محمد کی آیت نمبر ۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنگ کے بعد جنگی قیدیوں کو خواہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے یا احسان رکھ کر۔" اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگی قیدیوں کو لونڈی غلام بنانے سے منع فرما دیا ہے۔ دوسری طرف سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵۰ کی رو سے عام مسلمان تو درکنار خود رسول اللہ ﷺ کو جنگی قیدیوں کو لونڈی غلام بنانے بلکہ لونڈیوں سے تمتع کی بھی اجازت فرما رہے ہیں اور ان دونوں طرح سے احکام میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا ناسخ نہیں ہے۔ بلکہ حالات کے تقاضوں کے مطابق دونوں میں سے کسی نہ کسی پر عمل درآمد ہوگا اور ایسی مثالیں قرآن میں اور بھی بہت ہیں۔

آیات میں تبدیلی کی دوسری صورت اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی کہ ہم اس آیت یا اس جملہ کو بھلا ہی دیتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ اعلیٰ میں فرمایا: ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ﴾ (۸۷:۶، ۷) یعنی ہم تمہیں پڑھائیں گے جسے تم بھولو گے نہیں مگر جو اللہ چاہے۔" اور اس بھلانے کی صورت یہ ہوتی تھی کہ آپ ﷺ ہر سال رمضان میں سیدنا جبریل کے ساتھ نازل شدہ قرآن کریم کا دورہ کیا کرتے، اس دوران جن الفاظ یا جس جملہ کو منسوخ کرنا اللہ کو منظور ہوتا تھا وہ آپ بھول جاتے تھے اور جبریل بھی اس کا تکرار نہیں کرتے تھے۔ ایسے نسخ کی بھی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۶ میں فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ مچھر یا اس سے بھی کسی حقیر مخلوق کی مثال بیان کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی آیت بھی نازل کی تھی جس میں مچھر کی مثال بیان کی گئی تھی۔ جسے کافروں نے اضحوکہ بنایا تھا اور چونکہ وہ مچھر کی مثال والی آیت قرآن میں موجود نہیں۔ لہٰذا اس کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھلا دی گئی تھی۔

۲۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۲۴ میں ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ﴾ کے بعد ﴿اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ کے الفاظ بھی نازل ہوئے تھے جس کی رو سے مجاہدین کے لیے محاذ جنگ کے دوران متعہ حلال ہوتا رہا۔ لیکن بالآخر اس کی ابدی حرمت ہو گئی تو یہ آخری الفاظ بھی اللہ تعالیٰ نے بھلا دیے اور شامل قرآن نہ ہو سکے۔

۳۔ آیت رجم بھی اس قبیل سے ہے جس کے متعلق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری زندگی کے ایک خطبہ میں برسر منبر فرمایا تھا۔ "اس کتاب اللہ میں رجم کے حکم کی بھی آیت تھی۔ جسے ہم نے پڑھا، یاد کیا۔ اور اس پر عمل بھی کیا۔ نبی ﷺ کے زمانہ میں بھی رجم ہوا اور ہم نے بھی رجم کیا۔ مجھے ڈر ہے کہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس فریضہ کو جسے اللہ نے اپنی کتاب میں اتارا چھوڑ کر مر جائیں۔ کتاب اللہ میں رجم کا حکم مطلق حق ہے اس پر جو زنا کرے اور شادی شدہ ہو۔ خواہ مرد ہو یا عورت، جبکہ اس کے زنا پر کوئی شرعی ثبوت یا حمل موجود ہو۔ (بخاری، کتاب المحاربین۔ باب رجم الحبلیٰ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝۱۰۷
اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔـلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ
بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ۝۱۰۸ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا

کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کی فرمانروائی اللہ ہی کے لیے ہے؟ نیز یہ کہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی خبر گیری کرنے والا اور مددگار نہیں ہے؟ (۱۰۷) یا تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ اپنے [۱۲۶] رسول سے ایسے ہی سوال (اور مطالبے) کرتے جاؤ جیسے اس سے بیشتر موسیٰ (علیہ السلام) سے کئے جا چکے ہیں۔ اور جس شخص نے ایمان کی روش کو کفر کی روش سے بدل دیا اس نے سیدھی راہ کو گم کر دیا (۱۰۸) اہل کتاب میں سے اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد پھر سے تمہیں کافر بنا دیں۔ جس کی وجہ ان کا وہ حسد ہے جو ان کے سینوں میں ہے جبکہ اس سے قبل ان پر حق بات واضح ہو چکی ہے۔ (اے مسلمانو!) انہیں معاف کرو [۱۲۷] اور ان سے درگزر کرو تا آنکہ

❁ معتزلہ کا نسخ سے انکار:۔ رہی یہ بات کہ اگر یہ آیت منسوخ ہو گئی یا بھلا دی گئی تو اس کا حکم کیسے باقی رہ گیا۔ یہ تفصیل سورۂ نور کی آیت نمبر ۲ کے تحت ملاحظہ فرمائی جائے۔ یہاں صرف یہ بات چل رہی ہے کہ منزل من اللہ وحی میں سے اللہ کی حکمت کے تحت کچھ آیات یا جملے یا الفاظ بھلا بھی دیے گئے اور کچھ احکام منسوخ بھی ہوئے ہیں۔ چونکہ مسلمانوں میں بھی ایک فرقہ قرآن میں کسی طرح کے نسخ کا قائل نہیں لہٰذا یہ مثالیں پیش کرنا ضروری سمجھا گیا، اور ان پر اکتفا کیا گیا۔ حالانکہ قرآن میں ایسی اور بھی مثالیں موجود ہیں۔

❁ یہود کے لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کے طریقے:۔ بعض روایات میں آیا ہے بعض صحابہ کہتے تھے کہ ہم فلاں آیت پڑھا کرتے تھے جو بعد میں منسوخ ہو گئی۔ ان روایات کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ بعض دفعہ رسول اللہ ﷺ نے کسی آیت کی تشریح میں کوئی جملہ فرما دیا لیکن صحابہ نے اسے آیت کا حصہ ہی سمجھ لیا، پھر جب ایسے جملوں کا قرآن کے ان اجزاء سے مقابلہ کیا گیا جو نبی ﷺ نے لکھوائے تھے۔ تب صحابہ ؓ کو معلوم ہوا کہ وہ جملے قرآن کی آیت کا حصہ نہیں تھے اور اس کی بھی کئی مثالیں احادیث میں موجود ہیں۔

[۱۲۶] اسلام سے متنفر کرنے کا دوسرا طریقہ جو یہود نے اختیار کیا وہ یہ تھا کہ موشگافیاں کر کے طرح طرح کے سوالات مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے اور انہیں کہتے کہ اپنے نبی سے یہ بات بھی پوچھ کر بتاؤ اور وہ بھی اور یہ بھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے متنبہ کیا کہ یہود کی تو عادت ہی یہ رہی ہے انہوں نے تو موسیٰ علیہ السلام کو مسلسل سوالات اور مطالبے کر کر کے تنگ کر دیا تھا۔ اس طرح کی موشگافیاں کافرانہ روش ہے اور یہ کام ایسے لوگ کرتے ہیں جو اطاعت و فرمانبرداری پر آمادہ نہیں ہوتے۔ لہٰذا تم ایسے لایعنی اور بے مقصد سوالات کرنے سے پرہیز کرو۔

❁ یہود کا سوالات کر کر کے تنگ کرنا:۔ سورۂ مائدہ میں فرمایا "مسلمانو! اپنے رسول سے ایسے سوالات مت پوچھا کرو کہ اگر ان کا جواب دیا جائے تو تمہیں برا لگے۔" (۵:۱۰۱) اور رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو بارہا متنبہ فرمایا کہ قیل و قال اور بال کی کھال اتارنے کی وجہ سے پچھلی امتیں تباہ ہوئیں۔ لہٰذا تم ایسی باتوں سے پرہیز کرو اور جن باتوں کو اللہ اور اس کے رسول نے نہیں چھیڑا ان میں خواہ مخواہ کریدنہ کرو۔

[۱۲۷] یہود کے حسد اور عناد کی وجہ تو اوپر مذکور ہو چکی۔ اس لیے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو مختلف طریقوں اور حیلوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا
الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ ۱۱۰
وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا
بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ ۱۱۱ بَلٰى ۤ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ

اللہ تعالیٰ خود ہی اپنا حکم بھیج دے۔ [۱۲۸] بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے (۱۰۹)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو [۱۲۹] اور اپنے لیے جو بھی نیکی کے کام تم آگے بھیجو گے۔ انہیں اللہ کے ہاں پا لو گے۔ اور جو کام تم کرتے ہو بلاشبہ اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے (۱۱۰)

اہل کتاب کہتے ہیں کہ جنت میں صرف وہی شخص داخل ہوگا جو یہودی ہو یا عیسائی ہو۔ یہ ان کی جھوٹی تمنائیں ہیں۔ آپ ان سے کہیے: کہ اگر اس دعویٰ میں سچے ہو تو اس کے لیے کوئی دلیل پیش کرو (۱۱۱)

بات دراصل یہ ہے کہ جو شخص بھی اپنے آپ کو اللہ کا فرمانبردار [۱۳۰] بنادے اور وہ نیکوکار بھی ہو تو اس کا اجر

بہانوں سے اسلام سے برگشتہ کر کے مسلمانوں کی قوت کو کمزور تر کر دیں۔ لہٰذا اے مسلمانو! تم ان کے اندرونی عناد اور بغض کی حقیقت کو خوب سمجھ لو اور ان کا ردعمل دیکھ کر مشتعل نہ ہو جاؤ، نہ ان سے بحث و مناظرہ میں الجھو اور نہ اپنا وقت ضائع کرو بلکہ انہیں درخور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے ان کے حال پر چھوڑ دو، اور صبر کے ساتھ دیکھتے رہو کہ اللہ ان کے حق میں کیا فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو پوری سزا دے کے رہے گا۔ کیونکہ وہ ہر بات اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

[۱۲۸] ۞ یہود کی شرارتوں کی سزا:۔ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہوا کہ ان کے ساتھ جہاد کیا جائے۔ پھر ان میں سے کچھ (بنو نضیر) تو نہایت ذلت کے ساتھ جلاوطن کئے گئے اور بعد میں جزیہ دینے پر مجبور ہوئے اور بعض دوسرے (بنو قریظہ) قید ہوئے اور پھر قتل کر دیئے گئے اور ان کی عورتیں اور بچے لونڈی و غلام بنا لیے گئے۔

[۱۲۹] (فَاعْفُوْا) سے لے کر مسلسل مسلمانوں سے خطاب ہے۔ یعنی یہود کی شرارتوں کی طرف توجہ دینے کے بجائے اللہ کی عبادت میں مشغول رہا کرو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو، ایسے تمام کاموں کا تمہیں یقیناً آخرت میں بدلہ مل جائے گا۔

[۱۳۰] یہاں سابق مضمون کو ہی دہرایا جا رہا ہے۔ یعنی زبانی دعوے اور جھوٹی آرزوئیں بیکار چیزیں ہیں یہ خواہ یہود کی ہوں یا نصاریٰ کی یا مسلمانوں کی یا کسی اور کی۔ اخروی نجات کے لیے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس ایمان کے تقاضوں کے مطابق صالح اعمال بجالانا ضروری ہے چنانچہ:

www.KitaboSunnat.com

۞ اسلام لانے کا فائدہ سابقہ گناہ معاف:۔ ۱۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "جب کوئی شخص اسلام لائے اور ٹھیک طور پر لائے تو اس کی سابقہ تمام برائیاں دور کر دی جاتی ہیں اور اس کے بعد جو حساب شروع ہوگا وہ یوں ہوگا ہر نیکی کے عوض دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں (لکھی جائیں گی) اور برائی کے عوض ویسی ہی ایک برائی لکھی جائے گی۔ الا یہ کہ اللہ وہ بھی معاف کر دے۔ (بخاری۔ کتاب الایمان، باب حسن اسلام المرء)

۲۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ یا رسول اللہ (ﷺ)! بھلا دیکھئے جو کام میں نے جاہلیت کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳ ع ۱۴

رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّ
قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ
مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ
مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ

اس کے ربّ کے ہاں اسے ضرور ملے گا اور ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۱۱۲)

یہود یہ کہتے ہیں کہ عیسائیوں کے پاس کچھ نہیں اور عیسائی یہ کہتے ہیں کہ یہودیوں کے پاس کچھ نہیں۔ حالانکہ وہ (دونوں) کتاب [۱۳۱] پڑھتے ہیں۔ ایسی ہی باتیں وہ لوگ بھی (دوسروں کو) کہتے ہیں جو خود کچھ نہیں جانتے۔ [۱۳۲] سو اللہ ہی قیامت کے دن ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں یہ [۱۳۳] اختلاف رکھتے ہیں (۱۱۳)

اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام ذکر کرنے سے روکے اور اس کی خرابی کے [۱۳۴] درپے ہو؟ انہیں تو یہ چاہیے تھا کہ مسجدوں میں اللہ سے ڈرتے ڈرتے

زمانہ میں کیے تھے۔ جیسے صدقہ یا غلام آزاد کرنا یا صلہ رحمی وغیرہ ان کا مجھے ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا تو اسلام لایا ہی اس شرط پر ہے کہ تیری سابق نیکیاں بحال رہیں۔ میں نے کہا "یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نے جتنے کام جاہلیت میں کیے ہیں۔ ان میں سے کوئی کام نہ چھوڑوں گا۔ اتنے ہی سب کام اسلام کی حالت میں بھی کرتا رہوں گا۔ (مسلم، کتاب الایمان، باب بیان حکم عمل الکافر إذا أسلم بعده)

۳۔ عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ حکیم بن حزامؓ نے جاہلیت کے زمانے میں سو غلام آزاد کیے تھے اور سو اونٹ سواری کے لیے اللہ کی راہ میں دیئے تھے۔ پھر انہوں نے اسلام کی حالت میں بھی سو غلام آزاد کیے اور سو اونٹ اللہ کی راہ میں سواری کے لیے دیئے۔ (مسلم: حوالہ ایضاً)

[۱۳۱] ۞ یہود، نصاریٰ، مشرکین سب کو اپنے دین پر فخر:۔ یہود تورات بھی پڑھتے ہیں اور انجیل بھی، اسی طرح نصاریٰ بھی یہ دونوں کتابیں پڑھتے ہیں۔ تاہم یہودی عیسائیوں کو اس لیے کافر سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ایک کے بجائے تین خدا بنا رکھے ہیں اور نصاریٰ یہود کو اس لیے کافر سمجھتے ہیں کہ وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے۔ حالانکہ تورات میں ان کی بشارت موجود ہے۔

[۱۳۲] ان سے مراد مشرکین عرب ہیں جنہیں امی کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ اگرچہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ تاہم اپنے آپ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا پیروکار سمجھتے تھے، نماز، روزہ، اپنے دستور کے مطابق بجالاتے تھے صدقات و خیرات کرتے تھے، حج کرتے تھے، حاجیوں کی خدمت کرتے اور انکے لیے پانی کا بندوبست کرتے تھے۔ یہ لوگ اپنے علاوہ دوسروں کو گمراہ اور بے دین سمجھتے تھے۔

[۱۳۳] یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب کو بتادے گا کہ دین میں گمراہی کے کون کون سے امور تم نے شامل کر رکھے تھے۔ گو آج بحث اور مناظروں سے کوئی فرقہ بھی اپنی گمراہی تسلیم کرنے کو آمادہ نہیں ہے۔

[۱۳۴] جب نصاریٰ یہود پر غالب ہوئے تو انہوں نے یہود کو بیت المقدس میں داخل ہونے اور عبادت کرنے سے روک دیا تھا اور دورِ نبوی ﷺ میں مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو کعبہ میں نماز ادا کرنے سے روکتے رہے۔ صلح حدیبیہ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَدْخُلُوهَآ إِلَّا خَآئِفِينَ ۚ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَلَهُمْ فِى الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١٤﴾ وَلِلَّهِ
الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿١١٥﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ

داخل ہوتے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے (۱۱۴)
مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے ہیں۔ تم جدھر بھی رخ کرو گے ادھر ہی [۱۳۵] اللہ کا رخ ہے۔ بلاشبہ اللہ بہت وسعت [۱۳۶] والا اور سب کچھ جاننے والا ہے (۱۱۵)

موقع پر عمرہ سے روک دیا۔ اس طرح یہ لوگ اللہ کی مساجد کی رونق اور آبادی کے بجائے ان کی بربادی کے درپے ہوئے اور یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو قطعاً گوارا نہیں۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد مشرکین مکہ کی یہ پابندی ختم ہوئی اور بیت المقدس کو عہد فاروقی ؓ میں مسلمانوں نے عیسائیوں سے آزاد کرالیا۔

❁ مساجد کے متولیوں کے اوصاف:۔ اللہ تعالیٰ کا اس حکم سے منشا یہ ہے کہ عبادت گاہوں کے متولی خالصتاً اللہ تعالیٰ کی پرستش کرنے والے اور اسی سے ڈرنے والے ہونے چاہئیں تاکہ شریر لوگ اگر وہاں جائیں تو انہیں خوف ہو کہ اگر شرارت کریں گے تو سزا پائیں گے۔ لیکن جو لوگ خلوص نیت سے عبادت کے لیے مساجد میں داخل ہوں۔ انہیں کسی وقت بھی مساجد میں داخل ہونے سے روکنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ اللہ کی عبادت سے روکنا بہت بڑا گناہ ہے۔

[۱۳۵] ❁ نماز میں قبلہ رخ ہونا:۔ سیدنا عمر ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر نفل ادا کر رہے تھے اور سواری کسی بھی سمت کو رخ کر لیتی تھی۔ آپ ﷺ اس وقت مکہ سے مدینہ آ رہے تھے۔ پھر سیدنا عمر ؓ نے یہی آیت پڑھی اور فرمایا کہ یہ آیت اسی باب میں ہے (ترمذی ابواب التفسیر زیر آیت بالا) ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک سفر میں صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ رات اندھیری تھی ہر ایک کو قبلہ جدھر معلوم ہوا نماز ادا کر لی اور نشان کے طور پر پتھر رکھ لیے صبح کو معلوم ہوا وہ بعض لوگوں نے غلط سمت میں نماز ادا کی ہے۔ ان کو تردد ہوا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اور قتادہ سے مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ہے۔ (ترمذی۔ ابواب التفسیر زیر آیت بالا)
واضح رہے کہ وحدت الوجود کے قائل صوفی حضرات اس آیت کو وحدت الوجود کی صحت پر دلیل کے طور پر پیش فرمایا کرتے ہیں۔ چنانچہ خواجہ حسن سنجری فرماتے ہیں کہ

کافراں سجدہ کہ بروئے بتاں مے کردند ہمہ او سوئے تو بود و ہمہ سو روئے تو بود

یعنی کافر جو بتوں کو سجدہ کرتے ہیں تو ان کا منہ دراصل تیری ہی طرف ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر طرف تیرا ہی چہرہ ہوتا ہے۔ اس آیت کے نزول کا سبب اور اس کے منسوخ ہونے کے متعلق ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

اس کے باوجود اگر ان حضرات کے اس نظریہ کو درست سمجھا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر تحویل قبلہ کی آخر کیا ضرورت اور اہمیت تھی جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے اسی سورہ بقرہ میں ۹ آیات نازل فرمائیں؟ سنجری صاحب کے اس شعر سے یہ ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ جب انسان پہلے سے ذہن میں ایک نظریہ قائم کر کے پھر سے قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو کس حد تک کج فکری سے کام لے سکتا ہے۔ چنانچہ سنجری صاحب نے بت پرستوں کو بت پرستی کے فعل کی بھی تحسین فرما کر اسے درست قرار دے دیا۔

[۱۳۶] یعنی اللہ تعالیٰ تنگ نظر اور تنگ دل نہیں، بلکہ اس کی خدائی بھی وسیع، زاویہ نظر بھی وسیع اور دائرہ فیض بھی وسیع ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ
تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ

(اہل کتاب) کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنالیا ہے۔ وہ ایسی باتوں سے پاک ہے۔ بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ ان سب کا مالک ہے [۱۳۷] اور یہ سب چیزیں اس کی مطیع فرمان ہیں (۱۱۶) وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے [۱۳۸] اور جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو بس اتنا کہہ دیتا ہے کہ "ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے (۱۱۷) نادان لوگ یہ کہتے ہیں کہ خود اللہ تعالیٰ ہم سے کیوں کلام نہیں کرتا یا کوئی نشانی [۱۳۹] ہمارے پاس کیوں نہیں آتی؟ ایسی ہی بات ان لوگوں نے بھی کہی تھی جو ان سے پہلے تھے۔ ان سب کے دل [۱۴۰] (اور سوچ) ملتے جلتے ہیں۔ اور یقین کرنے والوں [۱۴۱] کے لیے تو ہم نے نشانیاں کھول کر بیان کر ہی دی ہیں (۱۱۸)

لہٰذا اگر قبلہ کی تلاش میں خطا ہو بھی جائے تو وہ قابل گرفت نہیں وہ خوب جانتا ہے کہ اس کا فلاں بندہ کہاں، کس وقت اور کس نیت سے یاد کر رہا ہے؟

[۱۳۷] ۞ اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دینے والے:۔ یہود کہتے ہیں کہ عزیرؑ اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کا بیٹا ہے۔ اور مشرکین کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اس کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمانوں، اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملک اور وہ ان کا مالک ہے۔ لہٰذا تمام اشیاء مملوک ہوئیں اور بیٹا شریک ہوتا ہے مملوک نہیں ہوتا۔ لہٰذا اللہ کی اولاد ہونا ناممکن ٹھہرا، اور ایک صحیح حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بنو آدم نے مجھے جھٹلایا اور گالی دی۔ اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ میں اسے دوبارہ پیدا نہ کرسکوں گا اور اسکا گالی دینا یہ ہے جو اس نے میرے لیے بیوی اور بیٹا تجویز کیا۔ (بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۂ اخلاص)

[۱۳۸] بدیع کے معنی ہیں ایسی چیز کو وجود میں لانے والا جس کی پہلے کوئی نظیر موجود نہ ہو، نہ اس کا وجود موجود ہو اور نہ کوئی نمونہ اور یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ہو سکتی ہے۔

[۱۳۹] یعنی اس قسم کے مطالبات جاہل لوگ کیا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود ہمارے پاس آکر بتائے کہ یہ واقعی میرا رسول ہے یا کوئی ایسی واضح علامت یا معجزہ ہمیں دکھائے جس سے ہمیں یقین آجائے۔ اسی صورت میں ہم ایمان لا سکتے ہیں۔ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں ان میں سے اکثر ناممکن العمل ہیں۔ پہلے لوگ بھی ایسے مطالبے کرتے رہے اور آج بھی جاہل لوگ اسی طرح کے مطالبے کر رہے ہیں۔

[۱۴۰] یعنی مزاج کے لحاظ سے پہلے زمانہ کے گمراہوں اور ان گمراہوں میں کچھ فرق نہیں۔ ایسے جاہل لوگ ایک ہی قسم کے اعتراضات اور مطالبات پیش کرتے رہتے ہیں۔

[۱۴۱] جن لوگوں نے ایمان لانا ہو ان کے لیے تو ہماری نشانیوں کی کوئی کمی نہیں۔ ایک ایک آیت پر ان کا ایمان پختہ سے پختہ تر ہوتا جاتا ہے اور جو لوگ کفر پر اڑے رہنا چاہتے ہیں انہیں البتہ کوئی نشانی نظر نہیں آتی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَيِّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ
اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ

ہم نے [۱۴۲] آپ ﷺ کو یقیناً حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اہل دوزخ [۱۴۳] سے متعلق آپ سے باز پرس نہ ہوگی (۱۱۹)

اور یہود و نصاریٰ تو آپ سے اس وقت تک کبھی خوش نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپ ان کے دین کی [۱۴۴] پیروی نہ کرنے لگیں۔ آپ ان سے کہئے کہ ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی ہے۔ [۱۴۵]

[۱۴۲] مثلاً تمہارے پاس جو رسول آیا ہے۔ تم خود جانتے ہو اس نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا تو کیا جو شخص کسی انسان سے جھوٹ نہیں بولتا۔ وہ اللہ پر جھوٹ تراش سکتا ہے؟ نیز تم یہ جانتے ہو کہ وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہی نہیں۔ اس کا کوئی استاد بھی نہیں پھر وہ ایسا کلام پیش کرتا ہے جس کے مقابلہ میں کلام لانے سے تم سب کے سب عاجز ہو تو کیا صرف یہی بات اللہ کے وجود، نبی کی نبوت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا واضح ثبوت نہیں؟ مگر جو شخص ماننے کا ارادہ ہی نہ رکھتا ہو کوئی بھی نشانی اسے ایمان لانے پر مجبور نہیں کر سکتی۔

[۱۴۳] یعنی آپ ﷺ کا کام صرف اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچا دینا ہے۔ اب اگر لوگ ایمان نہیں لاتے اور دوزخ کے مستحق ٹھہرتے ہیں تو اس سلسلہ میں آپ پر کچھ الزام نہیں۔

[۱۴۴] یہاں ملت سے مراد وہ دین نہیں جو تورات میں یا انجیل میں مذکور ہے بلکہ وہ دین ہے جس میں وہ سب خرافات بھی شامل ہیں جنہیں ان لوگوں نے دین سمجھ رکھا ہے اور وہ رنگ ڈھنگ بھی جو یہ لوگ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا انہیں خوش رکھنے کی فکر چھوڑ دیجئے کیونکہ جب تک آپ عقائد و اعمال کی انہیں گمراہیوں میں مبتلا نہ ہو جائیں جن میں یہ پڑے ہوئے ہیں اس وقت تک ان کا آپ ﷺ سے راضی ہونا محال ہے۔

[۱۴۵] ۞ آپ ﷺ کی بعثت کے بعد تمام لوگوں کو آپ ﷺ پر ایمان لانا واجب ہے: اللہ کی طرف سے ہدایت ہر زمانہ میں اس زمانہ کے تقاضوں کے مطابق ہی آتی ہے اور وہی ہدایت معتبر ہوتی ہے جو اس زمانہ کا نبی لائے۔ سو اس دور میں اللہ کی ہدایت قرآن میں ہے اور اسی پر سب کو ایمان لانا ضروری ہے۔ چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تورات کا ایک نسخہ لے کر آئے اور کہنے لگے۔ یا رسول اللہ یہ تورات کا نسخہ ہے۔ آپ ﷺ چپ رہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پڑھنا شروع کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہوتا چلا جا رہا تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھ کر سیدنا عمر سے کہا تجھے گم کرنے والیاں گم کریں کیا تم رسول اللہ ﷺ کی طرف نہیں دیکھتے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب آپ ﷺ کے چہرہ میں غصہ کے آثار دیکھے تو کہنے لگے کہ "میں اللہ سے اور اس کے رسول کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں۔ ہم اللہ کے پروردگار ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے۔" یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ اگر موسیٰ آج موجود ہوں اور تم مجھ کو چھوڑ کر ان کی پیروی کرو تو گمراہ ہو جاؤ گے، اور اگر موسیٰ (علیہ السلام) خود زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو ضرور میری پیروی کرتے۔" (دارمی، بحوالہ مشکوٰۃ شریف، کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ فصل ثالث) اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ ہی کی دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔" (احمد، بیہقی فی شعب الایمان، بحوالہ مشکوٰۃ باب ایضاً فصل ثانی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۙ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ
مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ
بِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ ع ۱۴
عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـــًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا
شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ

اور اگر آپ علم آجانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کریں گے تو آپ کو [۱۴۶] اللہ سے بچانے والا کوئی حمایتی یا مددگار نہ ہوگا (۱۲۰)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے اسطرح پڑھتے ہیں جیسا کہ اسے پڑھنے کا حق ہے۔ یہی لوگ (حقیقتاً) اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں۔ [۱۴۷] اور جو اس کتاب کا انکار کرتا ہے تو ایسے ہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں (۱۲۱) ع

اے بنی اسرائیل! [۱۴۸] میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہیں عطا کی اور تمام اقوام عالم پر تمہیں فضیلت بخشی تھی (۱۲۲) اور اس دن سے ڈر جاؤ جب کوئی کسی دوسرے کے کام نہ آسکے گا، اس دن نہ تو اس سے معاوضہ قبول کیا جائے گا اور نہ کسی کی سفارش اسے فائدہ دے گی، اور نہ ہی ان کو کوئی مدد مل سکے گی (۱۲۳)

اور جب ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے کئی باتوں [۱۴۹] میں آزمایا تو انہوں نے ان سب باتوں کو پورا کر دیا۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: "میں تمہیں سب لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔"

[۱۴۶] یہ تنبیہ بطریق فرض ہے۔ یعنی بالفرض آپ بھی ایسا کریں تو آپ کو اللہ سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ گویا امت کو انتہائی تاکید سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام لانے کے بعد پھر سے یہودی یا عیسائی بن جائے تو اسکو اللہ کے عذاب سے کوئی نہ بچا سکے گا۔

[۱۴۷] ❁ اہل کتاب میں منصف:۔ یہودیوں میں کچھ تھوڑے سے لوگ انصاف پسند بھی تھے جو اپنی کتاب کو نیک نیتی سے پڑھتے اور سمجھتے تھے۔ ایسے ہی لوگ رسول اللہ ﷺ اور قرآن پر ایمان لائے جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی۔ اور ان کے ایمان لانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ تورات کو غور سے اور سمجھ کر نیک نیتی سے پڑھتے تھے، اور جو لوگ تورات سے ہدایت حاصل کرنے کے بجائے اس کی تحریف و تاویل کے درپے ہوئے وہ خائب و خاسر ہوئے۔

[۱۴۸] ❁ یہود کے تفصیلی ذکر کے بعد آخر میں پھر تنبیہ:۔ بنی اسرائیل کا ذکر پانچویں رکوع سے شروع ہو کر چودھویں رکوع تک پورے دس رکوعات میں پوری تفصیل سے کیا گیا اور بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو تمام اقوام عالم پر فضیلت دے کر تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کا فریضہ انہیں سونپا تھا۔ مگر ان میں بے شمار ایسی اخلاقی بیماریاں پیدا ہو چکی تھیں۔ جن کی وجہ سے یہ امامت کے قابل ہی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایسی تمام اخلاقی بیماریوں کا ذکر تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور آخر میں انہیں وہی ہدایت کی جا رہی ہے جو ابتدا میں بھی کی گئی تھی کہ اس دن سے ڈر کر اب بھی اپنی خباثتوں سے باز آجاؤ۔ جس دن کوئی شخص دوسرے کے کام نہ آسکے گا، نہ بدلہ قبول کیا جائے گا نہ کسی کی سفارش فائدہ دے سکے گی اور نہ ہی مدد کا کوئی اور ذریعہ کام آسکے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ
وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ

سیدنا ابراہیمؑ نے پوچھا: ''کیا میری اولاد سے (بھی یہی وعدہ ہے؟)'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ظالموں سے [۱۵۰] میرا یہ وعدہ نہیں۔'' (۱۲۴) اور جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے عبادت گاہ [۱۵۱] اور امن کی جگہ قرار دیا (تو حکم دیا کہ) مقام ابراہیم کو [۱۵۲] جائے نماز بناؤ۔ اور سیدنا ابراہیمؑ اور سیدنا اسماعیلؑ کو تاکید کی کہ وہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے [۱۵۳] صاف ستھرا رکھیں (۱۲۵)

[۱۴۹] سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا امتحان کن کن باتوں میں ہوا:۔ سیدنا ابراہیمؑ کو تمام دنیا کی امامت ایسے ہی نہیں مل گئی تھی بلکہ آپ کی سن شعور سے لے کر مرنے تک پوری زندگی قربانی ہی قربانی تھی۔ دنیا میں انسان جن چیزوں سے محبت کرتا ہے ان میں کوئی چیز بھی ایسی نہ تھی جسے سیدنا ابراہیمؑ نے حق کی خاطر قربان نہ کیا ہو اور ان کی خاطر مصائب نہ جھیلے ہوں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ آپ ایک بت گر اور بت فروش کے گھر پیدا ہوئے۔ باپ چاہتا تھا کہ بیٹا اس کام میں ان کا ہاتھ بٹائے۔ لیکن آپ علیہ السلام نے الٹا احسن انداز میں سمجھانا شروع کر دیا۔ جب باپ آپؑ کی طرف سے مایوس ہو گیا تو گھر سے نکال دینے کی دھمکی دے دی۔ آپ علیہ السلام نے حق کی خاطر جلاوطنی کی صعوبتیں قبول کیں۔

۲۔ قومی میلہ کے موقع پر بتوں کو پاش پاش کیا جسکے نتیجہ میں آپؑ کو آگ میں جلا دینے کا فیصلہ ہوا۔ آپؑ نے بخوشی اس میں کودنا منظور کیا۔

۳۔ آپؑ نے اپنی بیوی ہاجرہؑ اور دودھ پیتے بچے کو اللہ کے حکم کے مطابق ایک بے آب و گیاہ میدان میں جا چھوڑا۔ جہاں کھانے پینے کا کوئی بندوبست نہ تھا اور نہ ہی دور دور تک کسی آبادی کے آثار نظر آتے تھے۔

۴۔ بوڑھی عمر میں ملے ہوئے بچے اسماعیل علیہ السلام جب ذرا جوان ہوئے تو ان کو قربان کر دینے کا حکم ہوا تو آپ بے دریغ اور بلا تامل اس پر آمادہ ہو گئے۔ غرض آپ کی قربانیوں اور آزمائشوں کی فہرست خاصی طویل ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے خود یہ سرٹیفکیٹ عطا کر دیا کہ ہم نے ابراہیمؑ کی کئی باتوں سے آزمائش کی تو وہ ہر امتحان میں پورے اترے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان امتحانوں کے نتیجہ میں آپ کو دنیا جہان کا امام بنا دیا، اور آئندہ قیامت تک کے لیے سلسلہ نبوت کو آپؑ ہی کی اولاد سے منسلک کر دیا اور دنیا کے اکثر و بیشتر مذاہب اپنے مذہب کی آپ کی طرف نسبت کرنا باعث عزت و افتخار سمجھتے ہیں۔

[۱۵۰] تمام لوگوں کے امام:۔ امامت کا وعدہ صرف تمہاری اس اولاد سے تعلق رکھتا ہے جو صالح ہوگی۔ ظالموں اور گنہگاروں کیلئے ایسا کوئی وعدہ نہیں۔ یہیں سے یہود کے اس غلط عقیدہ کی تردید ہو گئی جو وہ سمجھتے تھے کہ ہم چونکہ پیغمبروں کی اولاد ہیں اس لیے ہمیں عذاب اخروی نہ ہو گا۔

[۱۵۱] مثابۃ بمعنی لوگوں کے بار بار آتے اور جاتے رہنے کی جگہ (بغرض حج، عمرہ، طواف، اور عبادت نماز وغیرہ)

[۱۵۲] مقام ابراہیم کی فضیلت:۔ وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر سیدنا ابراہیمؑ خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے رہے۔ اسی پر کھڑے ہو کر آپ نے لوگوں کو حج کیلئے پکارا۔ یہ پتھر خانہ کعبہ کے صحن میں ہے اور آج کل اسے ایک چھوٹی سی شیشہ کی گنبد نما عمارت میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے تین باتوں میں میری رائے اللہ کے علم کے موافق ہو گئی۔ (جن میں ایک یہ تھی) میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا اچھا ہو اگر آپ مقام ابراہیمؑ کو نماز کی جگہ قرار دے دیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دی۔ (وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى) چنانچہ طواف کرنے والے اسی مقام کے پاس دو رکعت نماز نفل ادا کرتے ہیں۔

[۱۵۳] مساجد میں صفائی کی فضیلت:۔ معلوم ہوا مسجدوں کو صاف ستھرا رکھنا اور روشنی کا انتظام نہایت فضیلت والا کام ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ

اور جب ابراہیمؑ نے یہ دعا کی کہ: "اے میرے رب! اس جگہ کو امن کا شہر [۱۵۴] بنادے۔ اور اس کے رہنے والوں میں سے جو کوئی اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائیں انہیں پھلوں کا رزق عطا فرما۔"

جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے دو اولوا العزم رسولوں کو بطور خاص حکم دیا۔ یہاں صفائی سے مراد صرف ظاہری صفائی نہیں، بلکہ باطنی صفائی بھی ہے کہ اس گھر میں مشرک لوگ نہ آنے پائیں۔ جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی پکارنا شروع کر دیں اور اسے گندا کر دیں۔ اور مساجد کی صفائی اور آداب کے لیے درج ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ سیدنا انسؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا (یا صاف کر دینا) ہے (بخاری، کتاب الصلوۃ باب کفارۃ البزاق فی المسجد)

۲۔ سیدنا ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک کالی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ وہ مر گئی۔ آپ نے جب اسے نہ دیکھا تو لوگوں سے اس کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا: وہ مر گئی۔" آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہ خبر کی۔ چلو اب اس کی قبر بتاؤ" پھر آپ اس کی قبر پر گئے اور نماز پڑھی۔ (بخاری، کتاب الصلوۃ، باب کنس المسجد)

۳۔ سیدنا انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک گنوار آیا اور مسجد (نبوی ﷺ) کے ایک کونے میں پیشاب کرنے لگا۔ لوگوں نے اسے جھڑکا۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جھڑکنے سے منع فرمایا۔ جب وہ پیشاب کر چکا تو آپ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ اس جگہ پانی کا ایک ڈول بہا دیا جائے،" (بخاری، کتاب الوضوء، باب ترک النبی والناس الاعرابی حتی فرغ من بولہ فی المسجد) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب اعرابی پیشاب سے فارغ ہو چکا تو آپ ﷺ نے اسے سمجھایا کہ یہ مسجدیں اللہ کے ذکر کے مقامات ہیں، بول و براز کے نہیں لہٰذا انہیں صاف ستھرا رکھنا چاہیے۔

۴۔ سیدنا جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی اس درخت یعنی لہسن کو کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے۔ عطا کہتے ہیں کہ میں نے جابرؓ سے پوچھا کچی لہسن مراد ہے یا پکی ہوئی؟ انہوں نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ اس سے کچی لہسن اور اس کی بدبو مراد ہے۔ (بخاری۔ کتاب الاذان، باب، ماجاء فی الثوم النی والبصل والکراث)

۵۔ سائب بن یزیدؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد نبوی ﷺ میں کھڑا تھا۔ کسی نے مجھ پر پتھر پھینکا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ سیدنا عمرؓ ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا: جاؤ فلاں دو آدمیوں کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میں انہیں بلا لایا تو سیدنا عمرؓ نے ان سے پوچھا: تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ وہ کہنے لگے ہم طائف سے آئے ہیں۔ سیدنا عمرؓ نے کہا، اگر تم اس شہر (مدینہ) کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں ضرور سزا دیتا۔ تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کرتے (شور مچاتے) ہو۔ (بخاری، کتاب الصلوۃ، باب رفع الصوت فی المسجد)

[۱۵۴] یعنی اس بے آب و گیاہ اور ویران سے مقام کو ایک پرامن شہر بنا دے اور جو لوگ یہاں آباد ہوں انہیں پھلوں کا رزق مہیا فرما۔ چنانچہ سیدنا ابراہیمؑ کی یہ دعا قبول ہوئی اور یہ مقام آج تک پرامن اور قابل احترام ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی حرمت کی از سر نو توثیق کر دی جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے:

ابو شریح نے عمرو بن سعید کو (جو یزید کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا) کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن خطبہ ارشاد فرمایا۔ پہلے حمد و ثنا بیان کی۔ پھر فرمایا: اللہ نے مکہ کو حرام کیا ہے۔ لوگوں نے نہیں کیا، تو جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾
وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۭ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا
وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: "اور جو کوئی کفر کرے گا تو اس چند روزہ زندگی کا سامان تو میں اسے [۱۵۵] بھی دوں گا مگر آخرت میں اسے دوزخ کے عذاب کی طرف دھکیل دوں گا اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔" (۱۲۶) اور جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ بیت اللہ [۱۵۶] کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو انہوں نے دعا کی کہ "اے ہمارے رب! ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما لے۔ بلاشبہ تو ہی سب کی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے (۱۲۷) اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار [۱۵۷] بنا لے اور ہماری اولاد میں سے ایک جماعت پیدا کر جو تیری فرمانبردار ہو۔ اور ہمیں اپنی [۱۵۸] عبادت کے طریقے بتا اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو بڑا توبہ قبول کرنے والا [۱۵۹] اور نہایت

رکھتا ہو اسے نہ وہاں خون بہانا درست ہے اور نہ کوئی درخت کاٹنا۔" (بخاری، کتاب العلم، باب لیبلغ العلم الشاھد الغائب..... الخ

[۱۵۵] سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب امامت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے پوچھا تو جواب ملا کہ وہ صرف صالح لوگوں کو ملے گی ظالموں کو نہیں ملے گی۔ تو اب ابراہیم علیہ السلام نے پھلوں کا رزق عطا کرنے کی دعا میں ایمانداری کی شرط از خود بڑھا دی۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ رزق کے معاملہ میں ایمانداری کوئی شرط نہیں وہ تو میں نیک اور بد سب کو دوں گا۔ وہ محبت اور ایمانداری کی شرط صرف امامت کے لیے ہے رزق کے لیے نہیں۔

[۱۵۶] ۞ مختلف ادوار میں کعبہ کی تعمیر:۔ قسطلانیؒ نے کہا کہ کعبہ دس بار تعمیر ہوا۔ سب سے پہلے اسے فرشتوں نے بنایا۔ دوسری بار آدم علیہ السلام نے (آپؑ کی عمر ہزار سال تھی) تیسری بار شیث علیہ السلام (آدم کے بیٹے) نے اور یہ تعمیر طوفان نوحؑ میں گر گئی۔ چوتھی بار سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے پانچویں بار قوم عمالقہ نے، چھٹی بار قبیلہ جرہم نے، ساتویں بار قصی بن کلاب نے (جو رسول اللہ ﷺ کے جد امجد ہیں) آٹھویں بار قریش نے (آپ کی بعثت سے پہلے جب کہ حطیم کی جگہ چھوڑ دی تھی) نویں بار سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دور خلافت میں) دسویں بار حجاج بن یوسف نے۔ اور اس کے بعد آج تک اس علاقہ پر مسلمانوں کا ہی قبضہ چلا آ رہا ہے اور بہت سے بادشاہوں نے اس کی تعمیر، مرمت اور توسیع میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور یہ سلسلہ تا ہنوز جاری ہے۔ اس سلسلہ میں آل سعود کی خدمات گرانقدر اور لائق تحسین ہیں۔

[۱۵۷] یہ دونوں پیغمبر جب خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے تو ساتھ ساتھ دعا بھی کر رہے تھے کہ الٰہی: ہماری یہ خدمت قبول فرما اور اپنا مسلم (مطیع فرماں) بنا، اور ہماری اولاد میں سے ایک مسلم قوم پیدا کر، اور مسلم وہ ہوتا ہے جو اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور اپنے آپ کو کلیتاً اللہ کے سپرد کر دے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کرے۔ اس عقیدے اور طرز عمل کا نام اسلام ہے اور یہی تمام انبیاء کا دین رہا ہے۔

[۱۵۸] مناسک کا لفظ عموماً حج کے آداب و ارکان اور قربانی کے احکام کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کے وسیع مفہوم میں عبادت کے سب طریقے شامل ہیں۔

[۱۵۹] ۞ انبیاء اور استغفار:۔ انبیاء سے عمداً کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا، رہی خطا تو بھول چوک امت سے تو معاف ہے۔ مگر انبیاء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٢٨﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾ وَمَن يَرْغَبُ عَن مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا ع ۱۵ ۱۵

رحم کرنے والا ہے(۱۲۸) اے ہمارے رب! ان میں ایک رسول مبعوث فرما[۱۶۰] جو انہی میں سے ہو، وہ ان کے سامنے تیری آیات کی تلاوت کرے، انہیں کتاب اور حکمت [۱۶۱] کی تعلیم دے اور ان کو پاکیزہ بنا دے۔ [۱۶۲] بلاشبہ تو غالب اور حکمت والا ہے۔" (۱۲۹) ع

اور ابراہیمؑ کے دین [۱۶۳] سے تو وہی نفرت کر سکتا ہے جس نے خود اپنے آپ کو احمق بنا لیا ہو۔

کی شان اتنی بڑی ہے کہ ذرا سی غفلت ان کے حق میں گناہ سمجھی جاتی ہے۔ اسی لیے انبیاءؑ معصوم ہونے کے باوجود عوام الناس کی نسبت بہت زیادہ توبہ و استغفار کرتے رہتے ہیں۔

[۱۶۰] ❁ میں ﷺ ابراہیمؑ کی دعا ہوں:۔ اہلیان شہر مکہ میں سے رسول مبعوث فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیمؑ کی یہ دعا بھی قبول فرمائی اور اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے پیغمبر آخر الزمان سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں سیدنا ابراہیمؑ کی دعا ہوں۔" (احمد، بحوالہ مشکوٰۃ، باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ الفصل الثانی)

[۱۶۱] ❁ حکمت کیا ہے؟ اور وحی خفی:۔ حکمت کے لفظی معنی سمجھ اور دانائی ہے۔ پھر اس میں وہ سب طور طریقے بھی شامل ہو جاتے ہیں جو کسی کام کو عملی طور پر سرانجام دینے کے لیے ضروری ہوں۔ پہلی قسم کو حکمت علمی اور دوسری قسم کو حکمت عملی کہتے ہیں اور امام شافعیؒ نے اپنی تصنیف "الرسالہ" میں بے شمار دلائل سے یہ بات ثابت کی ہے کہ قرآن میں جہاں بھی کتاب کے ساتھ حکمت کا لفظ آیا ہے تو اس سے مراد سنت رسول اللہ ﷺ ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "میرے بعد کوئی شخص غرور سے ایسا نہ کہے کہ میں اللہ کی کتاب میں یہ حکم نہیں پاتا۔ خوب سن لو! مجھے یہ کتاب (قرآن) بھی دیا گیا ہے اور اس کی مثل اتنا کچھ اور بھی۔" (ترمذی، ابو داؤد وغیرہما) نیز قرآن کریم کی یہ آیت ﴿مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (۵۹:۷) سنت رسول کی اتباع کو واجب قرار دیتی ہے۔ جس کا واضح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو شخص سنت رسول کا منکر ہے وہ حقیقتاً قرآن کا بھی منکر ہے۔

[۱۶۲] ❁ تزکیہ نفس کا مفہوم:۔ تزکیہ نفس مشہور لفظ ہے یعنی انہیں پاکیزہ بنائے اور سنوارے اور سنوارنے میں، اخلاق، عادات، معاشرت، تمدن، سیاست غرض ہر چیز کو سنوارنا شامل ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ عملی طور پر صحابہ کرام کی تربیت کرنا بھی آپ ﷺ کی ذمہ داری تھی۔ اس کی ایک معمولی سی مثال ملاحظہ فرمائیے۔ ایک دفعہ سیدنا ابوذر غفاریؓ (جو سابقین و اولین میں سے تھے اور آپ ﷺ کو ان سے پیار بھی بہت تھا) نے سیدنا بلالؓ کو صرف یہ کہا تھا "اے کالی ماں کے بیٹے۔" تو اتنی سی بات پر آپ ﷺ نے سیدنا ابوذر غفاریؓ پر شدید گرفت کرتے ہوئے فرمایا: انك امرء فيك امر الجاهلية (بخاری کتاب الایمان باب المعاصی من امر الجاهلية) یعنی تو ایسا شخص ہے جس میں ابھی تک جاہلیت کا اثر موجود ہے۔ یہ تھا آپ کا انداز تربیت اور یہی (یزکیھم) کا مفہوم ہے۔ (تشریح کے لیے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۰ تا ۱۶۴ ملاحظہ فرمائیے۔)

[۱۶۳] ❁ دین ابراہیم کی صفات:۔ دین کا معنی اللہ تعالیٰ کی مکمل حاکمیت اور اپنی مکمل عبودیت کو تسلیم کر لینا ہے۔ سیدنا ابراہیمؑ نے اپنے طرز فکر اور طرز عمل کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع بنا لیا تھا اور طرز فکر و عمل کی تبلیغ و اشاعت میں اپنی پوری زندگی صرف کی اور اس راہ میں جو بڑی مشکلات پیش آئیں انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور یہ طرز زندگی اللہ کو اتنا محبوب تھا کہ اس نے آپ کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ
لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ
اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ
يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ
اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا
كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ

بے شک ہم نے اس کو دنیا میں (اپنے کام کے لیے) چن لیا اور آخرت میں بھی وہ صالح لوگوں میں سے ہوں گے (۱۳۰) جب انہیں ان کے ربّ نے فرمایا کہ "فرمانبردار بن جاؤ" تو انہوں نے فوراً کہا کہ: میں جہانوں کے رب کا فرمانبردار بن گیا ہوں (۱۳۱) اور ابراہیمؑ نے بھی اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی تھی اور یعقوب [۱۶۴] نے بھی انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: "اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے یہی دین پسند کیا ہے۔ لہٰذا تم مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔" (۱۳۲)

کیا تم اس وقت موجود [۱۶۵] تھے جب یعقوبؑ پر موت کا وقت آیا۔ اس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا "میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟" انہوں نے جواب دیا "ہم اسی ایک الٰہ کی بندگی کریں گے جو آپ کا اور آپ کے آباؤ اجداد ابراہیمؑ اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کا الٰہ ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔" (۱۳۳)

یہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی۔ جو کچھ اس جماعت نے اعمال کیے وہ ان کے لیے ہیں اور جو کچھ تم کماؤ گے [۱۶۶] وہ تمہارے لیے ہے۔ اور تم سے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے (۱۳۴)

پوری دنیا کا امام بنا دیا۔ اب کوئی بے وقوف ہی ایسی پسندیدہ روش سے اعراض کر سکتا ہے، یا ایسا شخص جو تجاہل عارفانہ سے کام لے رہا ہو۔

[۱۶۴] یہاں اللہ رب العزت نے بطور خاص سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پوتے یعقوبؑ کا ذکر فرمایا۔ اس لیے کہ ماسوائے نبی آخر الزمان کے باقی سب انبیاء انہی کی اولاد سے تھے اور بنی اسرائیل بھی انہی کی اولاد تھے۔ انہیں وصیت تو اللہ کا فرمانبردار بن کر رہنے کی گئی تھی۔ مگر بعد میں بنی اسرائیل نے جو گل کھلائے ان کا تفصیلی ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

[۱۶۵] یہود کا یعقوب علیہ السلام پر الزام:۔ ایک دفعہ یہود نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: کیا آپ ﷺ کو معلوم نہیں کہ یعقوبؑ نے ہمیں یہودی رہنے کی وصیت کی تھی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے یہود مدینہ سے پوچھا: جب یعقوبؑ مرنے کے قریب تھے تو کیا تم اس وقت موجود تھے جو اس وثوق سے کہتے ہو کہ یعقوبؑ نے یہودیت کی وصیت کی تھی؟ پھر جو کچھ یعقوب علیہ السلام نے بوقت مرگ اپنے بیٹوں سے پوچھا اور جو بیٹوں نے جواب دیا اس کو اللہ تعالیٰ نے خود بیان کر کے یہود کے اس قول کی تردید فرما دی۔

[۱۶۶] یعنی انبیاء کی اور ان کے متبعین کی جماعت۔ اگرچہ اے یہود! تم ان کی اولاد ہو مگر ان کے اعمال تمہارے کچھ کام نہیں آ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَصٰرٰی تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ
اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰی
وَعِیْسٰی وَمَاۤ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۪ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ

یہودی کہتے ہیں کہ "یہودی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤ گے" اور عیسائی کہتے ہیں کہ "عیسائی بن جاؤ تو ہدایت پاؤ گے۔" آپؐ ان سے کہیے: (بات یوں نہیں) بلکہ جو شخص ملت ابراہیم پر ہو گا وہ ہدایت پائے گا اور ابراہیمؑ موحد تھے شرک [۱۶۷] کرنے والوں میں سے نہ تھے (۱۳۵)

(مسلمانو!) تم اہل کتاب سے یوں کہو کہ: "ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا ہے اور اس پر بھی جو سیدنا ابراہیمؑ اسماعیلؑ اسحاقؑ یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر اتارا گیا تھا۔ اور اس وحی و ہدایت پر بھی جو موسیٰؑ عیسیٰؑ اور دوسرے انبیاء کو ان کے پروردگار کی طرف سے دی گئی تھی۔ ہم ان انبیاء میں سے کسی میں تفریق [۱۶۸] نہیں کرتے اور ہم تو اسی (ایک اللہ) کے فرمانبردار ہیں۔" (۱۳۶)

سکتے۔ تمہارے لیے تو وہی کچھ ہو گا جو تم خود کر رہے ہو۔ تم سے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ تمہارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے بلکہ یہ پوچھا جائے گا کہ تم خود کیا کرتے رہے؟

[۱۶۷] ملت کا مفہوم اور ملت ابراہیم علیہ السلام:۔ ملت اس نظام زندگی کا نام ہے جس کی بنیاد چند مخصوص عقائد پر ہو اور ملت ابراہیم علیہ السلام کے عقائد میں سے سب سے اہم عقیدہ جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا وہ یہ ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام موحد تھے۔ شرک نہیں کرتے تھے۔ یہود مسلمانوں سے کہتے ہیں یہودی بنو گے تو نجات پا جاؤ گے۔ حالانکہ وہ خود مشرک تھے اور سیدنا عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے تھے۔ اسی طرح عیسائی بھی مسلمانوں سے یہی بات کہتے تھے حالانکہ وہ بھی تین خدا مانتے تھے اور مشرک تھے اور کفار مکہ وغیرہ کے مشرک ہونے میں تو کوئی شک ہی نہیں۔ حالانکہ وہ بھی ملت ابراہیمی کی اتباع کا دعویٰ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی بھی نہ ہدایت پر ہے اور نہ ملت ابراہیم سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ سب مشرک ہیں۔ ملت ابراہیم پر صرف وہ ہو سکتا ہے جو مشرک نہ ہو اور وہی ہدایت یافتہ ہو گا۔

[۱۶۸] انبیاء میں تفریق کرنے کا مطلب:۔ فرق اس لحاظ سے کہ فلاں نبی حق پر تھا اور فلاں حق پر نہ تھا یا ہم فلاں کو مانتے ہیں یا فلاں کو نہیں مانتے۔ کیونکہ سب انبیاء ایک ہی صداقت اور ایک ہی راہ راست کی طرف بلاتے رہے ہیں۔ اور سب انبیاء کرام اپنے سے پہلوں کی تصدیق اور بعد میں آنے والوں کی بشارت دیتے اور ان پر ایمان لانے کی تاکید کرتے رہے ہیں۔ اب اگر مثال کے طور پر یہود سیدنا عیسیٰ یا نبی آخر الزمان پر ایمان نہیں لاتے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ اپنے پیغمبر سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور اپنی کتاب تورات پر بھی ایمان نہیں لاتے بلکہ وہ محض باپ دادا کی تقلید میں ایک پیغمبر کو مان رہے ہیں۔ ان کا اصل دین نسل پرستی یا اپنے آباء کی تقلید ہے۔ اپنے پیغمبر کی پیروی نہیں۔ ورنہ اس کی سب باتیں مانتے۔

انبیاء کے درمیان فرق نہ کرنے کا مطلب:۔ تمام انبیاء کرام اپنے اپنے وقتوں میں واجب الاتباع ہوتے ہیں اور ایک نئے نبی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ

سو اگر یہ (اہل کتاب) ایسے ہی ایمان لائیں جیسے تم لائے ہو تو وہ بھی ہدایت پالیں گے اور اگر اس سے منہ پھیریں تو وہ ہٹ دھرمی پر اتر آئے ہیں۔ لہٰذا اللہ ان کے مقابلے میں آپ کو کافی [۱۶۹] ہے اور وہ ہر ایک کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے (۱۳۷)

(نیز ان سے کہہ دو کہ: ہم نے) اللہ کا رنگ (قبول کیا) اور اللہ کے رنگ سے [۱۷۰] بہتر کس کا رنگ ہو سکتا ہے۔ اور ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں (۱۳۸)

آپؐ ان سے کہیے: "کیا تم لوگ ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو جبکہ وہی ہمارا بھی [۱۷۱] رب ہے اور تمہارا بھی؟ "ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ اور ہم خالصتاً اسی کی بندگی کرتے ہیں۔ (۱۳۹) (اے اہل کتاب) کیا تم لوگ یہ کہتے ہو کہ "ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور انکی اولاد سب یہودی یا

کی بعثت کی ضرورت ہمیشہ اس وقت پیش آتی ہے جب سابق نبی کی امت میں شرک و جہالت اور فساد فی الارض عام ہو جائے اور وہ خود کئی گروہوں میں بٹ جائے۔ دین یعنی عقائد و کلیات تو ہر نبی کے دور میں یکساں ہی رہے ہیں۔ البتہ اس دور کے تقاضوں کے مطابق کچھ سابقہ احکام منسوخ اور کچھ نئے احکام اس نئے نبی کو دیے جاتے ہیں۔ لہٰذا اب اتباع تو صرف اس نئے نبی کی واجب ہوتی ہے اور ایمان لانا سب پر واجب ہوتا ہے۔ یعنی یہ کہ سب انبیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث اور حق و صداقت لے کر آئے تھے۔ اس لحاظ سے ان میں کچھ فرق نہیں ہوتا۔ رہا انبیاء میں درجات کے لحاظ سے فرق اور ایک دوسرے پر فضیلت تو وہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ جیسے ارشاد باری ہے۔ ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ (۲:۲۵۳)

[۱۶۹] یعنی ان اہل کتاب کا حق سے اعراض اور ہٹ دھرمی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور اللہ انہیں سزا دینے کو کافی ہے۔ یعنی یہود بنو نضیر جلاوطن ہوئے اور جزیہ دینا قبول کیا اور بنو قریظہ قیدی اور قتل ہوئے اور نجران کے عیسائیوں نے بھی جزیہ دینا قبول کیا۔

[۱۷۰] ۞ بپتسمہ اور اللہ کا رنگ:۔ جب کوئی شخص یہودی مذہب میں داخل ہوتا تو وہ اسے غسل دیتے اور کہتے کہ اس کے سب سابقہ گناہ دھل گئے اور عیسائی اس غسل کے پانی میں زرد رنگ بھی ملا لیا کرتے۔ اور یہ غسل صرف مذہب میں نئے داخل ہونے والوں کو ہی نہیں بلکہ نومولود بچوں کو بھی دیا جاتا اور اس رسم کو وہ اصطباغ یا بپتسمہ کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان رسمی رنگوں میں کیا رکھا ہے۔ رنگ تو صرف اللہ کا ہے جو اس کی بندگی سے چڑھتا ہے اور ان اہل کتاب سے کہہ دو کہ ہم اس کی بندگی کرتے اور اسی کا رنگ اختیار کرتے ہیں۔

[۱۷۱] ۞ اللہ کے لطف و کرم کی بنیاد:۔ یہود و نصاریٰ یہ سمجھتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔ لہٰذا اس کی جملہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَصٰرٰی ؕ قُلۡ ءَاَنۡتُمۡ اَعۡلَمُ اَمِ اللّٰہُ ؕ وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ کَتَمَ شَہَادَۃً عِنۡدَہٗ مِنَ اللّٰہِ ؕ وَ
مَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلۡکَ اُمَّۃٌ قَدۡ خَلَتۡ ۚ لَہَا مَا کَسَبَتۡ وَلَکُمۡ مَّا کَسَبۡتُمۡ ۚ
وَلَا تُسۡـَٔلُوۡنَ عَمَّا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴۱﴾ ع

ع ۲۶ ۱۶

عیسائی تھے ؟" بھلا تم یہ بات زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ ؟ اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جس کے پاس اللہ کی طرف سے شہادت موجود ہو پھر وہ اسے [۱۷۲] چھپائے ؟ اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان سے بے خبر نہیں ہے (۱۴۰) یہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی۔ ان کی کمائی ان کے لیے ہے۔ اور تمہاری تمہارے لیے۔ اور ان کے اعمال کے بارے میں [۱۷۳] تم سے باز پرس نہ ہو گی (۱۴۱) ع

نوازشات اور الطاف و اکرام کے مستحق صرف ہم ہی ہیں۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ آپ ﷺ ان سے کہیں کہ اللہ جیسا تمہارا پروردگار ہے ویسا ہی ہمارا بھی ہے۔ وہ تو جس طرح کے کوئی شخص عمل کرے گا اسی کے مطابق اس پر نوازشات کرے گا۔ اور اس لحاظ سے ہم تم سے بہتر بھی ہیں کہ ہم فقط اسی کی بندگی کرتے ہیں اور تم شرک بھی کیے جاتے ہو اور یہ اندازہ اب تم خود لگا سکتے ہو کہ آئندہ اس کی نوازشات اور الطاف و اکرام کس پر ہونا چاہئیں۔

[۱۷۲] ۞ یہود و نصاریٰ کا اپنے انبیاء پر یہودی یا عیسائی ہونے کا الزام:۔ اس آیت کا مفہوم سمجھنے کے لیے پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ یہودیت اپنے موجودہ نظریات و عقائد کے مطابق تیسری اور چوتھی صدی قبل مسیح میں معرض وجود میں آئی تھی۔ اور عیسائیت اپنے مخصوص نظریات و عقائد کے مطابق سیدنا عیسیٰؑ کے رفع سماء کے مابعد کی پیداوار ہے اور یہودیوں اور عیسائیوں کے عالم لوگ اس بات کو خوب جانتے تھے کہ سیدنا ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور ان کی اولاد یعنی سیدنا یوسف علیہ السلام وغیرہم۔ اس قسم کی یہودیت اور عیسائیت کی پیدائش سے بہت پہلے وفات پا چکے تھے، مگر ان علمائے یہود و نصاریٰ نے عوام کے ذہن میں یہ بات پختہ کر دی تھی کہ یہ مندرجہ بالا انبیائے کرام یہود کے قول کے مطابق یہودی تھے اور نصاریٰ کے قول کے مطابق عیسائی تھے۔ اس پس منظر میں اب اس آیت کو ملاحظہ فرمائیے جس میں اللہ تعالیٰ نے علمائے یہود و نصاریٰ کی اس بددیانتی کو آشکار کیا ہے اور انہیں کتمانِ شہادت کے مجرم قرار دے کر سب سے بڑے ظالم ٹھہرایا ہے۔

[۱۷۳] یہ آیت انہی الفاظ سے پہلے بھی گزر چکی ہے (آیت نمبر ۱۳۴) وہاں اس آیت کے مخاطب یہود تھے اور یہاں یہودی، عیسائی اور مسلمان سبھی مخاطب ہیں اور اسے دوبارہ لانے سے غرض صرف مزید تنبیہ و تاکید ہے کہ نجات اخروی کے لیے اپنے انبیاء و صالحین پر بھروسہ کرنا بالکل عبث بات ہے۔ تم اپنے اعمال کے لیے خود جواب دہ ہو گے اور خود ہی ان کی سزا بھگتو گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ

جلد ہی نادان لوگ کہیں گے کہ مسلمانوں کو ان کے پہلے قبلہ سے کس [۱۷۴] چیز نے پھیر دیا۔ آپ ان سے

[۱۷۴] قبلہ اول خانہ کعبہ ہی تھا: تحویل قبلہ کے ضمن میں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تمام امت مسلمہ کے لیے قبلہ اول خانہ کعبہ ہی تھا۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے اسے تعمیر کیا تو بھی یہی قبلہ تھا اور جب سیدنا ابراہیمؑ نے اسے تعمیر کیا تو اس وقت بھی یہی قبلہ تھا۔ مگر جب سلیمان علیہ السلام نے ہیکل سلیمانی تعمیر کیا۔ تو اس وقت تابوت سکینہ صخرہ پر پڑا رہتا تھا اور بنی اسرائیل اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ انہوں نے مستقل طور پر اسے ہی اپنا قبلہ بنالیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر کوئی گرفت نہ ہوئی تھی۔ لہٰذا یہ قبلہ شرعاً بھی درست سمجھا گیا۔ مگر یہ صرف بنی اسرائیل ہی کا قبلہ تھا۔ مکہ کے مشرکین کا نہ تھا۔ وہ کعبہ کی ہی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔

آپ ﷺ نے ابتداءً بیت المقدس کو قبلہ کیوں بنایا تھا؟ چونکہ مشرکین مکہ کے بجائے رسول اللہ ﷺ اہل کتاب کو بہتر سمجھتے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ نے کعبہ کے بجائے بیت المقدس کی طرف رخ کرنا مناسب سمجھا تاکہ مشرکین مکہ کے قبلہ سے امتیاز ہو سکے اور آپ ﷺ کے اس عمل کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی ہی طرف منسوب کیا: جیسا کہ ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا﴾ (۲:۱۴۳) سے واضح ہے۔ آپ ﷺ کو بیت المقدس کی طرف رخ کرنے یا قبلہ بنانے کا حکم قرآن یا حدیث میں صراحتاً کہیں مذکور نہیں۔ ممکن ہے کہ وحی خفی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایسا حکم دیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی بصیرت سے ہی بیت المقدس قبلہ بنانے کا طرز عمل اختیار کیا ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اقرار (سکوت) ہو تو بھی وحی تقریری کا حکم رکھتا ہے۔ بہر حال بیت المقدس کی طرف مسلمانوں کے رخ کر کے نماز ادا کرنے کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا ہی حکم قرار دیا ہے۔

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ کسی قوم کے قبلہ کو تسلیم کر لینا فی الحقیقت اس قوم کی قیادت و امامت کو تسلیم کر لینے کے مترادف ہوتا ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے جو ابتدائی دور میں بیت المقدس کو قبلہ بنایا تو اس کی ایک وجہ تو بوجہ شرک مشرکین مکہ کی مخالفت تھی، دوسرے اس میں مسلمانوں کا امتحان بھی مقصود تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ﴾ اور وہ امتحان اس طرح تھا کہ ہر قوم کو اپنے شعائر سے انتہائی عقیدت ہوتی ہے اور مکہ میں اسلام لانے والے چونکہ مشرکین مکہ میں سے ہی ہوتے تھے۔ اس لیے فی الواقع ان کا اس بات میں بھی امتحان تھا کہ وہ اسلام لانے کے بعد کتنی فراخدلی سے اپنا آبائی قبلہ (کعبہ) کو چھوڑ کر بیت المقدس کو اپنا قبلہ بناتے ہیں۔

مدینہ میں آکر آپ ﷺ کو کعبہ کو قبلہ بنانے کی آرزو کیوں پیدا ہوئی؟ ہجرت کے بعد جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے تو اب صورت حال بالکل مختلف تھی۔ مسلمانوں کی ایک آزاد چھوٹی سی ریاست وجود میں آچکی تھی اور اب بیت المقدس کو قبلہ بنانے رکھنا ذہنی طور پر یہود کی امامت کو تسلیم کرنے کے مترادف تھا۔ لہٰذا اب آپ یہ چاہتے تھے کہ حقیقی قبلہ اول یعنی خانہ کعبہ ہی مستقل طور پر مسلمانوں کا قبلہ قرار پائے اور اس توقع میں کئی بار آسمان کی طرف رخ پھیرتے کہ شائد کسی وقت جبرئیل ایسا حکم لے کر نازل ہو۔ چنانچہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ اسی طرف رخ کر کے نماز پڑھی لیکن آپ ﷺ چاہتے یہ تھے کہ آپ ﷺ کا قبلہ کعبہ کی طرف ہو۔ چنانچہ ایک دن آپ ﷺ نے عصر کی نماز کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھی اور لوگوں نے بھی پڑھی۔ پھر ان میں سے ایک شخص جو آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ چکا تھا۔ دوسری مسجد والوں پر گزرا جبکہ وہ نماز ادا کر رہے تھے۔ اس نے کہا اللہ گواہ ہے میں نے ابھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مکہ (کعبہ) کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے۔ "تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ

کہیے کہ "مشرق و مغرب تو اللہ ہی کے لیے ہیں، وہ جسے چاہتا ہے، [۱۷۵] سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔" (۱۴۲) اور اسی طرح (اے مسلمانو!) ہم نے تمہیں امتِ وسط [۱۷۶] بنایا ہے تاکہ (تم دنیا) کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول (محمدؐ) تم پر گواہ ہو [۱۷۷] اور ہم نے آپؐ کے لیے پہلا قبلہ (بیت المقدس) صرف اس لیے بنایا تھا کہ ہمیں معلوم ہو کہ کون

اسی حالت میں کعبہ کی طرف گھوم گئے (بخاری، کتاب التفسیر زیر آیت مذکورہ) یہی مسجد بعد میں مسجد قبلتین کے نام سے مشہور ہوئی۔

۞ تحویل قبلہ کے لوگوں پر اثرات اور اعتراض:۔ تحویل قبلہ کا دراصل مطلب یہ تھا کہ اب بیت المقدس کی مرکزیت ختم ہو چکی اور آئندہ ہمیشہ کے لیے خانہ کعبہ کو امت مسلمہ کا مرکز قرار دے دیا گیا۔ اب اس تحویل قبلہ کا یہود پر منفی اثر ہونا ایک لازمی امر تھا۔ چنانچہ یہی براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ جن نادانوں (تنگ نظر لوگوں) نے یہ اعتراض کیا تھا کہ مسلمانوں کو ان کے پہلے قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا ہے۔" یہ یہودی لوگ تھے۔ (بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب التوجه نحو القبلة) چنانچہ یہود نے اس واقعہ کو بھی ایک بنیاد بنا کر ضعیف الاعتقاد اور کم فہم مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنا شروع کر دیئے۔

[۱۷۵] یہود کے اس اعتراض کا جواب اللہ تعالیٰ نے نہایت خوبصورت انداز میں پیش کر دیا۔ کہ آپ ﷺ ان سے کہیے کہ مشرق بھی اللہ کے لیے ہے اور مغرب بھی۔ اس نے بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم دیا تو ہم نے اس کو تسلیم کر لیا اور اب کعبہ کو قبلہ بنایا تو بھی ہم نے تسلیم کر لیا اور اللہ کا حکم تسلیم کر لینا ہی سیدھی راہ ہے اور یہ راہ وہ جسے چاہے دکھا دے۔

[۱۷۶] ۞ امتِ وسط کا مفہوم اور مثالیں:۔ یعنی جس طرح ہم نے قبلہ اول کو تمہارے لیے مستقبل قبلہ بنا دیا ہے۔ اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بھی بنا دیا ہے۔ امت وسط سے مراد ایسا اشرف اور اعلیٰ گروہ ہے جو عدل و انصاف کی روش پر قائم ہو اور افراط و تفریط، غلو اور تخفیف سے پاک ہو اور دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ نصاریٰ نے عیسیٰؑ کو اتنا بڑھایا کہ انہیں خدا ہی بنا دیا اور یہود نے اتنا گھٹایا کہ ان کی پیغمبری سے انکار بھی کیا اور ان کی جان کے بھی لاگو ہو گئے اور اس امت وسط کی روش یا عقیدہ یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیارے پیغمبر اور روح اللہ تھے۔ بے شمار عقائد و احکام میں آپ کو امت وسط کا یہی طریقہ نظر آئے گا۔ مثلاً یہود کے لیے قتل کا بدلہ قتل یعنی قصاص ہی فرض کیا گیا تھا۔ جب کہ نصاریٰ کو عفو و درگزر سے کام لینے کا حکم دیا گیا اور امت مسلمہ کے لیے قصاص کو جواز کی حد تک رکھا گیا اور قصاص کے بجائے دیت کو پسند کیا گیا اور عفو و درگزر کی ترغیب دی گئی اور اسے ایک مستحسن عمل قرار دیا گیا۔ یا مثلاً یہود میں اگر عورت حائضہ ہو جاتی تو نہ اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا کھاتے، نہ اس کے ساتھ کھاتے، بلکہ اسے اپنے گھر میں بھی نہ رہنے دیتے تھے اور ایسی عورتوں کا کسی الگ مقام پر رہائش کا بندوبست کیا کرتے تھے (مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها) نصاریٰ ایسی عورتوں سے کسی طرح کا بھی پرہیز نہیں کرتے تھے۔ جبکہ مسلمانوں کو دوران حیض صرف جماع سے اجتناب کا حکم دیا گیا۔ باقی کاموں میں کوئی پابندی نہیں رکھی گئی۔ اس کے ہاتھوں کا پکایا ہوا کھانا جائز اس کے ساتھ رہنا حتیٰ کہ اسکا بوسہ لینا اور اسے گلے لگانا بلکہ اسکے ساتھ لیٹ جانے تک کو جائز قرار دیا گیا اور صرف مجامعت پر پابندی لگائی گئی۔

[۱۷۷] ۞ امت مسلمہ کی دوسری امتوں پر شہادت:۔ ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا وہ کہیں گے لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھیں گے، کیا تم نے میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟" وہ کہیں گے "جی ہاں!" پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا۔ کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں میرا پیغام پہنچا دیا؟" وہ کہیں گے کہ "ہمارے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۭ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَي الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۴۳ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاۗءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ

ہے جو رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔ یہ قبلہ کی تبدیلی ایک مشکل [۱۷۷-۱] سی بات تھی مگر ان لوگوں کے لیے (چنداں مشکل نہیں) جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ہرگز ضائع نہ کرے [۱۷۸] گا۔ وہ تو لوگوں کے حق میں بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے (۱۴۳) ہم تمہارے چہرہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ لہٰذا ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیتے ہیں جو آپ کو پسند ہے

پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہ تھا۔" پھر اللہ تعالیٰ سیدنا نوح علیہ السلام سے کہیں گے: "تمہارا کوئی گواہ ہے؟ وہ کہیں گے!" محمد ﷺ اور ان کی امت۔" پھر اس امت کے لوگ گواہی دیں گے کہ یقیناً نوح علیہ السلام نے پیغام پہنچا دیا تھا اور پیغمبر (محمد ﷺ) تم پر گواہ بنیں گے۔" (بخاری، کتاب التفسیر۔ زیر آیت مذکور) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس وقت نوح علیہ السلام کی امت کہے گی تمہاری گواہی کیسے مقبول ہو سکتی ہے۔ جب کہ تم نے نہ ہمارا زمانہ پایا اور نہ ہمیں دیکھا۔ اس وقت امت وسط یہ جواب دے گی کہ ہم کو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کے بتانے سے یہ یقینی علم حاصل ہوا۔ اسی لیے ہم یہ گواہی دیتے ہیں۔

۞ آپ ﷺ کی اپنی امت کے خلاف شہادت جنہوں نے قرآن سے ناانصافیاں کیں:۔ یہ تو تھی امت مسلمہ کی دوسری امتوں پر گواہی کی کیفیت۔ اس کے بعد خود رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے ان لوگوں کے خلاف گواہی دیں گے جنہوں نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا اور کہتے تھے کہ قرآن بے شک اس زمانہ میں تو ایک کار آمد کتاب تھی مگر آج زمانہ بہت آگے نکل چکا ہے۔ لہٰذا اس کی تعلیمات فرسودہ ہو چکی ہیں۔ یا ان لوگوں کے خلاف جو اپنے جلسے جلوسوں کا افتتاح تو تلاوت قرآن سے کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد انہیں قرآن سے کچھ غرض نہیں ہوتی یا ان لوگوں کے خلاف جنہوں نے قرآن کو محض عملیات کی ایک کتاب قرار دے رکھا ہے اور اس سے اپنی صرف دنیوی اغراض کے لیے اس کی آیات سے تعویذ وغیرہ تیار کرتے اور تجربے کرتے رہتے ہیں۔ یا ان لوگوں کے خلاف جنہوں نے قرآن کو ایک مشکل ترین کتاب سمجھ کر اس کو عقیدتاً ریشمی غلافوں میں لپیٹ کر کسی اونچے طاقچے میں تبرکاً رکھ دیا ہوتا ہے۔ یا ان لوگوں کے خلاف جو قرآنی آیات و احکام کو سمجھنے کے بعد محض دنیوی اغراض یا فرقہ وارانہ تعصب کے طور پر ان کی غلط تاویل کرتے ہیں یا ان کے خلاف جو دیدہ و دانستہ اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے اور خواہشات نفسانی کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ان سب لوگوں کے خلاف آپ ﷺ اللہ کے حضور یہ گواہی دیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کو چھوڑ رکھا تھا جیسا کہ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۳۰ سے صاف واضح ہے۔

[۱۷۷-۱] ۞ تحویل قبلہ پر یہود اور منافقین کا شور و غوغا:۔ جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو منافقوں اور یہودیوں دونوں نے مسلمانوں کے خلاف انتہائی زہریلا پروپیگنڈا شروع کر دیا اور اس قدر پروپیگنڈا کیا کہ آسمان سر پر اٹھا لیا، اور وہ پروپیگنڈا یہ تھا کہ مسلمان کبھی کسی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ کبھی کسی طرف ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ ان لوگوں کے پروپیگنڈا سے کچھ کمزور ایمان والے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے البتہ جو اپنے ایمان میں راسخ اور مضبوط تھے۔ انہوں نے اس پروپیگنڈا کی مطلقاً پروا نہ کی اور یہ سمجھتے ہوئے کہ اللہ اپنے احکام کی حکمت خود ہی بہتر جانتا ہے، فوراً سر تسلیم خم کر دیا۔ چنانچہ انہیں دیکھ کر متاثر ہونے والے مسلمان بھی اپنے پاؤں پر پوری طرح جم گئے، اور حقیقتاً ایسا پروپیگنڈا مسلمانوں کے لیے ایک آزمائش بن گیا تھا اور اللہ کی مہربانی سے مسلمان اس میں ثابت قدم نکلے۔

[۱۷۸] براء بن عازب کہتے ہیں کہ بہت سے مسلمان تحویل قبلہ سے پہلے شہید ہو چکے تھے، ہمیں ان کے متعلق شبہ ہوا کہ ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۴۴ وَلَىِٕنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۭ وَ
لَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۴۵ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ

وقف لازم

سو اب آپ اپنا رخ مسجد الحرام (کعبہ) کی طرف پھیر لیجئے۔ اور جہاں کہیں بھی تم لوگ ہو، اپنا رخ اسی کی طرف پھیر لیا کرو۔ اور جن لوگوں کو کتاب (تورات) دی گئی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ تحویل قبلہ کا یہ حکم ان کے رب کی طرف [۱۷۹] سے ہے اور بالکل درست ہے۔ (اس کے باوجود) جو کچھ یہ کر رہے ہیں، اللہ اس سے بے خبر نہیں۔ (۱۴۴) آپ ان اہل کتاب کے پاس کوئی بھی نشانی [۱۸۰] لے آئیں وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے، نہ ہی آپ ان کے قبلہ کی پیروی کر سکتے ہیں بلکہ کوئی بھی دوسرے کے قبلہ کی [۱۸۱] پیروی کرنے والا نہیں اور اگر آپؐ نے اس علم کے بعد، جو آپ کے پاس آ چکا ہے، ان کی خواہشات کی پیروی کی [۱۸۲] تو یقیناً آپ کا شمار ظالموں میں ہو گا (۱۴۵)

کی ادا کردہ نمازوں کا کیا بنے گا، تب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ (بخاری، کتاب التفسیر، ترمذی، ابواب التفسیر)

[۱۷۹] کیونکہ ان کی کتابوں میں مذکور ہے کہ نبی آخر الزمان عرب میں پیدا ہوں گے۔ ابراہیم علیہ السلام کے طریق پر ہوں گے اور کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے۔

[۱۸۰] اس لیے کہ ان کا یہ جھگڑا کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں بلکہ محض حسد و عناد کی بنا پر ہے۔ یعنی اگر آپ یہ بات انہیں ان کی کتابوں سے دکھا بھی دیں۔ تب بھی یہ ماننے والے نہیں۔

[۱۸۱] ۞ اہل کتاب کا قبلہ میں اختلاف:۔ یعنی اہل کتاب کے قبلے بھی مختلف ہیں۔ یہود کا قبلہ تو صخرہ بیت المقدس ہے۔ (بیت المقدس کو سیدنا سلیمان علیہ السلام نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے تیرہ سو سال بعد تعمیر کیا تھا) اور نصاریٰ کا قبلہ بیت المقدس کی شرقی جانب ہے۔ جہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نفخ روح ہوا تھا تو جب یہ لوگ آپس میں بھی کسی ایک قبلہ پر متفق نہیں تو آپ کے ساتھ کیسے اتفاق کر سکتے ہیں یا آپ ان میں سے کس کے قبلہ کی پیروی کریں گے۔

[۱۸۲] رسول ہونے کی حیثیت سے آپ ﷺ کا یہ کام نہیں کہ آپ ﷺ لوگوں کو راضی کرتے پھریں اور کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پر سمجھوتہ کریں۔ آپ ﷺ کا کام یہ ہے کہ جو علم ہم نے آپ کو دیا ہے اس پر سختی سے کاربند رہیں اور ظالم ہونے کا خطاب دراصل امت کو ہے۔ رسول بھلا وحی الٰہی کو کیسے نظر انداز کر سکتا ہے۔ امت کو یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ رسول کے ذریعہ اللہ کا حکم جو تمہیں مل رہا ہے۔ اس پر پورا پورا یقین رکھو، اور اس کے مطابق عمل کرو، اور اگر تم نے یہود کو خوش کرنے کی کوشش کی تو تمہارا شمار ظالموں میں ہو گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۭ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۱۴۶ اَلْحَقُّ
مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝۱۴۷ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا
يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۴۸ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ ۭ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۴۹ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۣ اِلَّا الَّذِيْنَ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب (تورات) دی ہے وہ اس (کعبہ) کو یوں پہچانتے ہیں۔ جیسے اپنے [۱۸۳] بیٹوں کو۔ پھر بھی ان میں یقیناً ایک گروہ ایسا ہے جو دیدہ دانستہ حق بات کو چھپا جاتا ہے(۱۴۶) یہ (تحویل قبلہ کا حکم) جو تمہارے رب کی طرف سے ہے بالکل درست ہے۔ [۱۸۴] لہٰذا اس کے متعلق ہرگز شک میں نہ پڑنا(۱۴۷)

ہر ایک کے لیے ایک مقررہ جہت ہے جس کی طرف وہ رخ کرتا ہے۔ [۱۸۵] سو تم نیک کاموں میں پیش قدمی کرو۔ تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تمہیں اکٹھا کر لائے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے(۱۴۸)

اور آپ جہاں سے بھی (سفر وغیرہ پر) نکلیں تو (نماز کے وقت) اپنا رخ کعبہ کی طرف پھیر لیا کریں۔ یہ تمہارے رب کا بالکل درست فیصلہ ہے اور جو کچھ تم لوگ کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں(۱۴۹) اور آپ جہاں سے بھی نکلیں تو (نماز کے وقت) اپنا رخ کعبہ کی طرف پھیر لیا کریں۔ اور جہاں کہیں بھی تم (اے مسلمانو!) ہوا کرو تو اپنا رخ اسی طرف [۱۸۶] پھیر لیا کرو۔ تاکہ لوگوں کے لیے تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے۔ مگر جو ان

[۱۸۳] ۞ یہود کو قبلہ اول کا پورا علم تھا:۔ عربوں میں یہ محاورہ ہے کہ جس چیز کے متعلق انہیں کسی طرح کا شک و شبہ نہ ہو تو سمجھتے ہیں کہ وہ اس بات کو یوں پہچانتا ہے جیسے اپنے بیٹے کو۔ علمائے یہود و نصاریٰ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ سیدنا ابراہیمؑ جن کی امت اور ملت ہونے کا یہ دم بھرتے ہیں، نے خانہ کعبہ تعمیر کیا اور اسے ہی قبلہ مقرر کیا تھا اور بیت المقدس تو تیرہ سو سال بعد سیدنا سلیمانؑ نے تعمیر کیا تھا۔ پھر بیت المقدس کو قبلہ قرار دینے کا ذکر نہ کہیں تورات میں موجود ہے اور نہ انجیل میں۔ اس تاریخی واقعہ میں ان کے لیے کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی اور وہ یہ بات بھی خوب جانتے ہیں کہ قبلہ اول اور حقیقی قبلہ کعبہ ہی ہے۔ لیکن وہ یہ بات عوام کے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔

[۱۸۴] یعنی مسلمان جس ملک میں ہوں گے وہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کریں گے۔ اس طرح کعبہ کی سمتیں الگ الگ بھی ہو سکتی ہیں کسی ملک سے کعبہ مغرب کی جانب ہو گا کسی سے مشرق کی طرف اور کسی سے شمال یا جنوب کی طرف، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا اور نہ اس بات میں شک کی ضرورت ہے کیونکہ تمہارا یہ قبلہ ہمیشہ کے لیے ہے جس میں آئندہ کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

[۱۸۵] یعنی اصل چیز رخ کرنا نہیں بلکہ وہ بھلائیاں ہیں جن کے لیے تم نماز پڑھتے ہو۔ لہٰذا سمت اور مقام کے جھگڑوں میں پڑنے کے بجائے تمہیں اصل مقصد یعنی نیکیوں کے حصول کی فکر کرنا چاہیے۔ اور اس میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کوشش کرنا چاہیے۔ کیونکہ قیامت کے دن یہی نیکیاں تمہارے کام آئیں گی۔

[۱۸۶] ۞ تحویل قبلہ کے حکم کو تین بار کیوں دھرایا گیا؟:۔ اس آیت کو مکرر اور سہ کرر لایا گیا ہے۔ کیونکہ اس کی وجوہ الگ الگ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظَلَمُوْا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ
رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

میں سے [۱۸۷] بے انصاف ہیں (وہ اعتراض کرتے ہی رہیں گے)۔ سو تم ان سے نہ ڈرو بلکہ صرف مجھ سے ڈرو۔ اور اس لیے بھی (مجھ سے ڈرو) تاکہ میں تم پر اپنی نعمت [۱۸۸] پوری کر دوں اور اس لیے بھی کہ تم ہدایت پا سکو(۱۵۰) جیسا کہ ہم نے (تم پر یہ انعام کیا کہ) [۱۸۹] تمہیں میں سے تم میں ایک رسول بھیجا جو تمہارے سامنے ہماری آیات تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاکیزہ بناتا ہے اور کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ کچھ بھی سکھاتا ہے جو تم پہلے نہ جانتے تھے(۱۵۱) لہٰذا تم مجھے یاد رکھو، میں [۱۹۰] تمہیں

ہیں۔ مثلاً ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی رضا اور اظہار کی تکریم کی خاطر تحویل قبلہ کا حکم دیا، اور ﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا﴾ میں یہ ارشاد فرمایا، تحویل قبلہ کے مسئلہ پر جھگڑے کھڑے کرنا درست نہیں۔ اصل کام تو نیک کاموں کی طرف پیش قدمی ہے اور ﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ﴾ میں یہ واضح فرمایا کہ لوگوں کو تم مسلمانوں سے جھگڑنے کا موقع باقی نہ رہے، وہ یوں کہ تحویل قبلہ سے بیشتر یہودی مسلمانوں سے یہ کہتے تھے کہ ہمارا دین تو نہیں مانتے لیکن نماز ہمارے ہی قبلہ کی طرف پڑھتے ہیں اور مشرکین مکہ یہ اعتراض کرتے کہ دعویٰ تو ابراہیم علیہ السلام کے طریق پر چلنے کا کرتے ہیں مگر ان کا قبلہ چھوڑ دیا ہے۔

[۱۸۷] بے انصاف یا ہٹ دھرم لوگ تحویل قبلہ کے بعد بھی اعتراض چھوڑیں گے نہیں۔ مثلاً یہود نے یہ اعتراض کر دیا کہ ہمارے قبلہ کی حقانیت ظاہر ہونے اور اسے تسلیم کر لینے کے بعد اب محض ضد اور حسد کی بنا پر اسے چھوڑ دیا اور مشرک یہ کہنے لگے کہ ہمارے قبلہ کا حق ہونا انہیں اب معلوم ہوا تو اسے اختیار کر لیا۔ اسی طرح ہماری اور بھی کئی باتیں منظور کر لیں گے۔ لہٰذا اے نبی ﷺ! تم ان لوگوں کی باتوں کی طرف توجہ نہ دو نہ ان سے ڈرنے کی ضرورت ہے، بلکہ صرف مجھ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

[۱۸۸] ❁ تحویل قبلہ ایک نعمت تھی:۔ نعمت سے مراد وہی امامت اور پیشوائی کی نعمت ہے جو بنی اسرائیل سے سلب کر کے اس امت کو دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ تحویل قبلہ کا یہ حکم دراصل اس منصب پر تمہاری سرفرازی کی علامت ہے۔ جب تک میری اطاعت کرتے رہو گے، یہ منصب تمہارے پاس رہے گا۔ اور نافرمانی کی صورت میں یہ چھن بھی سکتا ہے۔

[۱۸۹] ❁ رسول کی بعثت بھی ایک بہت بڑا انعام ہے:۔ جیسا کہ اس سے پہلے میں تم پر یہ انعام کر چکا ہوں کہ تمہیں میں سے ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تمہیں اللہ کی آیات سناتا، تمہیں پاکیزہ بناتا اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اس نعمت نے تمہاری کایا پلٹ دی۔ تم جاہل تھے اللہ نے تمہیں علم سے نوازا، تم ذلیل تھے۔ اللہ نے تمہیں سربلند کیا۔ تم ہر وقت لڑتے مرتے اور بدامنی کا شکار تھے۔ اللہ نے تمہارے دل ملا دیے اور آپس میں محبت ڈال دی، اور یہ سب کچھ اسی تعلیم کا نتیجہ تھا۔ پھر جس طرح تم میں رسول بھیجنا ایک بہت بڑا انعام تھا۔ اسی طرح کا دوسرا انعام تحویل قبلہ ہے۔ جس کے ذریعہ تمہیں دنیا کی امامت سونپی جا رہی ہے (تشریح کے لیے دیکھیے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۴ پر حاشیہ نمبر ۱۶۰)

[۱۹۰] لہٰذا تمہیں لازم ہے کہ ہر دم مجھے یاد کرتے رہو، اور اگر تم مجھے یاد کرو گے تو میں تمہیں یاد کروں گا چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس سے سلوک کرتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿١٥٢﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ
مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٣﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ﴿١٥٤﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ

یاد رکھوں گا اور [۱۹۱] میرا شکر ادا کرتے رہو، کفرانِ نعمت نہ کرو (۱۵۲)

اے ایمان والو! (جب کوئی مشکل درپیش ہو تو) [۱۹۲] صبر اور نماز سے مدد لو۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں [۱۹۳] کے ساتھ ہے (۱۵۳) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو جائیں انہیں مردہ نہ کہو۔ [۱۹۴] کیونکہ وہ (حقیقتاً) زندہ ہیں مگر تم (ان کی زندگی کی کیفیت کو) [۱۹۴-۱] سمجھ نہیں سکتے (۱۵۴)

ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ مجھے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ کسی مجمع میں مجھے یاد کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ ایک بالشت میرے نزدیک ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے نزدیک ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے نزدیک ہو تو میں ایک کلاوہ (دونوں بازو پھیلائے) اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ چلتا ہوا میرے پاس آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔" (بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ ویحذرکم اللہ نفسہ.....الخ)

[۱۹۱] ۞ شکر کی فضیلت:۔ اللہ کا شکر ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ وہ نعمت بحال ہی نہیں رکھتے بلکہ مزید بھی عطا فرماتے ہیں اور ناشکری کی صورت میں وہ نعمت ہی نہیں چھنتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا بھی ملتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ (۱۴: ۷)

"اگر تم شکر کرو گے تو میں اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (سمجھ لو) کہ میرا عذاب سخت ہے۔"

[۱۹۲] ۞ مشکل اوقات میں صبر اور نماز سے مدد:۔ مشکل اور آڑے وقت میں صبر اور نماز سے مدد لینے کا حکم پہلے اسی سورہ کی آیت نمبر ۴۵ میں بھی گزر چکا ہے۔ اس مقام پر اس کی مناسبت یہ ہے۔ تحویل قبلہ کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کو جس امامت کے لیے تیار کرنا مقصود ہے تو اس کی راہ میں بے شمار مشکلات اور مصائب پیش آنے والے ہیں۔ لہٰذا اے مسلمانو! ایسے اوقات میں صبر اور نماز سے کام لو۔ صبر سے انسان بہت سی مشکلات پر قابو پا لیتا ہے اور نماز ان حالات میں نفس انسانی کو اطمینان بخشتی ہے۔ بندہ کا اللہ پر توکل بڑھتا ہے اور یہی توکل مشکلات میں ثابت قدم رہنے کے لیے ایک بہت بڑا سہارا ثابت ہوتا ہے۔

[۱۹۳] صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ کی معیت کا معنی یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعانت اور توفیق نصیب ہوتی رہتی ہے۔ جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے اور یہ بات ہر انسان کو اپنے ذاتی تجربات کی بنا پر بھی معلوم ہو سکتی اور ہوتی رہتی ہے۔

[۱۹۴] کیونکہ موت کا لفظ اور اس کا تصور انسان کے ذہن پر ایک ہمت شکن اثر ڈالتا ہے اور لوگوں میں جذبہ جہاد فی سبیل اللہ کے سرد پڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لہٰذا شہداء کو مردہ کہنے سے روک دیا گیا۔ علاوہ ازیں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ شہید کی موت قوم کی حیات کا سبب بنتی ہے اور شہید دراصل حیات جاوداں پا لیتا ہے اور اس سے روح شجاعت بھی تازہ رہتی ہے۔

[۱۹۴-۱] ۞ شہداء کی زندگی:۔ صحیح احادیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے جسم میں ہوتی ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ

اور ہم ضرور تمہیں [۱۹۵] خوف اور فاقہ میں مبتلا کر کے، نیز جان و مال اور پھلوں کے خسارہ میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ اور (اے نبی ﷺ!) ایسے صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے (۱۵۵) کہ جب

اور ان کیلئے عرش کے ساتھ کچھ قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں۔ یہ روحیں جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی پھرتی ہیں۔ پھر ان قندیلوں میں واپس آ جاتی ہیں۔" (مسلم، کتاب الامارۃ باب فی بیان ان ارواح الشھداء فی الجنۃ وانھم احیاء عند ربھم یرزقون) نیز دیکھئے (۳:۱۲۹)

[۱۹۸] ❁ مسلمانوں پر خوف اور تنگدستی: یہ خطاب مسلمانوں سے ہے۔ خوف سے مراد وہ ہنگامی صورت حال ہے جو جنگ احزاب سے پہلے ہر وقت مدینہ کی آزاد چھوٹی سی ریاست کے گرد منڈلاتی رہتی تھی۔ ایک دفعہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کاش آج رات کوئی میرا پہرہ دے تاکہ میں سو سکوں۔ یہ سن کر سیدنا سعد بن ابی وقاص مسلح ہو کر آ گئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں پہرہ دیتا ہوں آپ ﷺ سو جائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس طرح آرام فرمایا۔ (بخاری، کتاب الجہاد، باب الحراسۃ فی الغزو فی سبیل اللہ عزوجل، بخاری کتاب التمنی باب قولہ النبی لیت کذا وکذا) اور ایک رات اہل مدینہ ایک خوفناک آواز سن کر گھبرا گئے، پھر وہ اس آواز کی طرف روانہ ہوئے تو دیکھا رسول اللہ ﷺ ادھر سے واپس آ رہے ہیں۔ آپ ﷺ ان سے پہلے ہی اس آواز کی جانب روانہ ہو گئے تھے اور خبر معلوم کر کے آ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے کہا ڈرو نہیں، ڈرو نہیں۔ (بخاری، کتاب الجہاد، باب الحمائل و تعلیق السیف بالعنق اور مبادرۃ الامام عند الفزع اور مسلم کتاب الفضائل باب شجاعۃ النبی)

اور اس دور میں مسلمانوں کی معاشی تنگ دستی کا حال درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

❁ صحابہ اور رسول اللہ ﷺ کی معیشت:۔ ۱۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے صفہ والوں میں ستر آدمی ایسے دیکھے جن کے پاس چادر تک نہ تھی یا تو فقط تہبند تھا یا فقط کمبل۔ جسے انہوں نے گردن سے باندھ رکھا تھا۔ جو کسی کی آدھی پنڈلیوں تک پہنچتا اور کسی کے ٹخنوں تک، جسے وہ اپنے ہاتھ سے سمیٹتے رہتے۔ اس ڈر سے کہ کہیں ان کا ستر نہ کھل جائے۔ (بخاری، کتاب الصلوۃ، باب نوم الرجال فی المسجد)

۲۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: میرے بھانجے ہم پر ایسا وقت گزر چکا ہے کہ ہم ایک چاند دیکھتے، پھر دوسرا چاند، پھر تیسرا چاند یعنی دو دو مہینے آپ ﷺ کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ عروہ نے کہا: خالہ! پھر تمہاری گزر کس چیز پر ہوتی تھی؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انہی دو کالی چیزوں یعنی کھجور اور پانی پر۔ اتنا ضرور تھا کہ چند انصاری لوگ آپ کے ہمسائے تھے جن کے پاس بکریاں تھیں۔ وہ آپ ﷺ کے لیے بکریوں کا دودھ تحفہ کے طور پر بھیجا کرتے جس سے ہم آپ ﷺ کو بھی پلاتے۔" (بخاری۔ کتاب الھبۃ و فضلھا و التحریض علیھا)

۳۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آل پر آپ ﷺ کی وفات تک ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ انہوں نے مسلسل تین دن پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہو۔ (بخاری، کتاب الاطعمہ باب قول اللہ تعالیٰ کلوا من طیبات مارزقنکم وکلوا من طیبات ما کسبتم)

۴۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بھوک لگی ہوئی تھی۔ مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ملے تو ان سے کہا کہ قرآن پاک کی فلاں آیت ﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰي حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾ مجھے پڑھ کر سناؤ، وہ اپنے گھر میں گئے اور یہ آیت مجھے پڑھ کر سنائی اور سمجھائی۔ آخر میں وہاں سے چلا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ بھوک سے بے حال ہو کر اوندھے منہ گر پڑا۔ اتنے میں کیا دیکھتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿١٥٦﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ

انہیں کوئی مصیبت آئے تو فوراً کہہ اٹھتے ہیں کہ: ہم (خود بھی) اللہ ہی کی مِلک ہیں۔[۱۹۶] اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے(۱۵۶) ایسے ہی لوگوں پر ان کے رب کی طرف سے عنایات اور رحمتیں برستی ہیں اور ایسے ہی

ہوں کہ رسول اللہ ﷺ میرے سرہانے کھڑے ہیں۔ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اٹھایا اور پہچان گئے کہ بھوک کے مارے میرا یہ حال ہے۔ آپ مجھے گھر لے گئے اور میرے لیے دودھ کا پیالہ لانے کا حکم دیا۔ میں نے دودھ پیا، پھر فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور پی، میں نے اور پیا۔ پھر فرمایا: اور پی۔ میں نے اور پیا حتیٰ کہ میرا پیٹ تن کر سیدھا ہو گیا۔ پھر میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور اپنا حال بیان کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری بھوک دور کرنے کے لیے ایسے شخص کو بھیج دیا جو آپ سے اس بات کے زیادہ لائق تھے اللہ کی قسم! میں نے آپ سے جو نسی آیت پڑھ کر سنانے کو کہا تھا۔ وہ مجھے آپ سے زیادہ یاد تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اللہ کی قسم! اگر میں اس وقت تمہیں گھر لے جا کر کھانا کھلاتا تو سرخ اونٹوں کے ملنے سے بھی زیادہ خوشی ہوتی۔ (بخاری، کتاب قول اللہ تعالی کلوا من طیبات ما رزقناکم)

۵۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں پہلا عرب ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور ہم نے اپنے تئیں اس وقت جہاد کرتے پایا جب ہم کو حبلہ اور سمر (کانٹے دار درخت) کے پتوں کے سوا اور خوراک نہ ملتی۔ ہم لوگوں کو اس وقت بکری کی طرح سوکھی مینگنیاں آیا کرتیں جن میں تری نام کی کوئی چیز نہ ہوتی۔

(بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ و اصحابہ.....)

۶۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چھ آدمی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک لڑائی کو نکلے۔ سواری کے لیے ہم سب کے پاس ایک ہی اونٹ تھا اور باری باری اس پر سوار ہوتے اور چلتے چلتے ہمارے پاؤں پھٹ گئے اور میرے تو پاؤں پھٹ کر ناخن بھی گر پڑے۔ اس حال میں ہم پاؤں پر چیتھڑے لپیٹ لیتے۔ اسی لیے اس لڑائی کا نام غزوہ ذات الرقاع - چیتھڑوں والی لڑائی پڑ گیا

(بخاری، کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع)

۷۔ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک لشکر سمندر کے کنارے بھیجا جس میں تین سو آدمی اور سردار ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے۔ ہمارا راشن ختم ہو گیا تو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ سب لوگ اپنا اپنا بچا ہوا راشن ایک جگہ جمع کریں۔ یہ سارا راشن کھجور کے دو تھیلے تھے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اس سے تھوڑا تھوڑا کھانے کو دیتے رہے۔ جب وہ بھی ختم ہو گیا تو ہمیں روزانہ صرف ایک کھجور کھانے کو ملا کرتی۔ وہب نے جابر سے پوچھا: بھلا ایک کھجور سے کیا بنتا ہو گا۔ جابر کہنے لگے کہ وہ ایک کھجور بھی غنیمت تھی، جب وہ بھی نہ رہی تو ہمیں اس کی قدر معلوم ہوئی۔ پھر ہم سمندر پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بہت بڑی مچھلی ٹیلے کی طرح پڑی ہے۔ سارا لشکر اٹھارہ دن اس کا گوشت کھاتا رہا، جب ہم چلنے لگے تو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کی دو پسلیاں کھڑی کی جائیں وہ اتنی اونچی تھیں کہ اونٹ پر کجاوہ کسا گیا تو وہ ان کے نیچے سے نکل گیا۔ (بخاری۔ کتاب المغازی باب غزوۃ سیف البحر)

خوف کے علاوہ فاقہ، جان و مال اور پھلوں میں خسارہ یہ سب ایسی صورتیں ہیں جو اسلام کی راہ میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو پیش آتی رہیں۔ اسی لیے انہیں صبر اور نماز سے مدد لینے کی ہدایت کی گئی۔

[۱۹۶] مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا:۔ جو یہ کلمات صرف زبان سے ہی ادا نہیں کرتے بلکہ دل سے بھی اس بات کے قائل ہوتے ہیں کہ چونکہ ہم اللہ ہی کی مِلک ہیں۔ لہٰذا ہماری جو چیز بھی اللہ کی راہ میں قربان ہوئی وہ اپنے ٹھیک ٹھکانے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَرَحْمَةٌ ۙ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٥٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا

لوگ ہدایت یافتہ ہوتے ہیں(۱۵۷)

صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہٰذا جو شخص کعبہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا طواف کرے۔[۱۹۷] اور جو شخص برضا و رغبت نیکی کا کوئی کام کرے تو بے شک اللہ بڑا قدر دان ہے اور ہر بات کو جاننے والا ہے(۱۵۸)

جو لوگ ہمارے نازل کردہ واضح دلائل اور ہدایت کی باتیں چھپاتے ہیں۔[۱۹۸]

پر پہنچ گئی اور وہ کسی قسم کی بے قراری یا اضطراب کا اظہار نہیں کرتے نہ ہی زبان سے کوئی ناشکری کا کلمہ نکالتے ہیں۔ چنانچہ جب آپ ﷺ کا نواسہ (زینب کا بیٹا) فوت ہو گیا تو آپ ﷺ نے اپنی بیٹی سے فرمایا: یوں کہو: اِنَّ لَهُ مَا اَخَذَ وَلَهُ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرُوْا وَلْتَحْتَسِبُ (جو اس نے لے لیا وہ اسی (اللہ) ہی کا تھا اور جو دے رکھا ہے وہ بھی اس کا ہے۔ اس کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ لہٰذا تمہیں چاہیے کہ صبر کرو اور اس سے ثواب کی امید رکھو) (بخاری، کتاب المرضیٰ۔ باب عیادۃ الصبیان و کتاب الجنائز (مسلم کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت)

[۱۹۷] صفا اور مروہ خانہ کعبہ کے نزدیک دو پہاڑیاں ہیں۔ جن کے درمیان سات بار دوڑنا مناسک حج میں شامل تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیمؑ کو سکھائے تھے۔ زمانہ مابعد میں جب مشرکانہ جاہلیت پھیل گئی تو مشرکوں نے صفا پر اساف اور مروہ پر نائلہ کے بت رکھ دیئے تھے اور ان کے گرد طواف ہونے لگا۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کے دلوں میں یہ سوال کھٹکنے لگا کہ آیا صفا اور مروہ کے درمیان سعی حج کے اصلی مناسک میں سے ہے یا یہ محض مشرکانہ دور کی ایجاد ہے؟ چنانچہ اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اس غلط فہمی کو دور کر کے صحیح بات کی طرف رہنمائی فرمادی جیسا کہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

۞ صفا اور مروہ کے طواف میں کیا قباحت سمجھی جاتی تھی؟ عاصم بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ابتدائے اسلام میں ہم اسے جاہلیت کی رسم سمجھتے تھے۔ لہٰذا اسے چھوڑ دیا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ)

نیز اہل مدینہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کو اس لیے برا سمجھتے تھے کہ وہ منات کے معتقد تھے اور اساف اور نائلہ کو نہیں مانتے تھے۔ چنانچہ ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ سے پوچھا جبکہ میں ابھی کمسن تھا کہ اللہ تعالیٰ کے قول ان الصفا والمروۃ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے تب بھی کوئی قباحت نہیں۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں۔ اگر یہ مطلب ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتے۔ "اگر ان کا طواف نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں۔" یہ آیت انصار کے حق میں اتری ہے۔ وہ حالت احرام میں منات کا نام پکارتے تھے اور یہ بت قدید کے مقام پر نصب تھا۔ انصار (اسی وجہ سے) صفا اور مروہ کا طواف برا سمجھتے تھے۔ جب وہ اسلام لے آئے تو اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری، کتاب التفسیر زیر آیت مذکور)

[۱۹۸] ۞ کتمانِ حق کبیرہ گناہ ہے:۔ اس کے مخاطب وہ لوگ ہیں جن کا دینی لحاظ سے معاشرہ میں کچھ مقام ہوتا ہے اور ان کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ أُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ
اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَأَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَأُولٰٓئِكَ أَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ
الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ

جبکہ ہم انہیں اپنی کتاب میں سب لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر چکے ہیں تو ایسے ہی لوگ ہیں جن پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں (۱۵۹) البتہ جن لوگوں نے (اس کام سے) توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی اور (جو بات چھپائی تھی اس کی) وضاحت کر دی [۱۹۹] تو میں ایسے ہی لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں ہر ایک کی توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہوں (۱۶۰) جو لوگ [۲۰۰] کفر کرتے رہے پھر اسی کفر کی حالت میں مر گئے تو ایسے لوگوں پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے (۱۶۱)

اتباع کی جاتی ہے۔ مثلاً علماء، پیر و مشائخ، واعظ اور مصنفین وغیرہ ایسے حضرات اگر اللہ تعالیٰ کے واضح احکام اور ہدایات کو چھپائیں تو اس کا نتیجہ چونکہ عام گمراہی اور فساد کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے لہٰذا یہ لوگ بدترین قسم کے مجرم ہوتے ہیں جو اپنے گناہ کے بار کے علاوہ اپنے بے شمار متبعین کے گناہوں کا بوجھ بھی اپنے سر پر اٹھاتے ہیں۔ لہٰذا ان پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے۔ فرشتے بھی، انسان بھی اور بری اور بحری مخلوق بھی۔ حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی۔ اس لیے کہ فساد فی الارض یا عذاب الٰہی کی صورت میں انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوق بھی متاثر ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر علمائے یہود جنہوں نے تورات کے علم کو بس اپنے ہی حلقہ میں محدود کر رکھا تھا اور مثلاً رجم کی آیت کو چھپاتے تھے اور عوام میں زنا کی سزا ہی دوسری تجویز کر لی تھی۔ یا دیدہ دانستہ عوام میں مشہور کر دیا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام یا اسحاق علیہ السلام وغیرہ یہودی تھے یا قبلہ کے متعلق صحیح معلومات عوام سے چھپا رکھی تھیں وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت حدیثیں بیان کرتا ہے (حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ اگر کتاب اللہ میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں (یہی آیت نمبر ۱۵۹۔ ۱۶۰) تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔ (بخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو تین بار پکارا، پھر فرمایا: معاذ رضی اللہ عنہ! جو شخص سچے دل سے یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ اسے آگ پر حرام کر دے گا۔" معاذ رضی اللہ عنہ کہنے لگے! میں لوگوں کو یہ بات بتا دوں کہ وہ خوش ہو جائیں؟" فرمایا "پھر وہ توکل کر بیٹھیں گے (لہٰذا ایسی بشارت نہ دو) پھر معاذ رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت گنہگار ہونے کے ڈر سے لوگوں سے یہ بیان کر دی۔ (بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم)

[۱۹۹] توبہ کی شرائط:۔ صرف توبہ کر نا ہی کافی نہیں، بلکہ ان کے اس کتمان حق سے جو بگاڑ پیدا ہوا تھا۔ اس کی انہیں اصلاح بھی کرنا ہو گی۔ پھر اپنی غلطی کا لوگوں کے سامنے برملا اعتراف بھی کریں تو صرف ایسے لوگوں کی اللہ توبہ قبول کرے گا ورنہ نہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک مصنف احکام الٰہی کی غلط تاویل کر کے اپنے ملحدانہ خیالات پر مشتمل ایک کتاب شائع کر دیتا ہے، بعد میں توبہ کر لیتا ہے۔ لیکن اس کے جو ملحدانہ خیالات عوام میں پھیل چکے۔ جب تک وہ ان کی تردید میں اپنی دوسری کتاب لکھ کر اس پیدا شدہ بگاڑ کی اصلاح نہ کرے گا۔ اس کی توبہ قبول ہونے کی توقع نہ ہو گی اور یہی بینوا کا مفہوم ہے۔

[۲۰۰] کفر کے معنی انکار کر دینا (ایمان نہ لانا) بھی ہے۔ چھپانا بھی اور ناشکری کرنا بھی۔ یہاں موقع کے لحاظ سے یہ سب معنوں میں استعمال ہو رہا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ
اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ ۱۹ ع ۳
الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۖ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ

وہ ہمیشہ اسی حالت میں رہیں گے، ان سے یہ سزا کم نہ کی جائے گی اور نہ ہی انہیں کچھ مہلت دی جائے گی (۱۶۲) تمہارا الٰہ ایک ہی الٰہ ہے، اس کے سوا [۲۰۱] کوئی الٰہ نہیں۔ وہ نہایت مہربان بڑا رحم کرنے والا ہے (۱۶۳) ع

جو لوگ کچھ سوچتے سمجھتے ہیں ان کے لیے آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، رات اور دن کے ایک دوسرے کے بعد آنے میں، ان کشتیوں میں جو لوگوں کو نفع دینے والی چیزیں لیے سمندروں میں چلتی ہیں، اللہ تعالیٰ کے آسمان سے بارش نازل کرنے میں، جس سے وہ مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے، اور اس میں ہر طرح کی جاندار مخلوق کو پھیلا دیتا ہے، نیز ہواؤں کی گردش میں اور ان بادلوں میں جو زمین و آسمان کے درمیان تابع فرمان ہیں [۲۰۲] بے شمار نشانیاں ہیں (۱۶۴)

[۲۰۱] ❁ کئی خدا سمجھنے کی وجہ' صرف ایک اللہ کی عبادت کیوں؟ یہ خطاب دراصل مشرکین مکہ سے ہے۔ جنہوں نے کئی الٰہ بنا رکھے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ اتنے بڑے کارگاہ کائنات کا سارے کا سارا انتظام ایک اکیلا اللہ کیسے سنبھال سکتا ہے۔ ان کی عقل میں یہ بات آ ہی نہیں سکتی تھی۔ لہٰذا انہوں نے مختلف امور کے لیے مختلف الٰہ تجویز کر رکھے تھے اور جتنی پرانی تہذیبیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ہندی، رومی، مصری، یونانی تہذیبیں، ان سب لوگوں نے دیوی دیوتاؤں کا ایسا ہی نظام تجویز کر رکھا تھا اور مسلمانوں میں بھی اکثر لوگوں میں گو زبانی نہیں مگر عملاً ایسے ہی اعتقادات و افعال رائج ہو چکے ہیں۔ یہ سب لوگ ہی اس آیت کے مخاطب ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب نہیں ہوتی اور قرآن میں یہ مضمون لاتعداد مقامات پر آیا ہے۔ کہیں اجمالاً کہیں تفصیل سے اور دلائل کے ساتھ۔ لہٰذا اس مضمون کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر آ جائے گی۔

[۲۰۲] ❁ توحید باری پر آٹھ دلائل:۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غور و فکر کرنے والوں کے لیے آٹھ ایسے امور کا ذکر فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود پر اور اس کی لامحدود قدرت و تصرف پر واضح دلائل ہیں۔ مثلاً اتنے عظیم الشان آسمان کو بغیر ستونوں کے پیدا کرنا اور زمین کو اس طرح بنانا کہ اس پر بسنے والی تمام مخلوق کی ضروریات کی کفیل ہے۔ دن رات کا یکے بعد دیگرے آنا جانا اور ان کے اوقات کا گھٹنا بڑھنا، جہازوں کا بڑے بڑے مہیب اور متلاطم سمندروں میں رواں ہونا آسمان سے بارش برسانا جس سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ ہر جاندار میں توالد و تناسل کا سلسلہ قائم کرنا انہیں تمام روئے زمین پر پھیلا دینا، ہواؤں کے رخ میں تبدیلی پیدا کرنا اور بلندیوں پر بادلوں کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا۔ یہ سب کام ایسے ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی بھی ہستی سرانجام نہیں دے سکتی۔ پھر اور کون سے کام ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کو دوسرے دیوی دیوتاؤں کی ضرورت پیش آ سکتی ہے؟ پھر مندرجہ بالا امور بیان کرنے کے بعد ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس کائنات میں ان کے علاوہ اور بھی ایسی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ
كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ
جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَ
تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ۭ

(ان نشانیوں کے باوجود) کچھ لوگ ایسے ہیں جو غیر اللہ کو اس کا شریک [۲۰۳] بناتے ہیں۔ وہ ان شریکوں کو یوں محبوب رکھتے ہیں۔ جیسے اللہ کو رکھنا چاہیے اور جو ایماندار ہیں وہ تو سب سے زیادہ اللہ ہی سے محبت [۲۰۴] رکھتے ہیں۔ کاش ان ظالموں کو آج یہ بات سوجھ جائے جو انہیں عذاب دیکھ کر سوجھے گی کہ قوت تو تمام تر اللہ ہی کے لیے ہے۔ نیز یہ کہ اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے (۱۶۵)

جب پیشوا قسم کے لوگ جن کی دنیا میں پیروی کی جاتی تھی۔ عذاب کو [۲۰۵] دیکھیں گے تو اپنے پیروؤں (مریدوں) سے بے زار ہو جائیں گے اور ان کے باہمی تعلقات منقطع ہو جائیں گے (۱۶۶) اور جو لوگ پیروی کرتے رہے (مرید) وہ بول اٹھیں گے! کاش ہمیں (دنیا میں جانے کا) پھر ایک موقع ملے تو ہم بھی ان سے ایسے ہی بے زار ہو جائیں جیسے یہ آج ہم سے بیزار ہو گئے ہیں۔ [۲۰۶]

[۲۰۳] ۞ شرکیہ افعال اور شرک کی مذمت:۔ یعنی اللہ کی مخصوص صفات میں اپنے معبودوں کو اللہ کا مدمقابل ٹھہراتے ہیں اور خالق، مالک اور رازق ہونے کی حیثیت سے اللہ کے جو حقوق بندوں پر عائد ہونا چاہئیں۔ ان حقوق میں وہ دوسروں کو شریک کر لیتے ہیں۔ مثلاً سلسلہ اسباب پر حکمرانی، حاجت روائی، مشکل کشائی، فریاد رسی، عبادت دعائیں سننا اولاد عطا کرنا، غیب و شہادت کی ہر چیز سے واقف ہونا، کسی دوسرے کو منبع قانون سمجھنا اور حرام و حلال کی حدود مقرر کرنا۔ ان سب باتوں میں کئی دوسرے پیغمبروں، بزرگوں، فرشتوں جنوں اور دیوی، دیوتاؤں کو اللہ کا مدمقابل اور شریک ٹھہرا لیتے ہیں۔ محبت کا تعلق قلبی اعمال سے ہے اور یہی بات تمام افعال و اعمال کا سرچشمہ ہے اس میں بھی وہ اپنے خود ساختہ معبودوں کو ہی فوقیت دیتے ہیں۔

[۲۰۴] کیونکہ اللہ سے ان کی محبت مستقل اور پائیدار ہوتی ہے۔ وہ ہر حال میں اللہ ہی پر بھروسہ اور اعتماد رکھتے ہیں۔ جب کہ مصائب و آلام کے وقت بسا اوقات مشرکوں کی اپنے معبودوں سے محبت زائل بھی ہو جاتی ہے۔

[۲۰۵] اس دنیا میں تو عالم اسباب کی بہت سی باتیں انسان کی آنکھوں سے مخفی ہیں۔ مگر قیامت کو جب یہ سب اسباب واضح طور پر دیکھ لیں گے تب انہیں معلوم ہو گا کہ تصرف و اقتدار کے جملہ اختیارات تو صرف اللہ ہی کو حاصل تھے اور حاصل ہیں۔ اور ہمارے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ مگر اس وقت ان کی یہ ندامت کسی کام نہ آئے گی اور سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

[۲۰۶] ۞ پیروں کی اپنے مریدوں سے بیزاری اور اس کے برعکس:۔ ان دو آیات میں میدان محشر کا ایک منظر پیش کیا گیا ہے اور مشرکوں اور ان کے معبودوں یعنی مرشدوں اور (مریدوں) پیروکاروں کے درمیان مکالمہ بیان کیا گیا ہے۔ جو یہاں دنیا میں اپنے مریدوں کے مشکل کشا، حاجت روا اور شفاعت کے ٹھیکیدار بنے ہوئے تھے۔ قیامت کے دن چونکہ اللہ کے حضور جواب دہی کی دہشت اور خوف اس قدر زیادہ ہو گا کہ ہر ایک کو اپنی ہی جان کی پڑی ہو گی۔ لہٰذا یہ پیشوا حضرات ان مریدوں کی اعانت و امداد یا سفارش

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ع ۲۰ ۴
كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ (۱۶۷)ؑ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا
فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (۱۶۸) اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ

اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال اس طرح دکھائے گا کہ وہ ان پر حسرتوں کا مرقع بن [۲۰۷] جائیں گے۔ اور وہ دوزخ سے (کسی قیمت پر بھی) نکل نہ سکیں گے (۱۶۷)ؑ

لوگو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ [۲۰۸] چیزیں ہیں، وہی کھاؤ اور شیطان کے پیچھے [۲۰۹] نہ لگ جاؤ۔ وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے (۱۶۸)

سے نہ صرف انکار کریں گے، بلکہ دنیا میں ان کا اپنا مرید ہونے سے ہی انکار کر دیں گے اور کہہ دیں گے کہ ہمارا ان سے کوئی تعلق ہے نہ ہم انہیں پہچانتے ہیں۔ بلکہ ان سے بے زاری اور نفرت کا اظہار کریں گے۔ یہ صورت حال دیکھ کر مرید حضرات سخت مایوس ہو جائیں گے اور آرزو کریں گے کہ کاش ہمیں دنیا میں جانے کا ایک اور موقع مل سکے تو ہم بھی ان سے یہی سلوک کریں جو آج یہ ہم سے کر رہے ہیں اور ہم بھی ان پیروں سے ایسے بے تعلق اور بیزار ہو جائیں۔ جیسے یہ آج ہم سے بے تعلق اور بے زار بن گئے ہیں۔

[۲۰۷] ۞ مشرکوں کے اعمال حسرت کا سبب کیوں؟ ایک حسرت تو یہ ہوگی کہ مرشدوں نے اپنے وعدوں کے خلاف بے زاری کا اظہار کر دیا، اور دوسری یہ کہ جو اچھے اعمال مثلاً صدقہ و خیرات اور نذر و نیاز وغیرہ کرتے رہے وہ تو ان کے شرک کی وجہ سے ضائع ہو جائیں گے اور برے اعمال برقرار رہیں گے۔ اس طرح وہ کئی قسم کی حسرتوں کا مجموعہ بن جائیں گے۔ ان کے مرشد بھی باعث حسرت اور ان کے اعمال بھی باعث حسرت لیکن ان حسرتوں کا نتیجہ کچھ بھی نہ نکلے گا اور دوزخ کے عذاب سے نجات کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

[۲۰۸] حلال سے مراد ایک تو وہ سب چیزیں ہیں جنہیں شریعت نے حرام قرار نہیں دیا۔ دوسرے وہ جنہیں انسان اپنے عمل سے حرام نہ بنا لے۔ جیسے چوری کی مرغی یا سود اور ناجائز طریقوں سے کمایا ہوا مال اور پاکیزہ سے مراد وہ صاف ستھری چیزیں ہیں جو گندی سڑی، باسی اور متعفن نہ ہو گئی ہوں۔ حرام چیزوں سے بچنے کی احادیث میں بہت تاکید آئی ہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

۞ کسب حلال اور اس کی اہمیت:۔ ۱۔ سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ پاک ہے اور وہ صرف پاک مال قبول کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی اسی بات کا حکم دیا جس کا اس نے رسولوں کو حکم دیا: چنانچہ فرمایا یاایُّھا الرُّسُلُ ...... اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو اور فرمایا اے ایمان والو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں۔ پھر آپ نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کر کے آیا ہو، اس کے بال پریشان اور خاک آلود ہوں وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلاتا ہے اور کہتا ہے اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! جبکہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام اور جس غذا سے اس کا جسم بنا ہے وہ بھی حرام ہے تو پھر اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟ (ترمذی، ابواب التفسیر) (مسلم، کتاب الزکوۃ باب قبول الصدقة من كسب الطيب)

۞ حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی:۔ ۲۔ سیدنا جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ گوشت جو مال حرام سے پروان چڑھا ہے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور جو بھی گوشت حرام سے پروان چڑھا اس کے لیے جہنم ہی لائق تر ہے۔" (احمد، دارمی، بحوالہ مشکوۃ، کتاب البیوع باب الکسب و طلب الحلال فصل ثانی)

۳۔ سیدنا عبداللہؓ بن مسعود کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص حرام مال کمائے اور پھر اس سے صدقہ کرے تو وہ صدقہ قبول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ

وہ تو تمہیں برائی اور بے حیائی [۲۱۰] کا ہی حکم دے گا۔ نیز اس بات کا کہ تم اللہ کے ذمے [۲۱۱] ایسی باتیں لگا دو جن کا تمہیں خود علم نہیں (۱۶۹)

اور جب ان (کفار و مشرکین) سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کی ہے تو کہتے ہیں کہ

نہیں ہوتا اور اگر اس سے خرچ کرے تو اس میں برکت نہیں ہوتی۔ (احمد، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال، فصل ثانی)

۞ حرام مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا:۔ ۴۔ سیدنا ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ کمائی سے ہی صدقہ قبول کرتا ہے۔ (مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب بیان ان اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف)

۞ حرام اور مشکوک چیزیں چھوڑنے کا حکم: ۵۔ سیدنا نعمانؓ بن بشیر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں کہتے سنا ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اب جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچا رہا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو مشتبہ چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو کسی کی رکھ کے گرد اپنے جانوروں کو چراتا ہے، قریب ہے کہ وہ رکھ میں جا گھسیں۔ سن لو! ہر بادشاہ کی ایک رکھ ہوتی ہے۔ سن لو! اللہ کی رکھ اس کی زمین میں حرام کردہ چیزیں ہیں۔ (بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرا لدينه مسلم، کتاب المساقاۃ باب اخذ الحلال و ترك الشبهات)

۶۔ عطیہ سعدیؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک اندیشہ والی چیزوں سے بچنے کی خاطر ان چیزوں کو نہ چھوڑ دے جن میں کوئی اندیشہ نہیں۔'' (ترمذی، ابن ماجہ، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب البیوع، باب الکسب و طلب الحلال)

۷۔ سیدنا حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات یاد رکھی ہے کہ جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ اور وہ اختیار کر جو شک میں نہیں ڈالتی۔'' (احمد بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب البیوع، باب الکسب و طلب الحلال)

۸۔ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ آدمی اس بات کی پروا نہیں کرے گا کہ جو مال اس کے ہاتھ آیا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔'' (بخاری، کتاب البیوع، باب مالم يبال من حيث كسب المال)

[۲۰۹] ۞ حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینا شرک اور شیطان کی پیروی ہے: یہاں شیطان کے پیچھے چلنے سے مراد یہ ہے جو چیزیں اللہ نے حرام نہیں کیں انہیں حرام نہ سمجھ لو، جیسے مشرکین عرب بتوں کے نام سانڈ چھوڑ دیتے تھے۔ پھر ان جانوروں کا گوشت کھانا یا ان سے کسی طرح کا بھی نفع اٹھانا حرام سمجھتے تھے یا کسی مخصوص کھانے پر اپنی طرف سے پابندیاں عائد کر کے اسے حرام قرار دے لیتے تھے۔ یہی صورت کسی حرام چیز کو حلال قرار دینے کی ہے۔ جیسے یہود نے سود کو حلال قرار دے لیا تھا۔ امیوں کا مال کھانا جائز سمجھتے تھے اور یہ شرک ہے۔ کیونکہ حلال و حرام قرار دینے کے جملہ اختیارات اللہ کو ہیں۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب میری امت میں سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو شراب کا کوئی دوسرا نام رکھ کر اس کو حلال بنا لیں گے۔'' (بخاری، کتاب الاشربہ، باب فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه) اور ابو مالک کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ میری امت میں سے کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور باجے گاجے وغیرہ کے دوسرے نام رکھ کر انہیں حلال بنا لیں گے۔'' (حوالہ ایضاً) اور ایسی سب باتیں اللہ کی صفات میں شرک کے مترادف ہیں۔ کیونکہ حلت و حرمت کے جملہ اختیارات اللہ ہی کو ہیں۔

[۲۱۰] چونکہ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔ لہٰذا وہ ہمیشہ تمہیں کوئی بری بات یا بے شرمی یا بے حیائی کی بات ہی سمجھائے گا۔ وہ بھی اس طرح کہ تمہاری نظروں میں وہ بھلی معلوم ہو۔

[۲۱۱] یعنی خود ساختہ رسموں اور پابندیوں کے متعلق یہ سمجھانا یا تاثر دینا کہ یہ اللہ کے احکام ہیں جبکہ ان کے من جانب اللہ ہونے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾
وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَاۗءً وَّنِدَاۗءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا
يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ
تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ

اسی طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے۔ اگر ان کے آباؤ اجداد ہی کچھ نہ سمجھتے ہوں اور نہ وہ راہ ہدایت [۲۱۲] پر ہوں (تو کیا پھر بھی یہ لوگ انہی کی پیروی کریں گے؟) (۱۷۰) کافروں کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ایسی چیز (مثلاً جانوروں) کو پکارتا ہے۔ وہ جانور اس کی پکار اور آواز کے سوا کچھ بھی سمجھ نہیں [۲۱۳] سکتے۔ اس طرح یہ (کافر) بھی بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔ جو کوئی بات سمجھ نہیں سکتے (۱۷۱)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ ہی کی عبادت کرنے [۲۱۴] والے ہو تو جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں کھانے کو عطا کی ہیں، وہی کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ (۱۷۲) اس نے تو صرف تم پر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا ہے اور ہر وہ چیز بھی جو غیر اللہ کے نام [۲۱۵] سے مشہور کر دی جائے۔ پھر جو شخص ایسی چیز کھانے پر مجبور ہو جائے

کی کوئی دلیل موجود نہ ہو، اللہ کے ذمہ جھوٹ لگانے کے مترادف ہے جو بہت بڑا گناہ ہے۔

[۲۱۲] ۞ تقلید آباء کی مذمت:۔ تقلید آباء گمراہی کا بہت بڑا سبب ہے۔ انسان اپنے آباء اور بزرگوں سے عقیدت کی وجہ سے یہ سوچنے کی زحمت گوارا ہی نہیں کرتا کہ ان سے بھی کوئی غلطی ہو سکتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر تقلید آباء کی مذمت فرمائی ہے اور اسے شرک قرار دیا ہے۔ کیونکہ آباء کا عمل کوئی شرعی دلیل نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر کام کے متعلق یہ تحقیق ضروری ہوتی ہے کہ آیا وہ شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ خواہ اس کی زد اپنے آپ پر یا اپنے آباء پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ ایسا نہ ہونا چاہیے کہ اگر کسی کے باپ دادا سے کوئی غلط کام ہو گیا ہو تو وہ غلطی پشت در پشت اس کی نسلوں میں منتقل ہوتی چلی جائے۔ حتیٰ کہ اسے عین دین کا کام سمجھا جانے لگے۔

[۲۱۳] یعنی کافروں کی مثال ان بے عقل جانوروں کی سی ہے۔ جنہیں چرواہا جب پکارتا ہے تو وہ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ وہ کہہ کیا رہا ہے۔ بلکہ محض آواز سن کر ادھر ادھر ہو جاتے ہیں۔ جانوروں کی طرح یہ کافر بھی حق بات سن کر نہ اسے سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی حق بات کہہ سکتے ہیں اور حق بینی کے معاملہ میں اندھے ہیں۔ پھر انہیں ہدایت نصیب ہو تو کیسے ہو۔ جب کہ ہدایت پانے کے سارے راستے انہوں نے خود ہی اپنے آپ پر بند کر رکھے ہیں۔

[۲۱۴] آیت نمبر ۱۶۹ میں خطاب عوام الناس سے تھا۔ اس آیت میں مومنوں سے ہے۔ اسی لیے انہیں تاکید کی جا رہی ہے کہ کھانے کے بعد اللہ کا شکر بھی ادا کیا کرو۔

[۲۱۵] ۞ اللہ کی حرام کردہ چیزیں:۔ اس آیت میں چار چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے:

۱۔ مردار خواہ وہ کسی طریقہ سے مرا ہو۔ طبعی موت سے یا کہیں گر کر یا لاٹھی لگنے سے یا سینگ کی ضرب سے یا کسی درندے نے مار ڈالا ہو۔ سب صورتوں میں حرام ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰۗىِٕكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ

درآنحالیکہ وہ نہ تو قانون شکنی کرنے والا ہو اور نہ ضرورت [۲۱۶] سے زیادہ کھانے والا ہو، تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ (کیونکہ) اللہ تعالیٰ یقیناً بڑا بخشنے والا اور نہایت رحم والا ہے (۱۷۳)

جو لوگ ان باتوں کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں [۲۱۷] نازل کی ہیں اور اس کام کے عوض تھوڑا سا دنیوی فائدہ اٹھا لیتے ہیں یہ لوگ دراصل اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ تو ان سے

۲۔ وہ خون جو ذبح کرتے وقت رگوں سے باہر نکل جاتا ہے اور جو گوشت کے ساتھ لگا رہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ نیز حدیث میں آیا ہے کہ دو مردار حلال ہیں یعنی مچھلی اور ٹڈی اور دو خون حلال ہیں۔ کلیجی اور تلی جو منجمد خون ہی ہوتا ہے۔ (احمد، بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الصید والذبائح باب مایحل اکلہ ما یحرم فصل ثانی)

۳۔ خنزیر یا سور جو نجس عین ہے۔ اس کا صرف گوشت کھانا ہی حرام نہیں بلکہ یہ زندہ یا مردہ اس کی کسی بھی چیز سے استفادہ جائز نہیں۔

۴۔ ہر وہ چیز جو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام پر مشہور کر دی جائے۔ عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ جس جانور پر ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام لیا جائے، صرف وہی حرام ہوتا ہے۔ یہ تصور بالکل غلط ہے، کیونکہ قرآن کے الفاظ میں نہ جانور کا ذکر ہے۔ نہ ذبح کا بلکہ ما کے لفظ میں عمومیت ہے۔ لہٰذا اس کا معنی یہ ہوگا کہ جو چیز کسی بزرگ یا دیوی دیوتا کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اس کے نام پر مشہور کر دی جائے جیسے امام جعفر کے کونڈے، بی بی کی صحنک، مرشد کا بکرا وغیرہ یہ سب چیزیں حرام ہیں اور اگر وہ ذبح کرنے کا جانور ہے تو خواہ اس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام ہی کیوں نہ لیا جائے وہ حرام ہی رہے گا۔ بلکہ کسی دوسرے کی نیت رکھنے سے بھی وہ حرام ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ کی عطا کردہ چیزوں کی قربانی یا نذر و نیاز صرف اسی کے نام کی ہونی چاہیے۔ اس میں کسی دوسرے کو شریک نہ بنایا جائے۔

ہاں اگر کوئی شخص کچھ صدقہ و خیرات کرتا ہے یا قربانی کرتا ہے اور اس سے اس کی نیت یہ ہو کہ اس کا ثواب میرے فوت شدہ والدین یا فلاں رشتہ دار یا مرشد کو پہنچے تو اس میں کوئی حرج نہیں، یہ ایک نیک عمل ہے۔ جو سنت سے ثابت ہے۔

[۲۱۶] ۞ لاچاری میں حرام اشیاء کے جواز کی شرائط: اس آیت میں حرام چیزوں کو استعمال کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے تین شرائط بیان فرمائیں:

۱۔ اسے بھوک یا بیماری کی وجہ سے جان جانے کا خطرہ لاحق ہو اور اس حرام چیز کا کوئی بدل موجود نہ ہو۔

۲۔ وہ اللہ کا باغی یا قانون شکن نہ ہو۔ یعنی جو چیز کھا رہا ہے۔ اسے حرام ہی سمجھ کر کھائے، حلال نہ سمجھے۔

۳۔ اتنا ہی کھائے جس سے اس کی جان بچ سکے اور اس کے بعد اس کا بدل میسر آ سکے۔

پھر اگر وہ غلط اندازے سے کچھ زیادہ بھی کھا لے گا تو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ اور یہ غلطی جان کے تلف ہونے سے متعلق بھی ہو سکتی ہے اور خوراک کی مقدار کے متعلق بھی۔

[۲۱۷] ۞ کتمان حق اور غلط فتوے سے حرام خوری:۔ آیت نمبر ۱۵۹ کے مضمون کو دہرایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ کتمان حق کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَ
الْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ
الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ

کلام [۲۱۸] کرے گا اور نہ (گناہوں سے) پاک کرے گا۔ اور انہیں دکھ دینے والا عذاب ہوگا (۱۷۴) یہی لوگ ہیں [۲۱۹] جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور مغفرت کے بدلے عذاب مول لے لیا۔ یہ لوگ دوزخ کی آگ پر کتنا بڑا صبر کرنے والے ہیں (۱۷۵) یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تو کتاب حق کے مطابق نازل کی تھی مگر جن لوگوں نے اس کتاب میں اختلاف [۲۲۰] کیا وہ بدبختی میں دور جا پہنچے ہیں (۱۷۶) نیکی یہی نہیں کہ تم اپنا رخ مشرق یا مغرب کی طرف

ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ پیشوا قسم کے لوگ اس کے عوض کچھ نہ کچھ دنیوی مفاد اور مال و دولت حاصل کر لیتے ہیں آیات کی تاویل یا فقہاء کے مختلف اقوال کو بنیاد بنا کر غلط فتویٰ دیتے ہیں۔ اس طرح ایک طرف تو لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ دوسرے ان سے پیسے وصول کرتے ہیں اور لطف کی بات یہ کہ فتویٰ جتنا زیادہ غلط قسم کا ہو اتنے ہی ان کے دام زیادہ وصول کئے جاتے ہیں، یہ مال بلاشبہ حرام ہے جو دوزخ کی ظاہری آگ کے علاوہ ان کے اندر بھی آگ لگا دے گا۔

[۲۱۸] ۞ اللہ تعالیٰ کا کلام نہ کرنا گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی دلیل ہے:۔ یہاں کلام نہ کرنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی انتہائی خفگی اور ناراضگی ہے۔ فقہاء کہتے ہیں کہ جن کاموں سے متعلق یہ مذکور ہو کہ اللہ ان سے کلام نہ کرے گا یا ان کی طرف دیکھے گا بھی نہیں یا انہیں پاک نہیں کرے گا۔ تو ایسے سب کام کبیرہ گناہ ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی تو ایک کثیر تعداد ایسی ہوگی جنہیں اللہ دوزخ میں داخل کرے گا تا آنکہ وہ گناہوں سے پاک و صاف ہو جائیں۔ لیکن کچھ گناہ ایسے بھی ہیں کہ دوزخ کی آگ سے پاک و صاف نہ ہوں گے۔ جیسے شرک یا جن کے متعلق خلود فی النار کے الفاظ آئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک سے حساب کتاب لیتے وقت تو کلام کرے گا ہی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا حساب لینا بھی بصورت تہدید اور سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ ہوگا یا فرشتوں کے ذریعہ ان سے حساب لیا جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

[۲۱۹] یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات کو چھپا کر لوگوں کو گمراہ کرنے والے اور غلط تاویلات کے ذریعے لوگوں سے نذرانے وصول کرنے والے علماء اور پیشوا حضرات جنہیں خوب معلوم ہے کہ ان کی ان کرتوتوں کی سزا کس قدر سخت ہے۔ اس کے باوجود وہ ان حرکتوں سے باز نہیں آتے، ان کی یہ جسارت بڑی حیران کن ہے۔

[۲۲۰] ۞ اختلاف امت اور فرقہ پرستی کے اسباب:۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑی حقیقت سے مطلع فرمایا ہے جو یہ ہے کہ جو لوگ اختلاف کرتے ہیں اور مختلف فرقوں میں بٹ جاتے ہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ حق ان پر مشتبہ ہو جاتا ہے بلکہ اس کی اصل وجہ ان کی باہمی ضد ہوتی ہے جس میں وہ دور تک چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ خود ملاحظہ فرما لیجئے کہ اسلام میں جتنے فرقے پیدا ہوئے ہیں۔ سب اپنے حق میں کتاب و سنت سے ہی استدلال کرتے ہیں۔ یہ استدلال عموماً غلط ہوتا ہے اور کبھی صحیح بھی ہوتا ہے مگر استدلال کے اختلاف میں رواداری کے بجائے جب ضد پیدا ہو جائے اور استدلال کرنے والا اپنی بات پر اڑ جائے تو یہیں سے نئے فرقہ کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ جس کیلئے قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر سخت وعید آئی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى

پھیر [۲۲۱] لو۔ بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر، روز قیامت پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لائے۔

واضح رہے کہ ہر گمراہ فرقے کی بنیاد یا تو کسی شرکیہ عقیدہ اور عمل پر استوار ہوتی ہے اور یا کسی بدعی عقیدہ و عمل پر۔ پھر اپنے اس بدعی عقیدہ کو کھینچ تان کر کتاب و سنت سے درست یا جائز ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص بدعی عقیدہ یا عمل رائج کرنا چاہتا ہے۔ اسے کوئی نہ کوئی روکنے اور ٹوکنے والا بھی ہوتا ہے۔ لیکن بدعی عقیدہ کا موجد اور اس کے متبعین کے لیے حق کو ماننے کے بجائے انا اور ضد کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس طرح ایک نیا فرقہ وجود میں آجاتا ہے اور اس حقیقت کو قرآن مجید نے چار مختلف مقامات پر ذکر کیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہی ﴿بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾ ہی بتائی ہے۔ یعنی اس کی وجہ یہ ہرگز نہیں ہوتی کہ کتاب و سنت میں اس کا واضح حل موجود نہیں ہوتا۔ (نیز دیکھئے اسی سورہ کا حاشیہ نمبر ۲۸۲)

[۲۲۱] ۞ تحویل قبلہ پر جھگڑا کرنے کے بجائے نیکی کے اصل کام:۔ جب یہود مدینہ نے تحویل قبلہ کے مسئلہ کو مسلمانوں کے ساتھ جھگڑے کا ایک مستقل موضوع بنالیا تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت فرمائی کہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنا کوئی ایسی نیکی نہیں ہے جس پر نجات اخروی کا مدار ہو بلکہ نیکی کے اصل اور بڑے بڑے کام تو اور ہیں اور وہ کام ایسے تھے جن میں سے اکثر کی ادائیگی میں یہود قاصر تھے یا کوتاہی کر جاتے تھے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے ایمان بالغیب کی انواع بیان فرمائیں۔ یہود جبریل کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ حالانکہ اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنا کلام نازل فرماتا رہا۔ پھر وہ انجیل اور قرآن پر ایمان نہیں رکھتے تھے، بلکہ اپنی کتاب پر بھی ٹھیک طرح سے ایمان نہیں لاتے تھے اور بے شمار غلط عقائد آخرت کے بارہ میں اپنے معتقدات میں شامل کر لیے تھے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے صدقات و خیرات اور اس کے مستحقین کا ذکر فرمایا۔ اس سلسلے میں وہ قاصریوں تھے کہ وہ سود خور تھے اور سود خور کی فطرت میں بخل اور شقاوت پیدا ہونا لازمی امر ہے۔ پھر اللہ نے وعدہ پورا کرنے کا ذکر فرمایا۔ جبکہ یہود کی تاریخ عہد شکنیوں سے بھری پڑی ہے اور بزدل ایسے کہ ان کا کوئی قبیلہ بھی مسلمانوں کے ساتھ کھلے میدان میں لڑنے کی جرأت نہ کر سکا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے راست باز اور متقی لوگوں کی جو جو صفات بیان فرمائی ہیں یہودیوں کی اکثریت ان سے عاری تھی۔

۞ صرف ایفائے عہد اور صبر کا ذکر کیوں ہوا؟ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے سیرت و کردار سے متعلق صرف دو باتوں کا ذکر فرمایا۔ ایک ایفائے عہد کا اور دوسرے صبر کا۔ عہد خواہ ایک شخص کا دوسرے شخص سے ہو یا قوم سے ہو یا ایک قوم کا دوسری قوم سے ہو یا کسی کا اللہ تعالیٰ سے ہو۔ نیز خواہ یہ عبادات سے تعلق رکھتا ہو یا معاملات سے یا مناکحات سے، اس عہد کا پورا کرنا ہر حال میں لازم ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عہد دراصل ایفائے حقوق کا عہد ہوتا ہے جو انسان کی ساری زندگی ہی اپنے احاطہ میں لے لیتا ہے، اور ایفائے عہد کے سلسلہ میں کئی قسم کی مشکلات بھی پیش آسکتی ہیں۔ لہٰذا ساتھ ہی صبر و ثبات کا حکم فرمادیا اور صبر کے تین مواقع کا بالخصوص ذکر فرمایا۔ ایک بَاْسَآءُ جس کے معنی تنگی ترشی اور فقر و فاقہ کا دور ہے۔ دوسرے ضرّاء جس کے معنی جسمانی تکالیف اور بیماری کا دور ہے اور تیسرے حین البأس یعنی جنگ کے دوران بھی اور اس وقت بھی جب جنگ کے حالات پیدا ہو چکے ہوں اور اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہی وہ مقامات ہیں جہاں بسا اوقات انسان کے پائے ثبات میں لغزش آجاتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے بالخصوص ان مواقع کا ذکر فرمادیا۔

پھر جو لوگ ایفائے عہد یا بالفاظ دیگر ایفائے حقوق میں پورے اترتے ہیں اور کسی بھی مشکل سے مشکل وقت میں ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آتی تو ایسے ہی لوگ دراصل راست باز اور متقی کہلائے جانے کے مستحق ہوتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے نہایت نازک حالات میں عہد کو پورا کر کے تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں ثبت کر دی ہیں۔ ہم یہاں یہ تفصیل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي
الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي
الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

اور اللہ سے محبت [۲۲۱] کی خاطر اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں کو اور غلامی سے نجات دلانے کے لیے دے۔ نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے۔ نیز (نیک لوگ وہ ہیں کہ) جب عہد کریں تو اسے پورا کریں اور بدحالی، مصیبت اور جنگ کے دوران صبر کریں۔ ایسے ہی لوگ راست باز ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں (۱۷۷)

بیان نہیں کر سکتے صرف چند واقعات کی طرف اشارہ کافی ہوگا۔

❁ دور نبوی ﷺ میں ایفائے عہد کی مثالیں:۔ ۱۔ سیدنا حذیفہ بن یمان اور ابو حسیل رضی اللہ عنہ (یہ سیدنا یمان کی کنیت ہے) دونوں جنگ بدر میں شمولیت کے لیے جا رہے تھے کہ راستہ میں قریش مکہ کے ہتھے چڑھ گئے اور انہوں نے ان سے عہد لے کر چھوڑا کہ وہ غزوۂ بدر میں حصہ نہیں لیں گے۔ چنانچہ یہ دونوں صحابی قریش سے چھٹکارا حاصل کر کے میدان بدر میں آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور آپ ﷺ کو ایک ایک آدمی کی شدید ضرورت تھی۔ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے ان دونوں کو واپس چلے جانے کا حکم دیا اور فرمایا تم اپنا عہد پورا کرو، اللہ ہماری مدد کرے گا۔" (مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب الوفا بالعھد)

۲۔ صلح حدیبیہ کے دوران ابو جندل پابہ زنجیر قریش مکہ کی قید سے فرار ہو کر مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے ابو جندل نے اپنے زخم دکھا دکھا کر اور اپنا دکھڑا سنا کر التجا کی کہ اب اسے کافروں کے حوالہ نہ کیا جائے۔ اس وقت تمام مسلمانوں کے جذبات یہ تھے کہ خواہ کچھ بھی ہو ابو جندل کو اب کافروں کے حوالہ نہ کیا جائے۔ لیکن آپ ﷺ نے محض ایفائے عہد کی خاطر ابو جندل کو کافروں کے سفیر سہیل بن عمرو (جو ابو جندل کا باپ تھا) کے حوالہ کیا۔ ابو جندل کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کوئی اور راہ نکال دے گا۔ (بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مع اھل الحرب)

۳۔ عمرہ قضاء کے دوران قریش مکہ نے یہ گوارا نہ کیا کہ مسلمان ان کی آنکھوں کے سامنے آزادی سے عمرہ کے مناسک ادا کریں۔ چنانچہ تین دن کے لیے شہر کو خالی کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے بجائے اگر کوئی دنیادار جرنیل ہوتا تو بڑی آسانی سے مکہ پر قبضہ کر سکتا تھا۔ مگر آپ ﷺ کے دل میں یہ خیال تک نہ آیا کہ اس سنہری موقع سے یہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے عہد کو پورا کیا اور تین دن کے بعد مکہ سے واپسی کا سفر اختیار کر لیا۔

پھر آپ ﷺ کے بعد مسلمانوں نے جس طرح اس قسم کے عہد کو نبھایا وہ واقعات بھی بہت ہیں اور کتب تاریخ و سیر کی آج بھی زینت بنے ہوئے ہیں۔

[۲۲۱] (علیٰ حبہ) میں "ہ" کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہو تو اس کا وہی مفہوم ہے جو ترجمہ سے واضح ہے اور اس ضمیر کا مرجع مال قرار دیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ مال کی محبت کے باوجود اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ کسی پسندیدہ چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، یا اپنی احتیاج کو روک کر خرچ کرنا، یا قحط اور گرانی کے ایام میں خرچ کرنا صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ اس کا محرک قوی جذبہ ہو اور یہ جذبہ اللہ کی محبت اور اس کی فرمانبرداری کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ۭ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ

اے ایمان والو! قتل کے مقدمات میں تم پر قصاص[۲۲۲] فرض کیا گیا ہے۔ اگر قاتل آزاد ہے تو اس کے بدلے آزاد ہی قتل ہوگا۔ غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت ہی قتل کی جائے گی۔ پھر اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف[۲۲۳] کر دیا جائے تو معروف طریقے سے (خون بہا) کا تصفیہ ہونا چاہیے اور قاتل یہ رقم بہتر طریقے سے (مقتول کے وارثوں کو) ادا کر دے۔ یہ (دیت کی ادائیگی) تمہارے رب کی

بالفعل (علیٰ حبہ) میں بیک وقت دونوں مفہوم شامل ہو جاتے ہیں۔

[۲۲۲] ❁ قصاص کے احکام:۔ قصاص کا مطلب ہے جان کے بدلے جان لینا۔ پھر دور نبوی ﷺ کی سوسائٹی کی اصناف کے مطابق حکم دیا گیا۔ آزاد کے بدلے قاتل قوم کا کوئی آزاد مرد ہی قتل ہوگا۔ عورت یا غلام قتل نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح غلام کے بدلے آزاد مرد یا عورت قتل نہیں ہوں گے۔ یہ تفصیل اللہ تعالیٰ نے اس لیے بیان فرمائی کہ اس دور کا دستور یہ تھا کہ اگر کسی قبیلہ کا کوئی معزز آدمی دوسرے قبیلے کے کسی عام آدمی کے ہاتھوں مارا جاتا تو وہ اصلی قاتل کے قتل کو کافی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ یا تو قاتل قبیلے کا ویسا ہی کوئی معزز آدمی قتل کیا جائے یا اس قبیلہ کے کئی آدمی اس کے عوض قتل کئے جائیں۔ اس کے برعکس مقتول اگر کوئی ادنیٰ آدمی اور قاتل معزز آدمی ہوتا تو وہ اس بات کو گوارا نہ کرتے تھے کہ مقتول کے بدلے قاتل کی جان لی جائے اور یہ بات صرف اس زمانے سے مختص نہیں بلکہ آج کی مہذب حاکم اقوام بھی یہی کچھ کرتی ہیں۔ قاتل اگر حاکم قوم سے تعلق رکھتا ہو تو عدالت کو اختیار نہیں کہ اس کے خلاف قصاص کا فیصلہ صادر کر سکے اور اگر بدقسمتی سے حاکم قوم کا کوئی شخص محکوم کے ہاتھوں قتل ہو جائے تو سمجھ لو کہ اس پوری قوم کی خیر نہیں اور اس پر طرح طرح کی مصیبتیں کھڑی کی جاتی ہیں انہی خرابیوں کے سدباب کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مقتول کے بدلے قاتل اور صرف قاتل ہی کی جان لی جائے گی یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ قاتل کون ہے اور مقتول کون؟

[۲۲۳] ❁ قتل قابل راضی نامہ جرم ہے:۔ مقتول کے وارث کو قاتل کا بھائی کہہ کر نہایت لطیف طریقے سے اس سے نرمی اختیار کرنے کی سفارش بھی کر دی گئی ہے۔ یعنی وہ قصاص معاف کر دے اور دیت لے لے، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اسلام میں قتل تک کا مقدمہ بھی قابل راضی نامہ ہے۔ جبکہ انگریزی قانون کے مطابق یہ جرم قابل راضی نامہ نہیں۔

اگلی امتوں میں سے یہود پر اللہ تعالیٰ نے قصاص فرض کیا تھا، ان میں عفو کا قانون نہیں تھا اور نصاریٰ میں صرف عفو کا حکم تھا قصاص کا نہیں تھا۔ اس امت پر اللہ تعالیٰ نے آسانی اور مہربانی فرمائی اور دونوں باتوں کی اجازت دی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مقتول کے وارثوں کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے خواہ وہ فدیہ لے لیں یا قصاص۔ (بخاری کتاب فی اللقطۃ باب کیف تعرف لقطۃ اھل مکۃ نیز مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکۃ)

❁ قصاص اور دیت:۔ تاہم آپ ﷺ قصاص کے بجائے عفو کو زیادہ پسند فرماتے تھے، آپ ﷺ خود بھی معاف کرتے اور دیت لے لینے کی سفارش کرتے اور صحابہ کو بھی اسی بات کی تلقین فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک آدمی قتل ہو گیا۔ آپ نے قاتل کو مقتول کے وارث کے حوالہ کر دیا۔ قاتل کہنے لگا "یارسول اللہ! اللہ کی قسم میرا قتل کرنے کا ارادہ نہ تھا۔" آپ ﷺ نے مقتول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي

طرف سے رخصت اور اس کی رحمت ہے۔ اس کے بعد بھی جو شخص زیادتی کرے [۲۲۴] اسے دردناک عذاب ہوگا (۱۷۸) اور اے اہل دانش! تمہارے لیے قصاص ہی میں زندگی ہے۔ [۲۲۵] (اور یہ قانون اس لیے فرض کیا گیا

کے ولی سے کہا۔ "اگر یہ سچا ہوا اور تم نے اسے قتل کر دیا تو تم دوزخ میں جاؤ گے۔" یہ سن کر مقتول کے ولی نے قاتل کو چھوڑ دیا (ترمذی۔ ابواب الدیات باب ماجاء فی حکم ولی القتیل)

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت کی ابتدا میں (کتب علیٰ) کے الفاظ قصاص کی فرضیت اور وجوب کا تقاضا کرتے ہیں۔ پھر بھی دیت کی رعایت یا رخصت بھی بیان فرما دی۔ بلکہ اگر مقتول کے وارث معاف ہی کر دیں تو اسے بہت بہتر عمل قرار دیا گیا تو پھر قصاص کی فرضیت یا وجوب کیا رہ گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا روئے سخن اسلامی معاشرہ یا اسلامی حکومت کی طرف ہے کہ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خون ناحق کا ضرور قصاص لے۔ خواہ مقتول کا کوئی وارث موجود ہو یا نہ ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقتول کے وارث تو ہوں مگر انہیں قصاص لینے میں کوئی دلچسپی نہ ہو بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض دنیوی مفادات کی خاطر یہ قتل ہی ورثا کے ایماء سے ہوا ہو۔ جو بھی صورت ہو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ مجرم کو گرفتار کر کے اسے کیفر کردار تک پہنچائے۔

❁ دیت کی حکمت:۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو دیت کی رعایت بیان فرمائی تو یہ اختیار صرف مقتول کے ورثاء کو ہے اور اس میں کئی حکمتیں اور لوگوں کی مصلحتیں ہیں۔ جب مقتول کے ورثاء کو حکومت کی طرف سے قصاص یا دیت کا اختیار مل جائے تو اپنے قاتل کے خلاف ان کے منتقمانہ جذبات سرد پڑ جاتے ہیں اور بہت بڑے زخم کے اندمال کی ایک شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اگر وہ جان کا قصاص لینے کے بجائے نرم رویہ اختیار کریں تو اس سے ایک تو قاتل کی جان بخشی اور قاتل اور اس کے خاندان پر احسان ہوتا ہے۔ جس سے آئندہ کے لیے نہایت مفید نتائج کی توقع کی جا سکتی ہے دوسرے اس صورت میں مقتول کے ورثاء کی مالی امداد بھی ہو جاتی ہے۔ اور اگر وہ غریب ہوں تو انہیں بڑا سہارا مل سکتا ہے اور یہ سب معاملات حکومت کی وساطت سے ہی طے ہوں گے مگر مقتول کے ورثاء کی مرضی کے مطابق کئے جائیں گے اور اگر یہ سارا اختیار حکومت کو ہی سونپ دیا جائے تو مقتول کے ورثاء ان تمام فوائد سے یکسر محروم رہ جاتے ہیں۔

[۲۲۴] اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں قصاص تھا دیت کا دستور نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر قصاص فرض کرنے کے بعد فرمایا ﴿فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ جس سے مراد دیت کا مطالبہ ہے اور ﴿اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ﴾ سے مراد یہ ہے کہ قاتل کو بلا چون و چرا ادائیگی کر دینا چاہیے۔ یہ اگلے لوگوں کے مقابلہ میں تخفیف ہے۔ ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ دیت قبول کرنے کے بعد بھی اسے قتل کر دے (بخاری، کتاب التفسیر، زیر آیت مذکورہ)

اگر انسان کی نیت میں بگاڑ ہو تو زیادتی کی کئی شکلیں بن سکتی ہیں۔ ایک شکل تو وہی ہے جس کا مندرجہ بالا آیت میں ذکر کیا گیا ہے کہ مقتول کا وارث وقتی طور پر دیت لے کر مالی فوائد حاصل کر لے۔ پھر جب کبھی موقع ملے تو قاتل کو مار بھی ڈالے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ قاتل اور اس کے ورثاء حکومت کے دباؤ کے تحت دیت ادا کر دیں۔ مگر بعد میں ان پر کسی نئے ظلم چوری یا ڈاکہ وغیرہ کی سکیم تیار کرنا شروع کر دیں۔ ایسی تمام صورتوں میں وہ اللہ کے غضب کے مستحق ٹھہریں گے۔

[۲۲۵] ❁ قصاص میں زندگی کیسے ہے؟ یہ نہایت فصیح و بلیغ جملہ ہے۔ جس پر عرب کے فصحاء عش عش کر اٹھے۔ کیونکہ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ

ہے) کہ تم ایسے کاموں سے پرہیز کرو(۱۷۹)

تم پر فرض کر دیا گیا ہے کہ اگر تم میں سے کسی کو موت آ جائے اور وہ کچھ مال و دولت چھوڑے جا رہا ہو تو مناسب طور پر اپنے والدین اور رشتہ داروں کے حق میں وصیت کر جائے۔[۲۲۶]

مختصر سے جملہ میں دریا کو کوزہ میں بند کر دیا گیا ہے۔ یعنی قصاص بظاہر تو موت ہے۔ مگر حقیقت میں پوری زندگی کا راز اسی میں ہے۔ عرب میں جو فصیح محاورہ استعمال ہوتا تھا القتل انفی القتل یعنی قتل قتل ہی سے مٹتا ہے۔ مگر فی القصاص حیاۃ میں بدرجہا زیادہ لطافت، فصاحت، بلاغت ہے اور مضمون بھی بہت زیادہ سما گیا ہے۔ دور جاہلیت میں اگر کوئی شخص مارا جاتا تو اس کے قصاص کا کوئی قاعدہ نہ تھا۔ لہٰذا اس کے بدلے دونوں طرف سے ہزاروں خون ہوتے مگر پھر بھی فساد کی جڑ ختم نہ ہوتی تھی۔ عرب کی تمام خانہ جنگیاں جو برسہا برس تک جاری رہتی تھیں اور عرب بھر کا امن و سکون تباہ ہو چکا تھا۔ اس کی صرف یہی وجہ تھی۔ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے قصاص کا عادلانہ قانون دے کر دنیا بھر کے لوگوں کو جینے کا حق عطا فرما دیا۔

۞ قصاص اور دیت کے چند ضروری مسائل:۔

۱۔ قاتل کے لیے تین صورتیں ہیں (i) مقتول کے وارث قصاص پر ہی مصر ہوں (ii) قصاص تو معاف کر دیں مگر دیت لینا چاہیں (iii) سب کچھ معاف کر دیں۔ مقتول کے وارثوں کو ان سب باتوں کا اختیار ہے۔

۲۔ مقتول کے وارثوں میں سے اگر کوئی ایک بھی قصاص معاف کر دے تو قصاص کا معاملہ ختم اور پھر باقی صورتوں میں ممکن صورت پر عمل ہوگا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو قصاص لینے کے بجائے معاف کر دینا یا دیت لے لینا زیادہ پسند ہے۔

۳۔ کافر کے بدلے مسلم کو قتل نہ کیا جائے (بخاری، کتاب الدیات، باب لا یقتل المسلم بالکافر) یہ اس صورت میں ہے جبکہ کافر حربی ہو اور اگر ذمی ہو تو اس کا قصاص یا دیت یا عفو ضروری ہے۔

۴۔ اگر باپ بیٹے کو قتل کر دے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ (احمد بیہقی بسند صحیح، بلوغ الامانی جلد ۱۶ ص ۳۲۰)

۵۔ آج کل جاہلی دستور نہیں رہا۔ غلامی کا دور بھی ختم ہو گیا۔ اب یہ صورت باقی ہے کہ اگر عورت مرد کو یا مرد عورت کو قتل کر دے تو پھر کیا ہونا چاہیے۔ شریعت اس بارے میں خاموش ہے اور یہ قاضی کی صوابدید پر ہوگا۔

۶۔ جان کی دیت سو اونٹ ہے (نسائی، کتاب العقود والدیات، عن عمرو بن جزم) یا ان کی قیمت کے برابر، یا جو کچھ اس وقت کی حکومت اس کے لگ بھگ مقرر کر دے۔

۷۔ دیت عصبات (ددھیال) کے ذمہ ہے (بخاری، کتاب الدیات باب جنین المراۃ، نیز مسلم، کتاب القسامۃ باب دیۃ الجنین) تفصیلی مسائل کے لیے کتب احادیث کی طرف رجوع کیا جائے۔

[۲۲۶] ۞ میت کو وصیت کا حکم اور مسائل:۔ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ ترکہ کے وارث صرف بیوی اور اولاد اور بالخصوص اولادِ نرینہ ہوا کرتی تھی (جیسا کہ آج کل مسلمانوں میں بھی عمومی رواج یہی چل نکلا ہے) ماں باپ اور سب اقارب محروم رہتے ہیں۔ اس آیت کی رو سے مرنے والے پر انصاف کے ساتھ والدین اور اقارب کیلئے وصیت کرنا فرض قرار دیا گیا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے آیہ میراث میں والدین اور اقارب کے حصے خود ہی مقرر فرما دیے تو یہ آیت منسوخ ہو گئی اور وصیت صرف ایک تہائی ترکہ یا اس سے بھی کم حصہ کیلئے رہ گئی۔ جو یا تو ان وارثوں کے حق میں کی جا سکتی ہے جن کا حصہ اللہ تعالیٰ نے مقرر نہیں کیا یا پھر دوسرے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ